النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی

۱۳۲۷ھ

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر

تصنیفِ لطیف

اعلیٰ حضرت، مجددِ دین و ملت،

امام احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمۃ اللہ

فتوٰی مسمّٰی بہ

النمیقۃ الانقٰی فی فرق الملاقی والملقی[۱۳۲۷ھ]

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

مسئلہ ۲۹ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جُنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑ جائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور اگر قابلِ وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی انزل الذکر الملقی علی السیّد الطیّب الطھور الانقی الملاقی ربہ لیلۃ الاسراء علیہ من ربہ الصلاۃ الزھراء وعلٰی اٰلہ وصحبہ وامتہ وحزبہ الی یوم اللقاء اٰمین راجح ومعتمد یہ ہے کہ مکلف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاستِ حکمیہ مثل حدث وجنابت و انقطاع حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ دردہ بے ضرورت پڑ جانا پانی کو قابلِ وضو وغسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اُس سے دھو سکتے ہیں' یہی قول نجیح و رجیح ہے عامہ کتب میں اس کی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلٰثہ امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منصوص ومروی آیا اکابر مشایخ مثل امام ابو عبد اللہ جرجانی و امام ابو الحسین قدوری و امام ملک العلماء ابو بکر کاشانی و امام فقیہ النفس فخر الدین خان قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی ایک تحریر میں اُس پر ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا چالیس ائمہ وکتب کے نصوص نقل کئے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی کو جو اس میں شبہات واقع ہوئے ان کے جواب دیے۔

یہاں اولاً فوائد قیود اوران کے متعلق مسائل ذکر کریں۔

ثانیاً اتمام جواب۔

ثالثاً تحقیق مقام وابانت صواب اور اس کے لیے اپنی تحریر مذکور سے رفع حجاب۔

وباللہ التوفیق فی کل باب والحمد للہ الکریم الوھاب۔

فوائد قیود ومسائل مورود

فائدہ ۱: نابالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام وحیض ہنوز شروع نہ ہوئے ہوں اُس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام وکمال آب قلیل میں ڈوب جائے اُسے قابلیت وضو وغسل سے خارج نہ کرے گا لعدم الحدث (ناپاک ہونے کی وجہ سے۔ ت) اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے ناسمجھ بچوں میں ہے بچنا افضل ہے ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچہ سے واقع ہو تو مستعمل کردے گا۔

لانہ من اھلھا وقد بینا المسألۃ فی الطرس المعدل۔

کیونکہ وہ اس کے اہل سے ہے اور ہم نے یہ مسئلہ "الطرس المعدل" میں بیان کردیا۔ ت

وجیز امام کردری میں ہے:

ادخل صبی یدہ فی الاناء ان علم طھارۃ یدہ بان کان لہ رقیب یحفظہ اوغسل یدہ فھو طاھر وان علم نجاستہ فنجس وان شك فالمستحب ان یتوضاء بغیرہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبك الٰی ما لا یریبك المختار ان وضوء الصبی العاقل مستعمل وغیر العاقل لا[1]۔

اگر بچے نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور یہ معلوم ہے کہ اُس کا ہاتھ پاک ہے، مثلاً کوئی شخص بچہ کی دیکھ بھال پر متعین ہے یا اُس نے ہاتھ دھویا ہوا تھا، تو یہ پانی پاک ہے اور اگر اُس کے ہاتھ کا ناپاک ہونا معلوم ہے تو پانی ناپاک ہے، اور اگر شک ہے تو مستحب ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کرے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے"۔ مختار یہ ہے کہ عاقل بچہ کا وضو کرنا پانی کو مستعمل بناتا ہے غیر عاقل کا نہیں بناتا۔ (ت) اسی لیے ہم نے مکلّف کی قید لگائی۔

فائدہ ۲: اقول قول بعض پر کہ موت نجاست حکمیہ ہے اگر میت کا ہاتھ یا پاؤں مثلاً آب قلیل میں قبل غسل پڑ جائے اگرچہ بے نیت غسل تو پانی کو مستعمل کردے گا کہ زوال نجاست کے لیے نیت کی حاجت نہیں اگرچہ احیاء پر سے

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ المعروف الوجیز الکردری علی الھندیۃ نوع فی المستعمل والمقید المطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۹/۴

اس فرض کفایہ کے سقوط کو اُن کی جانب سے وقوع فعل قصدی لازم ہے ولہذا اگر میت دریا میں ملے تو جب تک احیا اپنے قصد سے اسے پانی میں جنبش نہ دیں اُن پر سے فرض نہ اُترے گا مگر میت کے سب بدن پر پانی گزر گیا تو اُسے طہارت حاصل ہوگئی یونہی بے غسل دیے اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور خاص غسل میت کی نیت تو احیا پر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں توفیق و تحقیق ہے درمختار میں ہے :

(ان غسل) المیت (بغیر نیة اجزأ) لطھارته لا لاسقاط الفرض عن ذمة المکلفین (و) لذا قال (لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسله ثلثا) لانا امرنا بالغسل فیحرکه فی الماء بنیة الغسل ثلثا فتح و تعلیله یفید انھم لو صلوا علیه بلا اعادة غسله صح وان لم یسقط وجوبه عنھم فتدبر۔[1]

(اگر غسل دیا) میت کو (بغیر نیت کے تو کافی ہے) اُس میت کی طہارت کے لیے نہ کہ فرض کو مکلف لوگوں سے ساقط کرنے کے لیے (اور) اس لیے فرمایا (اگر کوئی مُردہ پانی میں ملا تو بھی اس کو تین مرتبہ غسل کرانا ضروری ہے) کیونکہ ہمیں غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے تو اُس مُردہ کو پانی میں تین مرتبہ بنیت غسل حرکت دینی چاہیے، فتح۔ اور جو وجہ اُنھوں نے بیان کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی نماز جنازہ اُس کے غسل کے اعادہ کے بغیر پڑھ لی گئی تو لوگوں سے جنازہ کا وجوب ساقط ہوجائیگا اگرچہ ان سے غسل کا وجوب ساقط نہ ہوگا، فتدبر۔ (ت)

عنایہ میں ہے :

الماء مزیل بطبعه فکما لا تجب النیة فی غسل الحی فکذا لا تجب فی غسل المیت ولہذا قال فی فتاوی قاضی خان میت غسله اھله من غیر نیة الغسل اجزأھم ذلك۔[2]

پانی اپنی طبیعت کی وجہ سے زائل کرنے والا ہے تو جس طرح زندہ شخص کے غسل میں نیت لازم نہیں اسی طرح مُردہ کے غسل میں بھی نہیں، اسی لیے قاضی خان میں فرمایا کہ اگر کسی مُردہ کو اس کے گھر والوں نے بلا نیت غسل دے دیا تو کافی ہے۔ ت

ردالمحتار میں ہے :

وصرح فی التجرید والاسبیجابی والمفتاح بعدم اشتراطھا ایضاً۔[3]

تجرید، اسبیجابی اور مفتاح میں بھی نیت کے شرط نہ کرنے کی تصریح ہے۔ ت

---

[1] الدر المختار باب صلوۃ الجنازۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] عنایۃ مع الفتح فصل فی الغسل للمیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۴

[3] ردالمحتار " البابی مصر ۱/۶۳۵

اُسی میں ہے:

قال فی التجنیس لابد من النیة فی غسله فی الظاهر وفی الخانیة اذا جری الماء علی المیت او اصابه المطر عن ابی یوسف لاینوب عن الغسل لانا امرنا بالغسل و ذلك لیس بغسل وفی النهایة والکفایة وغیرهما لابد منه الا ان یحرکه بنیة الغسل اھ ثم نقل توفیق الفتح باستظهار ان اشتراطها لاسقاط وجوبه عن المکلف لا لتحصیل طهارته هو وشرط صحة الصلاة علیه اھ ثم منازعة الغنیة له بان ما مر عن ابی یوسف یفید ان الفرض فعل الغسل منا حتی لو غسله لتعلیم الغیر کفی ولیس فیه مایفید اشتراط النیة لاسقاط الوجوب بحیث یستحق العقاب بترکها وقد تقرر فی الاصول ان ما وجب لغیره من الافعال الحسیة یشترط وجوده لا ایجاده کالسعی والطهارة نعم لاینال ثواب العبادة بدونها اھ قال واقره الباقانی وایده بما فی المحیط لو وجد المیت فی الماء لابد من غسله لان الخطاب بتوجه الی بنی ادم ولم یوجد منهم فعل اھ فتلخص انه لابد فی اسقاط الفرض من الفعل واما النیة فشرط لتحصیل الثواب ولذا صح تغسیل الذمیة زوجها المسلم مع ان النیة شرطها الاسلام فیسقط الفرض عنا بفعلنا بدون نیة وهو المتبادر من قول الخانیة اجزأهم ذلك اھ[1]

اور تجنیس میں ہے کہ ظاہر قول کے مطابق مردہ کے غسل میں نیت ضروری ہے، اور خانیہ میں ہے اگر میّت پر پانی بہ گیا یا بارش پڑ گئی تو ابو یوسف سے منقول ہے کہ یہ غسل شمار نہ ہوگا، کیونکہ ہمیں غسل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ غسل نہیں ہے، اور نہایہ وکفایہ وغیرہما میں ہے کہ مردہ کو ایسی صورت میں بہ نیت غسل حرکت دینا لازم ہے پھر انھوں نے فتح کی تطبیق نقل کی اور یہ بھی ذکر کیا کہ حرکت دینے کی شرط اس لیے ہے کہ غسل کا وجوب مکلف سے ساقط ہوجائے، یہ نہیں کہ مردہ پاک ہوجائے، اور نہ یہ اُس پر نماز کی صحت کی شرط ہے اھ پھر اُن کا غنیہ سے یہ جھگڑا ذکر کیا کہ جو نقل ابو یوسف کی گزری اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض یہ ہے کہ ہم زندہ لوگ اُس مُردہ کو غسل دیں یہاں تک کہ اگر مُردہ کو دُوسروں کو سکھانے کی غرض سے غسل دیا تو کافی ہوگا مگر اس میں یہ موجود نہیں ہے کہ نیت بھی اسقاطِ واجب کے لیے شرط ہے کہ اگر نہ ہو تو وُہ عذاب کا مستحق ہو، اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جو افعال حسّیہ غیر کے لیے واجب ہوں تو اُن کا وجود ضروری ہے نہ کہ ایجاد ان کے موجود ہونے کیلئے ضروری ہے جیسے کہ سعی اور طہارت، ہاں نیت کے بغیر عبادت کا ثواب نہیں ملے گا اھ فرمایا اس کو باقانی نے مقرر رکھتے ہوئے اس کی تائید محیط سے کی ہے، محیط میں ہے کہ اگر میّت پانی میں پائی گئی تو بھی اس کا غسل ضروری ہے کیونکہ خطاب بنو آدم کو ہے اور اُن سے کوئی فعل پایا نہیں گیا اھ تو خلاصہ یہ نکلا کہ اسقاط فرض میں

[1] ردالمحتار فصل فی الغسل المیت البابی مصر ۱/ ۶۶۳

کسی نہ کسی فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت حصول ثواب کے لیے شرط ہے، اس لیے ذمی عورت اپنے مسلمان شوہر کو غسل دے سکتی ہے حالانکہ نیت کے لیے اسلام شرط ہے تو فرض ہمارے فعل سے ساقط ہو جائے گا خواہ نیت نہ ہو اور خانیہ کے قول أجزأھم سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اھ۔ ت

اقول ھذا کلہ علی المتبادر من ارادۃ النیۃ الشرعیۃ اما لو حملت علی قصد الفعل ارتفع النزاع فان المامور بہ المکلف لایکون الافعلہ الاختیاری فما وقع عنہ من دون قصد منہ لایخرجہ عن عھدۃ ایجاب الفعل و غسل المیت لہ وجھان وجہ الی الشرطیۃ و ھو عدم صحۃ الصلاۃ علیہ بدون الطھارۃ و ھذا ما یکتفی فیہ وجودہ بلا ایجاد کطھارۃ الحی ووجہ الی الفرضیۃ علینا ولا یتأتی الا بفعل توقعہ قصدا و لو لم تقصد العبادۃ المامور بھا وھذا معنی قول ابی یوسف لانا امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب یتوجہ الی بنی اٰدم وبھذا اتفق الکلمات وظھر ما فی کلام الغنیۃ وللہ الحمد۔

میں کہتا ہوں یہ سب نیت شرعیہ کے ارادہ سے متبادر ہے اور اگر نیت سے مراد ارادۂ فعل لیا جائے تو اختلاف ختم ہو جائے گا، کیونکہ مکلّف کو جو حکم دیا گیا ہے وُہ اس کا فعل اختیاری ہوگا اور جو اُس سے بلا قصد و اختیار سرزد ہو وہ ایجاب فعل کی ذمہ داری سے اس کو عہدہ برآ نہیں کرسکتا، اور غسل میت کی دو وجہیں ہیں ایک تو شرطیہ کی طرف اور وہ یہ ہے کہ اس پر نماز بلا طہارت جائز نہیں، اور اس صورت میں غسل کا وجود کافی ہے خواہ اس کی طرف سے ایجاد نہ ہو، جیسے زندہ انسان کی پاکی، اور ایک وجہ ہم پر فرضیت کی ہے، اور یہ اُسی فعل سے ادا ہو سکتی ہے جو قصداً کیا جائے اگرچہ مامور بہا عبادت کا قصد نہ کیا جائے، اور یہی مفہوم ہے حضرت امام ابو یوسف کے قول "اس لیے کہ ہم کو غسل کا حکم دیا گیا ہے" کا، اور محیط کے اس قول "کہ خطاب بنو آدم کی طرف متوجہ ہے" کا بھی یہی مفہوم ہے، اس طرح مختلف اقوال میں تطبیق ہو جائے گی، اور جو غنیہ میں ہے وہ ظاہر ہو جائے گا وللہ الحمد۔ ت

اسی لیے ہم نے مکلف پر جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں۔

فائدہ ۳: عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں و المسألۃ فی الخانیۃ و الخلاصۃ و البحر وغیرھا اس لیے ہم نے بالفعل کی قید ذکر کی۔

فائدہ ۴: جس عضو کا جہاں تک پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اُتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کرے گا مثلاً:

(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ وہ دردہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکال کر وضو کرے تو چلّو لینے کے لیے

اُس میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا۔

(۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈال کر چلّو لیا یعنی جس قدر کے ادخال کی چلّو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہوجائے گا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی۔

(۳) کوئی یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اُس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نہ کرے گا اگرچہ بازو تک ہو کہ ضرورت ہے۔

(۴) برتن میں پاؤں پڑ گیا پانی مستعمل ہوگیا کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔

(۵) کنوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہوگیا کہ ضرورت نہیں۔

(۶) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو تھا چُلّو لینے کو پھر اُس میں ہاتھ دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چُلّو لینے کی حاجت تھی۔

(۷) کنوئیں سے ڈول نکالنے گھُسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کرلی بالاتفاق مستعمل ہوگیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی وقس علیہ۔

فتح القدیر میں ہے:

لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طھرت الید فی الماء للاغتراف لایصیر مستعملا للحاجۃ بخلاف ما لو ادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضیئ یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ وذلک لان الضرورۃ لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل یدہ الی المرفق لاخراجہ لایصیر مستعملا نص علیہ فی الخلاصۃ قال بخلاف ما لو ادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال مجرد الکف انما لایصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع

اگر بے وضو، جنب یا پاک ہوجانے والی حائض عورت نے اپنا ہاتھ چُلّو بھر پانی لینے کے لیے پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورۃً کیا گیا ہے، لیکن اگر بے وضو نے اپنا سر یا پیر اس پانی میں ڈال دیا تو مستعمل ہوجائے گا کیونکہ بغیر ضرورت ہوا، اور حسن کی کتاب جو ابوحنیفہ سے ہے میں ہے کہ اگر جنب یا بے وضو نے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو اُس سے وضو جائز نہیں کیونکہ اس طرح اس کا فرض اس سے ساقط ہوگیا کیونکہ کہنیوں تک ہاتھوں کو ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی ہاں اگر یہ ضرورت ہو، مثلاً لوٹا کنوئیں میں گر پڑا اس کو نکالنے کے لیے ہاتھ کہنیوں تک اس میں ڈالنا پڑا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، یہ خلاصہ میں منصوص ہے، فرمایا اگر ہاتھ محض ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے بلاضرورت ڈالا تو اس کا یہ حکم نہیں، کیونکہ وہاں ضرورت نہیں، پھر

الماء وفی المبتغی وغیرہ بتبردہ یصیر مستعملا انکان محدثا والافلا[1] اھ باختصار۔

محض ہاتھ کا ڈالنا پانی کو مستعمل نہیں کردیتا ہے جبکہ غسل کا ارادہ نہ ہو، مثلاً یہ کہ پانی اٹھانے کا ارادہ ہو، اور مبتغی وغیرہ میں ہے ٹھنڈک حاصل ہونے سے مستعمل ہوجائے گا اگر بے وضو ہو ورنہ نہیں اھ۔ ت

ردالمحتار میں زیر قول شارح محدث انغمس فی بئر لدلو ولم ینو (بے وضو جس نے ڈول نکالنے کیلئے کنویں میں غوطہ لگایا اور نیت نہ کی۔ ت) فرمایا:

لم ینو ای الاغتسال فلونواہ صار مستعملا بالاتفاق الافی قول زفر سراج والمراد لم ینو بعد انغماسہ فلاینافی قولہ لدلو افادہ ط[2]۔

نیت نہ کی یعنی غسل کی، اگر غسل کی نیت کی تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا مگر زفر کے قول میں، سراج۔ اور مراد یہ ہے کہ غوطہ کھانے کے بعد نیت نہ کی تو ان کے قول لدلو کے منافی نہیں، اس کا افادہ "ط" نے کیا۔ ت

ولہذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵: امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جب تک پورا عضو نہ ڈوبے، مثلاً انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کفِ دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال دیا جائے گا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا مستعمل کردے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

لوادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیھما وقولنا من الجسد یفید الاستعمال بادخال بعض عضو وھو یوافق المروی عن ابی یوسف فی الطاھر اذا ادخل رأسہ فی الاناء وابتل بعض رأسہ انہ یصیر مستعملا اما الروایۃ المعروفۃ عن ابی یوسف انہ لایصیر مستعملا ببعض العضو[3]۔

اگر جنب نے کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ کوئی عضو ڈالا تو پانی فاسد ہوجائے گا، کیونکہ ضرورت صرف انہی دو میں ہے اور ہمارا قول من الجسد بعض عضو کے داخل کرنے سے مستعمل ہونے کا فائدہ دیتا ہے، اور وہ ابو یوسف سے مروی شدہ قول کے موافق ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پاک شخص نے کسی برتن میں اپنا سر ڈالا اور اس کا کچھ حصہ تر ہوگیا تو مستعمل ہوگا، اور ابو یوسف سے جو روایت معروف ہے وہ یہ ہے کہ عضو کے بعض حصہ سے مستعمل نہ ہوگا۔ ت

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۶
[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۸
[4] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۸

اُسی میں اس سے کچھ پہلے ہے :

ان کان اصبعا او اکثر دون الکف لا یضر ومع الکف بخلافہ ذکرہ فی الخلاصۃ ولا یخلو من حاجۃ الی تأمل وجہہ[1]

اگر انگلی یا اس سے زیادہ ہو اور ہتھیلی سے کم ہو تو مضر نہیں اور ہتھیلی کے ساتھ اس کے برعکس ہے، اس کو خلاصہ میں ذکر کیا، اس میں ضرورت ہے کہ اس کی وجہ پر غور کیا جائے۔ ت

وجیز امام کردری میں ہے :

المعروف عن الامام الثانی عدم الفساد ما لم یصر عضوا تاما والفساد ھو الظاھر[2] اھ۔

امام ثانی سے مشہور یہ ہے کہ جب تک پورا عضو داخل نہ ہو فساد نہیں حالانکہ فساد ظاہر ہے۔ ت

اقول الحق ان المناط الحاجۃ فحیث کانت تندفع ببعض العضو فادخل کلہ یصیر مستعملا ولعل ھذا ھو محمل تلک الروایۃ ان ادخال الاصابع للاغتراف لا یفسد بخلاف الکف ولھذا قال فی الخانیۃ من باب الوضوء ان لم تکن معہ اٰنیۃ صغیرۃ فانہ یغترف من التور باصابع یدہ الیسری مضمومۃ لا بالکف[3]۔

میں کہتا ہوں حق یہ ہے کہ حکم کی علت حاجت ہے تو جہاں ضرورت عضو کے بعض حصے سے پوری ہو جاتی ہو وہاں اگر کل عضو ڈال دیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور شاید یہ اُس روایت کا محمل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چُلّو بھر کر پانی لینے کے لیے انگلیوں کا ڈالنا پانی کو فاسد نہیں کرتا بخلاف ہتھیلی کے، اس لیے خانیہ کے باب وضو میں ہے اگر اس کے پاس چھوٹا برتن نہ ہو تو طشت سے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر پانی نکال لے ہتھیلی نہ ڈالے۔ ت

ولہذا ہم نے حکم عام رکھا باقی فوائد ہمارے رسالہ النُّطْرُس المعدل سے ظاہر ہیں اُسے قابلِ وضو کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آبِ طاہر مطہر میں ملا دیا جائے سب قابلِ وضو ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے :

غلبۃ المخالط لو مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر

ملنے والے پانی کا غلبہ اگر اسی کی مثل ہو جیسے مستعمل پانی تو اعتبار اجزاء (مقدار) کا ہو گا، اگر مطلق نصف سے زیادہ ہے

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ما لا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] بزازیۃ مع الہندیۃ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹

[3] خانیہ مع الہندیۃ صفۃ الوضوء ؍؍ ۱/۳۳

بالکل والالاء[1] تو سب سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ ت

دوسرے یہ کہ اُس میں طاہر مطہر پانی ڈالتے رہیں یہاں تک کہ اُس کا برتن بھر کر اُبلے اور بہنا شروع ہو سب طاہر مطہر ہو جائے گا کہ اس طرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی پاک ہو جاتا ہے تو غیر مطہر کا مطہر ہو جانا بدرجہ اولٰی

درمختار میں ہے:

المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[2]

مختار قول یہ ہے کہ نجس پانی محض جاری ہونے سے پاک ہو جائے گا۔ ت

ردالمحتار میں ہے:

بمجرد جریانہ بان یدخل من جانب ویخرج من اٰخر حال دخولہ وان قل الخارج بحر ولایلزم ان یکون ممتلئا اول وقت الدخول لانہ اذا کان ناقصا فدخل الماء حتی امتلأ وخرج بعضہ طہر ایضا کما حققہ فی الحلیۃ[3]۔

محض اس کے جاری ہونے سے، کہ ایک طرف سے داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے اس کے داخل ہونے کی حالت میں، اگرچہ خارج کم ہو' بحر' یہ ضروری نہیں کہ داخل ہوتے وقت بھرا ہوا ہو، کیونکہ جب ناقص ہوگا اور پانی داخل ہو کر برتن بھر جائے پھر پانی نکل جائے تو بھی یہ پانی پاک ہو جائے گا، جیسا کہ حلیہ میں تحقیق کی۔ ت

بدائع میں ہے:

وعلی ھذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس[4]۔

اور اسی پر حمام کے حوض کو قیاس کیا جائے یا برتنوں کو جب وہ ناپاک ہو جائیں۔ ت

شامی میں ہے:

مقتضاہ انہ علی قول الصحیح تطہر الاوانی ایضا بمجرد الجریان وقد علل فی البدائع ھذا القول بانہ صار ماء جاریا فاتضح الحکم وللہ الحمد[5] اھ وتمامہ فیہ۔

اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن بھی محض پانی کے بہنے سے پاک ہو جائیں گے، اور اس کی وجہ بدائع میں یہ بیان کی ہے کہ یہ جاری پانی ہو گیا، تو جاری پانی کا حکم اس پر لاگو ہوگا، تو حکم ظاہر ہو گیا وللہ الحمد اھ اور اس کی مکمل بحث اُسی میں ہے۔ ت

---

[1] درمختار، باب المیاہ، مجتبائی دہلی ۱/۳۴ [2] ایضاً ۱/۳۶

[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳ [4] ایضاً ۱/۱۴۴

[5] ایضاً

بعض لوگوں کا کہنا کہ اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اگر پینے کے حق میں مراد تو مذہب صحیح پر مبنی ہے کہ ماءِ مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں اُس سے وضو نہ ہوگا اور پینا مکروہ۔ حلیہ پھر شامی میں ہے: بلعه ایاه مکروه[1] (اس کا اس کو نگلنا مکروہ ہے۔ت) درمختار میں ہے:

ھو طاھر ولو من جنب وھو الظاھر لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیھا للاستقذار وعلٰی روایۃ نجاستہ تحریما[2]۔

وہ پاک ہے خواہ جنب سے ہی ہو اور یہی ظاہر ہے لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے گھن آتی ہے، اور نجس ہونے کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے۔(ت)

اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اس سے وضو ہوجائے گا مگر مکروہ ہے تو مذہب غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل ہوجائے گا اور اُس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو کما سنحققہ بتوفیق اللہ تعالٰی قد اٰن اوانہ بتوفیقہ عزشانہ۔

تحقیق المقام بفضل الملک العلام۔ اقول وباللہ التوفیق ان الفروع متوافرۃ والنقول عن ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وعمن بعدھم متظافرۃ ونصوص معتمدات الشروح والفتاوٰی متواترۃ شاھدات علی ان المحدث اذا ادخل عضوہ قبل غسلہ فی ماء قلیل فانہ یجعل الماء مستعملا الا ما کان عن ضرورۃ فعفی **قال فی الفتح** بعد اقامۃ البینۃ علی ان رفع الحدث ایضا مغیر للماء وان لم تکن معہ نیۃ قربۃ مانصہ وبھذا یبعد قول محمد انہ التقرب فقط الا ان یمنع کون ھذا مذھبہ کما قال شمس الائمۃ قال لانہ لیس بمروی

میں بفضلہ تعالٰی کہتا ہوں کہ متوافر فروع اور ہمارے تینوں ائمہ اور بعد کے علماء کی نقول اور متون و شروح معتمدہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو شخص جب اپنا کوئی عضو دھوئے بغیر تھوڑے پانی میں ڈالے گا تو وہ پانی مستعمل ہوجائے گا، ہاں ضرورتاً ایسا کرنا معاف ہے، فتح میں اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ رفعِ حدث بھی پانی میں تغیر پیدا کردیتا ہے خواہ اس میں تقرب کی نیت نہ ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس سے امام محمد کا قول کہ صرف تقرب سے متغیر ہوتا ہے، بعید ہوجاتا ہے ان کا مذہب نہ مانا جائے، جیسا کہ شمس الائمہ نے فرمایا کیونکہ یہ اُن سے مروی نہیں ہے، اور اُن سے صحیح یہ ہے کہ حدث کا پانی سے زائل کرنا پانی کو فاسد کردیتا ہے،

---

[1] درمختار | باب المیاہ | مجتبائی دہلی | ۱/۳۷

[2] ایضاً

عنده والصحیح عنده ان ازالة الحدث بالماء
مفسد له ومثله عن الجرجانی وما استدلوا
به علیه من مسألة المنغمس لطلب الدلو حیث
قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر جوابه ان
الازالة عنده مفسدة الاعند الضرورة والحاجة
کقولنا جمیعا لوادخل المحدث اوالجنب اوالحائض
التی طهرت الید فی الماء للاغتراف لایصیر
مستعملا للحاجة بخلاف ما لوادخل رجله
اورأسه حیث یفسد الماء لعدم الضرورة وفی
کتاب الحسن عن ابی حنیفة ان غمس جنب او
غیر متوضئ یدیه الی المرفقین او احدی رجلیه
فی اجانة لم یجز الوضوء منه لانه سقط فرضه
عنه وذلك لان الضرورة لم تتحقق فی الادخال
الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز
فی الجب فادخل یده الی المرفق لاخراجه
لایصیر مستعملا نص علیه فی الخلاصة
قال بخلاف ما لو ادخل یده للتبرد یصیر
مستعملا لعدم الضرورة[1] اھ وفی التبیین
نحوه وزاد معللا لمحمد فی مسألة البئر ان
وقوع الدلو فی البئر یکثر والجنابة تکثر ایضا
فلو اغتسل للاخراج الدلو کلما وقع یحرجون[2] اھ
وفی الخانیة اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالٰی

اور اسی کی مثل جرجانی سے منقول ہے، اُنھوں نے اُس شخص
سے استدلال کیا ہے جو ڈول نکالنے کے لیے پانی میں غوطہ
لگائے۔ امام محمد نے اس شخص کی بابت فرمایا مرد بھی پاک ہے
اور پانی بھی پاک، اس کا جواب یہ ہے کہ ازالہ حدث اُن
کے نزدیک پانی کو فاسد کر دیتا ہے مگر ضرورتًا نہیں کرتا ہے
جیسا کہ ہم سب کہتے ہیں کہ اگر بے وضو، ناپاک یا حائض جو
پاک ہوگئی ہو اگر پانی میں ہاتھ ڈال کر چلو بھریں تو ضرورت
کی وجہ سے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا، ہاں اگر سر یا پیر ڈالا
تو پانی فاسد ہوجائے گا کہ یہاں ضرورت نہیں ہے،
اور حسن کی کتاب میں ابو حنیفہ سے ہے کہ اگر جنب یا بے وضو
شخص نے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پیر برتن میں
ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس کا فرض ساقط
ہوا ہے کیونکہ دونوں کہنیوں تک ڈبونے کی کوئی ضرورت
نہ تھی، ہاں اگر ضرورت پائی گئی مثلاً لوٹا تالاب میں تھا
تو اس کو نکالنے کے لیے کہنیوں تک ہاتھ ڈالے تو پانی
مستعمل نہ ہوگا، خلاصہ نے اس کی تصریح کی ہے فرمایا
بخلاف اس کے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈک حاصل کرنے کو ڈبوئے
تو پانی ضرورت نہ پائے جانے کی وجہ سے مستعمل ہوجائیگا
اھ اور تبیین میں بھی ایسا ہی ہے اور امام محمد کے کنویں کے
مسئلہ میں باضافۂ دلیل اس طرح بیان کیا ہے کہ کنویں
میں ڈول کا گرنا بکثرت ہوتا ہے اور جنابت بھی بکثرت
ہوتی ہے تو اگر ہر مرتبہ ڈول نکالنے کے لیے غسل ضروری ہو

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶
[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۵

فی الروایات الظاھرۃ علی ان الماء المستعمل فی البدن لایبقی طھورا واختلفوا ھل یصیر مستعملا لسقوط الفرض اذا قصد التبرد او اخراج الدلو من البئر قال ابوحنیفۃ وابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی یصیر مستعملا وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی المشھور عنہ لا[1] اھ ای للضرورۃ کما مر اما الامام فلم یعتبرالضرورۃ ھنا لندرۃ الاحتیاج الی الانغماس بخلاف الاحتیاج الی الاغتراف بالید[2] اھ ش والتعلیل بالضرورۃ مقصور علی نحو طلب الدلو اما التبرد فلما اشتھر عن محمد من القصر علی القربۃ ومشی علیہ فی الخانیۃ فلذا ذکرہ وتبعہ البحر والنھر والدر۔

تو لوگ تنگی میں پڑجائیں گے اھ اور خانیہ میں ہے کہ ہمارے اصحاب روایات ظاہرہ میں اس امر پر متفق ہیں کہ جو پانی بدن پر مستعمل ہو وہ طہور نہ رہے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈا کرنے کے لیے یا ڈول نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالا تو آیا سقوط فرض کی وجہ سے مستعمل ہوگا یا نہیں ؛ ابوحنیفہ اور ابویوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہوجائے گا اور محمد سے مشہور روایت یہ ہے کہ نہ ہوگا اھ یعنی ضرورت کی وجہ سے جیسا کہ گزرا ، مگر امام نے یہاں ضرورت کا اعتبار نہ کیا ، کیونکہ غوطہ لگانے کی حاجت شاذ ہی ہوتی ہے ہاں ہاتھ سے چلو بھرنا عموماً ہوتا ہے اھ ش اور ضرورت کی علت ڈول طلب کرنے پر منحصر ہے ٹھنڈک کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ محمد سے یہ روایت مشہور ہوئی کہ وہ صرف ادائے قربۃ کو وجہ استعمال قرار دیتے ہیں اور خانیہ میں بھی یہی ہے تو اسی لیے اس کو ذکر کیا اور بحر ، نہر اور دُر نے اس کی پیروی کی۔ ت

اقول وھذا عجب بعد مشیھم علی ان الصحیح ان محمد الایقصر التغیر علی التقرب قال ش قدمنا ان ذلک خلاف الصحیح عندہ فلذا اقتصر فی الھدایۃ علی قولہ لطلب الدلو[3] اھ

میں کہتا ہوں یہ امر باعث تعجب ہے کیونکہ وہ اس امر کو مانتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ محمد پانی کے تغیر کو قربۃ تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ "ش" نے فرمایا ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ اُن کے نزدیک صحیح کے خلاف ہے اس لیے ہدایہ میں صرف ڈول کی تلاش کے مسئلہ پر اکتفاء کیا ہے اھ ت

اقول الھدایۃ ایضا من الماشین کالخانیۃ وکثیرین علی ان محمد الایجعل السبب الا التقرب وقد ذکرناہ فی الطرس

میں کہتا ہوں ہدایہ بھی پیروی کرنے والا ہے ، جیسے صاحب خانیہ ہیں اور بہت سے دوسرے فقہاء کہ امام محمد سبب ، صرف تقرب کو قرار دیتے ہیں

---

[1] فتاوٰی خانیہ علی العالمگیری الماء المستعمل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ ۱/ ۱۴۹ [3] ایضاً ۱/ ۱۴۸

المعدل فلیس اقتصارہ علی ذکر الطلب لما ذکر
وفیہا من فصل مایقع فی البئر المحدث (ای فی الخانیۃ ۱۲)
اذا غسل اطراف اصابعہ ولم یغسل عضوا تاما
اشار الحاکم رحمہ اللہ تعالٰی فی المختصر الی
انہ یصیر مستعملا[1] وفی وجیز الامام الکردری
ادخل الجنب او الحائض فیہ (ای فی الماء)
یدہ للاغتراف اورفع الکوز منہ لایفسدہ
للضرورۃ بخلاف ادخالہ للتبرد[2] وفی الکافی
انما لم یحکم محمد باستعمال الماء فی مسألۃ
البئر للضرورۃ فانہم لو جاؤا بمن یطلب دلوہم
لایمکنہم ان یکلفوہ بالاغتسال اولا اھ[3] وفی
الخلاصۃ معزیا للاصل ونحوہ فی الخانیۃ و
عنہا فی الغنیۃ واللفظ لفقیہ النفس مختصرا
ادخل یدہ للاغتراف لایفسد الماء وکذا
اذا ادخل یدہ فی الجب الی المرفق لاخراج
الکوز ویدہ ورجلیہ فی البئر لطلب الدلو لمکان
الضرورۃ ولو للتبرد یصیر مستعملا لانعدام
الضرورۃ اھ[4] وفی الحلیۃ قال القدوری کان
شیخنا ابو عبداللہ یقول الصحیح عندی من
مذھب اصحابنا ان ازالۃ الحدث توجب
استعمال الماء ولا معنی لہذا الخلاف اذ لا

اور ہم اس کو "الطرس المعدل" میں بیان کرچکے
ہیں تو ان کا طلب پر اکتفاء اس سبب سے نہیں جو ذکر کیا
اور خانیہ کی فصل ما یقع فی البئر میں ہے، بے وضو
نے اگر اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا اور پورا عضو
نہ دھویا، حاکم نے مختصر میں کہا کہ اس طرح پانی مستعمل
ہوجائے گا، اور وجیز امام کردری میں ہے، جُنب
یا حائض نے اس میں (پانی میں) چلّو بھرنے کے لیے
اپنا ہاتھ ڈالا یا اس میں سے لوٹا نکالنے کے لیے، تو
پانی ضرورت کی وجہ سے خراب نہیں ہوگا، ہاں اگر ٹھنڈک
حاصل کرنے کے لیے ڈالا تو فاسد ہوجائے گا، اور
کافی میں ہے کہ امام محمد نے کنویں کے مسئلہ میں پانی کے
مستعمل ہونے کا حکم اس لیے نہیں لگایا کہ وہاں ضرورت
ہے، کیونکہ اگر ڈول نکالنے والا مل جائے تو لوگوں کے لیے
ممکن نہیں کہ پہلے اسکو غسل کا پابند کریں اھ، اور خلاصہ میں یہ
چیز اصل کی طرف منسوب ہے اور اسی قسم کی عبارت
خانیہ میں ہے اور خانیہ سے غنیہ میں منقول ہے اور الفاظ
فقیہ النفس کے ہیں مختصراً۔ کسی شخص نے پانی میں اپنا
ہاتھ چلّو بھرنے کے لیے ڈالا تو وہ پانی کو فاسد نہ کریگا
اور اسی طرح لوٹا نکالنے کے لیے اپنا ہاتھ گڑھے میں
کہنیوں تک ڈالا، اور اسی طرح ہاتھ پیر اگر کنویں میں
ڈول کی تلاش میں ڈالے تو ضرورت کی وجہ سے پانی

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی ما یقع فی البئر ۱/۶
[2] بزازیۃ مع العالمگیری المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۹
[3] الکافی
[4] غنیۃ المستملی باب الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۲

نص فیه وانما لم یأخذ الماء حکم الاستعمال
فی مسألة طلب الدلو لمکان الضرورة اذ
الحاجة الی الانغماس فی البئر لطلب الدلو مما
یکثر ولو احتیج الی نزح کل الماء کل مرة لحرجوا
حرجا عظیما فصار کالمحدث اذا اغترف الماء
بکفه لا یصیر مستعملا بلاخلاف وان وجد
اسقاط الفرض لمکان الضرورة[1] اھ وفی
البرھان شرح مواھب الرحمٰن ثم غنیة ذوی
الاحکام للشرنبلالی معناه وفی شرح الوھبانیة
للعلامة ابن الشحنة اعتبار الضرورة فی
مثل ذلک مذکور فی الصغری وغیرھا اھ
وفی النھایة ثم الھندیة[2] لو انغمس للاغتسال
للصلاة یفسد الماء بالاتفاق اھ ونحوه
فی العنایة وغیرھا وفی فوائد الامام
ظھیر الدین ابی بکر محمد بن احمد بن عمر
علی شرح الجامع الصغیر للامام الصدر
الشھید حسام الدین عمر بن عبد العزیز
رحمھما اللہ تعالی لو ادخل رجله فی البئر
ولم ینوبه الاستعمال ذکر شیخ الاسلام
المعروف بخواھرزادہ رحمه اللہ تعالی
ان الماء یصیر مستعملا عند محمد رضی اللہ
تعالی عنه وذکر شمس الائمة الحلوانی رحمه

فاسد نہ ہوگا اور اگر ٹھنڈک کے حصول کی خاطر ڈالے
تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت نہیں ہے، اور
حلیہ میں ہے کہ قدوری نے کہا ہمارے شیخ ابوعبداللہ
فرماتے تھے میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح
مذہب یہ ہے کہ ازالۂ حدث پانی کے استعمال کا موجب
ہے اور اس اختلاف کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ اس میں
نص موجود نہیں، اور ڈول کی تلاش کے مسئلہ میں پانی
کا مستعمل نہ ہونا ضرورت ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ
کنویں میں ڈول کی تلاش میں غوطہ خوری عام ہے، اور
اگر ہر مرتبہ کنویں کا پورا پانی نکالنا پڑجائے تو لوگ سخت تنگی
میں مبتلا ہوجائیں گے، تو یہ بے وضو کی طرح ہے کہ
وہ چلو سے پانی لے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ
اس میں اسقاط فرض بھی پایا جارہا ہے، کیونکہ ضرورت
ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمٰن، نیز غنیہ ذوی
الاحکام شرنبلالی میں اس کا ہم معنی ہے، اور علامہ
ابن الشحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اس قسم کے مسائل
میں ضرورت کا اعتبار صغریٰ وغیرہ میں مذکور ہے اھ
اور نہایہ و ہندیہ میں ہے کہ نماز کے لیے غسل کرنے کو
غوطہ لگایا تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اھ
اور عنایہ وغیرہ میں اسی کی مثل ہے اور امام ظہیر الدین
ابوبکر محمد بن احمد بن عمر کے جو فوائد شرح جامع صغیر
امام صدر شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[2] ہندیہ الماء الذی لایجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

الله تعالٰى انه لايصير مستعملا لان الرجل فى البئر بمنزلة اليد فى الأنية فعلى هذا التعليل اذا ادخل الرجل فى الاناء يصير مستعملا لعدم الضرورة اھ[1]

میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں بلانیت استعمال اپنا پیر ڈالا تو --- --- --- شیخ الاسلام المعروف خواہر زادہ نے فرمایا کہ پانی امام محمد کے نزدیک مستعمل ہوجائے گا، اور شمس الائمہ الحلوانی نے ذکر کیا کہ پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ کنویں میں پیر کا ڈالنا ایسا ہے جیسا ہاتھ برتن میں، اسی استدلال کی بنیاد پر اگر کوئی شخص برتن میں پیر داخل کرے تو پانی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے مستعمل ہوجائے گا اھ (ت)

قلت وحاصل قول الامام الحلوانی ان اليد ربما لاتبلغ قعر البئر فمست الحاجة الى الرجل هذا هو الذى يعطيه نص قوله لا احتمال فيه لغيره واستثناء موضع الضرورة معلوم من اقوالهم بالضرورة فقول العلامة ابن الشحنة فى زهر الروض بعد نقله يمكن دفع التعارض بحمل ما قاله خواهرزاده على ما اذا لم يكن موضع ضرورة وما قاله الحلوانی على موضع الضرورة اھ[2] تردد فى موضع الجزم وشك فى محل اليقين **وفى** متن الملتقى لو انغمس جنب فى البئر بلانية فقيل الماء والرجل نجسان عند الامام والاصح ان الرجل طاهر والماء مستعمل عنده[3] اھ **وفى** شرحه مجمع الانهر لو قال انغمس محدث لكان اولى وانما قال بلانية

میں کہتا ہوں اور امام حلوانی کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ ہاتھ کبھی کنویں کی تہ تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو پیر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مفہوم ان کی اس تصریح سے حاصل ہوتا ہے کہ اس میں اس کے غیر کا احتمال نہیں، اور مقام ضرورت کا استثناء اُن کے اقوال سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے تو علامہ ابن الشحنہ کا قول زہر الروض میں نقل کے بعد ان کا تعارض اس طرح رفع ہوسکتا ہے کہ خواہر زادہ نے جو فرمایا ہے اس کو ضرورت کے نہ ہونے پر محمول کیا جائے اور حلوانی کے قول کو ضرورت پر محمول کیا جائے اھ تردد ہے مقام یقین میں اور شک ہے مقام یقین میں۔ اور متن ملتقی میں ہے کہ اگر کسی جُنب نے بلانیت کنویں میں غوطہ لگایا تو کہا گیا کہ آدمی اور پانی دونوں نجس ہیں امام کے نزدیک۔ اور اصح یہ ہے کہ ان کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اھ اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے کہ اگر انغمس محدث

---

[1] الکفایۃ مع الفتح — الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۸۰
[2] زہر الروض
[3] ملتقی الابحر — فصل فی المیاہ — العامرہ مصر — ۱/۳۱

لانہ لوانغمس للاغتسال فسد الماء عند الکل[1] اھ وفی النھر الفائق فی تعلیل قول محمد فی مسألۃ جحط اما طھارۃ الرجل فلان محمد الایشترط الصب و اما الماء فللضرورۃ[2] اھ نقلہ السید الازھری علی الکنز وفی الدر اسقاط فرض ھو الاصل بان یدخل یدہ اورجلہ فی الحب لغیر اغتراف و نحوہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا[3] اھ ولواسترسلنا فی سرد الفروع لاعیانا ولکن نرد البحر ونکثر الاغتراف منہ لان الکلام سید ورمعہ فنقول فی البحر من الماء المستعمل ذکر ابوبکر الرازی انہ یصیر مستعملا عند محمد باقامۃ القربۃ لاغیر استدلالا بمسألۃ الجنب اذا انغمس فی البئر لطلب الدلو وقال شمس الائمۃ السرخسی جوابہ انما لم یصر مستعملا للضرورۃ واقرہ علیہ العلامۃ ابن الھمام والامام الزیلعی[4] اھ وفیہ واعلم ان ھذا وامثالہ کقولھم فیمن ادخل یدیہ الی المرفقین واحدی رجلیہ فی اجانۃ یصیر الماء مستعملا یفید ان الماء یصیر مستعملا بواحد من ثلثۃ ازالۃ حدث اقامۃ قربۃ اسقاط فرض فکان الاولی ذکر ھذا السبب

کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ اور اسی لیے "بلانیت" کہا کیونکہ اگر غسل کے لیے غوطہ لگایا تو سب ہی کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائیگا اھ اور نہرالفائق میں مسئلہ بئر جحط میں امام محمد کے قول کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا آدمی کا پاک ہونا اس وجہ سے ہے کہ محمد بہانے کو شرط قرار نہیں دیتے اور پانی کا پاک ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے اھ اس کو سید ازہری نے کنز میں نقل کیا ہے' اور دُر میں ہے کہ اسقاط فرض ہی اصل ہے، مثلاً یہ کہ گڑھے میں ہاتھ یا پیر چلّو بھرنے وغیرہ کی نیت کے علاوہ کسی اور ارادہ سے ڈالے تو وہ مستعمل ہوجائے گا، کیونکہ اس طرح فرض بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے اھ اور اگر ہم فروع گنانا شروع کردیں تو مشکل ہوگا، لیکن ہم سمندر پر آکر اس سے بکثرت چلّو بھرتے ہیں، کیونکہ گفتگو انہی کے ساتھ رہے گی' تو ہم کہتے ہیں' بحر میں ہے کہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ صرف قربت کی ادائیگی سے پانی مستعمل ہوگا' عند محمد۔ وہ اس کو جنب کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں جو کنوئیں میں ڈول نکالنے کی خاطر غوطہ لگائے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مستعمل ضرورت کی وجہ سے نہ ہوا، اور اس کو علامہ ابن ہمام اور زیلعی نے برقرار رکھا اھ اس میں ہے جاننا چاہئے کہ یہ اور اس کے امثال جیسے ان کا قول' اس شخص کی بابت جو اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک

[1] مجمع الانہر فصل فی المیاہ العامرہ مصر ۱/۳۱
[2] فتح المعین بئر جحط سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[3] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[4] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۰

الثالث[1] اھ **وفیہ** ذکر شمس الائمۃ السرخسی فی المبسوط (ای شرحہ) ان فی الاصل (ای فی مبسوط الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی) اذا اغتسل الطاھر فی البئر افسدہ[2] اھ ای اذا نوی القربۃ کما لایخفی **وفیہ** مسألۃ البئر جحط وصورتھا جنب انغمس فی البئر للدلو او للتبرد ولا نجاسۃ علی بدنہ فعند محمد الرجل طاھر والماء طھور وجہ قول محمد علی ما ھو الصحیح عنہ ان الماء لایصیر مستعملا وان ازیل بہ حدث للضرورۃ[3] اھ **وفیہ** قال الخبازی فی حاشیۃ الھدایۃ قال القدوری رحمہ اللہ تعالٰی کان شیخنا ابو عبداللہ الجرجانی یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا (الی اٰخرما قدمنا عن الحلیۃ غیر انہ قال لواحتاجوا الی الغسل عند نزح ماء البئر کل مرۃ لحرجوا الخ وزاد فی اٰخرہ) بخلاف ما اذا ادخل غیر الید فیہ صار الماء مستعملا[4] اھ **وفیہ** عن ابی حنیفۃ ان الرجل طاھر لان الماء لایعطی لہ حکم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزیلعی والھندی وغیرھما تبعا للھدایۃ وھذہ الروایۃ اوفق الروایات وفی فتح القدیر

یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائیگا'' سے معلوم ہوتا کہ پانی کا مستعمل ہونا تین اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا، حدث کا زائل کرنا، قربت کا ادا کرنا، فرض کا ساقط کرنا، تو بہتر یہ تھا کہ اِس تیسرے سبب کو ذکر کرتے۔ اور اسی میں ہے کہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں (یعنی اس کی شرح میں) ذکر کیا کہ اصل میں (یعنی امام محمد کی مبسوط) میں ہے کہ اگر پاک شخص نے کنویں میں غسل کیا تو پانی مستعمل ہوجائیگا اھ یعنی اگر قربۃ کی نیت کی کما لایخفی'۔ اور اسی میں ہے کہ کنویں کا مسئلہ جحط ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک جُنب نے کنویں میں غوطہ لگایا ڈول نکالنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے، اور اس کے بدن پر نجاست نہ ہو تو محمد کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے، اور محمد کے قول کی وجہ صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے خواہ اُس سے حدث ہی کیوں زائل نہ کیا جائے ضرورت کی وجہ سے۔ اُسی میں ہے خبازی نے کہا حاشیہ ہدایہ میں کہ قدوری نے کہا کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ الجرجانی فرماتے ہیں میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب (آخر تک جو ہم نے حلیہ سے نقل کیا، البتہ انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ غسل کے محتاج ہوں ہر مرتبہ کنویں سے پانی

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

[2] ایضاً ۱/۹۷

[3] ایضاً ۱/۹۷

[4] ایضاً ۱/۹۷

وشرح المجمع انها الروایة المصححة اھ[۱] فعلم بما قررناہ[عہ] ان المذھب المختار فی ھذہ المسألة ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور اھ[۲] و فیه وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقا وحکم الحدث حکم الجنابة ذکرہ فی البدائع اھ[۳] وفیه[ف۲] وکذا الحائض والنفساء بعد الانقطاع اما قبل الانقطاع فهما کالطاھر اذا انغمس للتبرد لا یصیر الماء مستعملا کذا فی فتاوی قاضی خان والخلاصة اھ[۳] وفیه[ف۳] قال القاضی الاسبیجابی فی شرح مختصر الطحاوی جنب اغتسل فی بئر ثم فی بئر الٰی

نکالتے وقت تو لوگ حرج میں پڑجائیں گے الخ اور اسکے آخر میں اضافہ کیا) بخلاف اس صورت کے کہ جب ہاتھ کے علاوہ اور کوئی عضو پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل ہوجائے گا اھ اور اس میں ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ آدمی پاک ہے کیونکہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا تاوقتیکہ وہ عضو سے جدا نہ ہو، زیلعی وہندی وغیرہما نے ہدایہ کی متابعت میں فرمایا اور یہ روایت تمام روایات میں مطابقت پیدا کرنے والی ہے اور فتح القدیر اور شرح المجمع میں ہے کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے اھ تو ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ

عہ قال الشامی قال الرملی اقول سیاتی قریبا انه طاھر طھور علی الصحیح اھ اقول وھذا تصریح بتصحیح روایة ط من جحط فما فی المنحة عن شرح ھدیة ابن العماد لسیدی عبد الغنی قدس سرہ ان مسألة جحط الاقوال الثلثة فیها ضعیفة فکانه لاختیار الروایة الرابعة المختارة فی البحر لا ان لاشیئ من الثلث مصححا اھ منه

شامی نے کہا رملی نے کہا میں کہتا ہوں عنقریب آئیگا کہ یہ صحیح روایت پر طاہر وطہور ہے میں کہتا ہوں یہ مسئلہ بئر جحط سے طحاوی کی تصحیح شدہ روایت کی تصریح ہے تو جو منحہ میں سید عبد الغنی کی شرح ہدیہ ابن عماد سے ہے کہ مسئلہ بئر جحط کے تینوں قول ضعیف ہیں تو اس وجہ سے کہ وہ بحر الرائق کی اختیار کردہ چوتھی روایت کو اختیار کرتے ہیں یہ نہیں کہ تین میں سے کسی کی تصحیح نہیں کی گئی۔ ت

۱؎ بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

۲؎ ایضاً ۱/۹۸

۳؎ ایضاً

۳؎ ایضاً ۱/۹۹

عشرۃ قال محمد یخرج من الثالثۃ[1] طاھرا ثم ان کان علی بدنہ عین نجاسۃ تنجست المیاہ کلھا (یرید الثلثۃ) وان لم تکن صارت المیاہ (الثلثۃ) کلھا مستعملۃ ثم بعد الثالثۃ ان وجدت منہ النیۃ یصیر مستعملا وان[عـ۲] لم توجد لا[2] اھ ومثلہ عنہ فی خزانۃ المفتین مع التصریح بتصحیح قول محمد المذکور ورأیت ایضا فیہ التصریح بارادۃ الثلثۃ کما زدتہ توضیحا وزاد[1] وکذلک فی الوضوء اھ ثم رأیت فی المنحۃ عن السراج الوھاج ایضا التصریح باستعمال ثلث دون مابعدھا الا بالنیۃ وھو ظاھر **وفیہ** من ابحاث الماء المقید صرحوا بان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل صرح بہ الاکمل وصاحب معراج الدرایۃ وغیرھما[2] اھ **وفیہ**

آدمی پاک ہے اور پانی پاک تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اھ اور اسی میں ہے اگر کسی نے غسل کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اور حدث کا حکم جنابت والا ہی ہے، اس کو بدائع میں ذکر کیا اھ اور اسی میں ہے کہ یہی حکم حائض اور نفاس والی عورت کا ہے جس کا خون منقطع ہوچکا ہو، اور انقطاعِ خون سے قبل تو وہ دونوں اُس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، فتاوٰی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ قاضی اسبیجابی نے شرح مختصر طحاوی میں فرمایا کہ ایک جنب شخص نے ایک کنویں میں غسل کیا اور پھر دوسرے کنویں میں یہاں تک کہ دس کنوؤں میں غسل کیا، تو محمد نے فرمایا تیسرے سے پاک نکلے گا، پھر اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو تمام پانی نجس ہوجائیں گے (یعنی تینوں) اور اگر نجاست نہ ہو تو تینوں مستعمل ہوجائیں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عـ۱ اقول بل من الاولی لان التثلیث لیس الا سنۃ فکانہ اراد الطہارۃ المسنونۃ ثم لا یخفی التقیید بالمضمضۃ والاستنشاق اھ منہ۔

میں کہتا ہوں بلکہ پہلے سے کیونکہ تثلیث تو سنت ہے گویا انہوں نے مسنون طہارت کا ارادہ کیا ہے پھر مضمضہ اور استنشاق کی قید لگانا مخفی نہیں اھ۔ت

عـ۲ اقول ان لم یحدث بعد الثالثۃ کما لا یخفی اھ منہ

میں کہتا ہوں اگر تیسرے کے بعد حدث لاحق نہ ہوا ہو جیسا کہ مخفی نہیں۔ت

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۹۹

[2] بحرالرائق الماء المقید " " " ۱/ ۷۱

وكذا صرحوا ان الماء يفسد اذا ادخل الكف فيه وممن صرح به صاحب المبتغى بالغين المعجمة اھ[1] وفيه قال الاسبيجابی والولوالجی فی فتاواه جنب اغتسل فی بئر ثم بئر الی اخر ما تقدم اھ[2] وفيه قال الامام القاضی ابو زيد الدبوسی فی الاسرار ان محمدا يقول لما اغتسل فی الماء القليل صار الكل مستعملا حكما اھ[3] فهذه العبارة كشفت اللبس واوضحت كل تخمين وحدس[4] اھ ولنقتصر علی هذا القدر خاتمين بما اعترف البحر انه كشف اللبس وازاح الحدس وهی كما تری نصوص صرائح تفيد ان ملاقاة الماء القليل لعضو عليه حدث يجعله مستعملا سواء ورد الماء علی العضو او العضو علی الماء علی سبيل النجاسة الحقيقية فالماء نجس سواء وردت هی علی الماء او الماء عليها وبالجملة كانت الفروع تأتی علی هذا السنن المطبوع والاقوال تنسج علی هذا المنوال الی ان جاء الدور بتلامذة الامام المحقق علی الاطلاق وداررت مسألة التوضی فی الفساق

--- پھر اگر تیسرے کنویں کے بعد اس نے نیت کی تو پانی مستعمل ہوجائیگا اگر نیت کی تو مستعمل نہ ہوگا اور اسی کی مثل اُن سے منقول ہے اور خزانۃ المفتین میں محمد کا مذکور قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس بحر میں نے تین کے ارادہ کی تصریح دیکھی ہے، جس طرح میں نے اس کی وضاحت بخوبی کردی ہے، اور اسی طرح انھوں نے وضو میں اضافہ کیا ہے اور پھر میں نے منحہ میں سراج وہاج سے اس امر کی تصریح دیکھی کہ صرف تین مستعمل ہوں گے نہ کہ ان کے بعد والے، اور یہ ظاہر ہے اور اس میں ماء مقید کی ابحاث ہے[5]، اور انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جنب جب کنویں میں اُترے اور غسل کا ارادہ کرے تو سب کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائے گا، اس کی تصریح اکمل، صاحب معراج الدرایہ اور دوسرے علماء نے کی ہے اھ اور اسی میں ہے، اسی طرح فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب کوئی شخص پانی میں ہتھیلی ڈال دے تو پانی مستعمل ہوجائے گا، اور اس کی تصریح صاحب ملتقی نے کی ہے (غین معجمہ سے) اھ، اور اسی میں ہے کہ اسبیجابی اور ولوالجی نے اپنے فتاوی میں فرمایا کہ ایک جنب ایک کنویں میں غسل کے لیے اترا پھر دوسرے میں اُترا

---

۱ فتح القدیر — کتاب الطہارت — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۷۶
بحر الرائق — " — سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۱
۲ بحر الرائق — کتاب الطہارت — " — ۱/۷۱، ۹۹
۳ بحر الرائق — کتاب الطہارت — " — ۱/۷۱
۴ ایضاً

الصغار بين الحذاق ؛ فافتی العلامة زين الدين
قاسم بن قطلوبغا بالجواز والف رسالة
سماها رفع الاشتباه عن مسألة المياه[1]
وخالفه تلميذه العلامة عبد البر بن
الشحنة وصنف رسالة سماها زهر الروض
فی مسألة الحوض[2] والامام ابن امير الحاج
فی الحلية ايضا ميل الى شیء مما اعتمده
العلامة قاسم وهم جميعا من جلة اصحاب
الامام ابن الهمام عليهم رحمة الملك
المنعام ثم جاء المحقق زين بن نجيم
صاحب البحر رحمه الله تعالٰی فانتصر
الزين للزين ونمق رسالة سماها الخير
الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی ثم تتابع
المتاخرون علی اتباعه كالنهر والمنح و
الدر وذكر فی الخزائن ان له رسالة فيه و
العلامة الباقانی والشيخ اسمٰعيل النابلسی
وولده العارف بالله سيدی عبد الغنی
ومحشی الاشباه شرف الدين الغزی
فيما ذكره المدقق العلائی بلاغا وكذا لبعض
مشايخ الشامی والسادات الثلثة ابو السعود
الازهری وطوش ميلا مع تردد واليه
يميل كلام العلامة نوح افندی ووافق

الی آخر ما تقدم۔ اور اسی میں ہے کہ امام قاضی ابوزید
الدبوسی نے اسرار میں فرمایا کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب
کسی شخص نے تھوڑے پانی میں غسل کیا تو کل پانی حکماً
مستعمل ہوجائے گا اھ اس عبارت نے کل معاملہ وضاحت
سے کھول کر رکھ دیا ہے اھ ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور
اختتام پر بحر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابہام
کو رفع کردیا ہے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ صریح
نصوص ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پانی
کا عضو سے ملنا جس پر حدث ہے پانی کو مستعمل بنا دیتا ہے
خواہ پانی عضو پر وارد ہو یا عضو پانی پر وارد ہو، اور اگر یہ
پانی نجس عضو پر آئے، خواہ پانی عضو پر یا عضو پانی پر
تو پانی نجس ہوجائے گا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ مسئلہ کی فروع
کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے، اور اس قسم کے
اقوال علماء وفقہاء کے ذکر کئے گئے ہیں، پھر جب
محقق علی الاطلاق کے شاگردوں کا دور آیا اور چھوٹے حوضوں میں وضو
کا مسئلہ ماہرین کے درمیان زیر بحث آیا تو علامہ زین الدین قاسم
بن قطلوبغا نے جواز کا فتوٰی دیا اور ایک رسالہ لکھا جس کا
نام "رفع الاشتباہ عن مسئلۃ المیاہ" ہے
اس پر ان کے شاگرد علامہ عبد البر بن الشحنہ نے ان کی
مخالفت کی، اور ایک رسالہ "زھر الروض فی
مسئلۃ الحوض" لکھا۔ امام ابن الحاج نے حلیہ میں
علامہ قاسم کی طرف کچھ میلان کیا ہے، یہ تمام کے تمام

[1] بحر الرائق، کتاب الطہارۃ   مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ۱/۷۲
[2] ایضاً ۱/۷۲

العلامة ابن الشحنة منهم العلامة ابن الشلبي وبه افتی والمحقق علی المقدسی والعلامة حسن الشرنبلالی۔

ابن ہمام کے جلیل القدر تلامذہ ہیں، پھر ابن نجیم صاحب بحر آئے اور انھوں نے زین کی مدد کی اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی" ہے پھر متاخرین نے پے در پے اس مسئلہ پر کلام کیا اور ان کی پیروی کی مثلاً نہر، منح، درر اور خزائن میں، کہ انھوں نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے، اور علامہ باقانی، شیخ اسمٰعیل نابلسی اور ان کے صاحبزادے عارف باللہ عبدالغنی نابلسی اور اشباہ کے محشی شرف الدین الغزی بقول مدقق علائی بطور بلاغ، اور اسی طرح بعض مشایخ شامی اور سادات ثلٰثہ ابوالسعود الازہری "ط" اور "ش" کا اس طرف میلان ہے، کچھ تردد بھی کیا ہے اور اسی طرف علامہ نوح آفندی کا کلام ہے اور علامہ ابن الشحنہ نے موافقت کی اور علامہ ابن شلبی نے بھی موافقت کی اور اسی پر فتوٰی دیا اور محقق علی المقدسی اور علامہ حسن شرنبلالی نے بھی یہی فرمایا۔ (ت)

قلت والیه یرشد کلام المحقق فی الفتح وقد علمت انها الجادة المسلوکة لدن من العلامة قاسم والمروی عن جمیع اصحابنا وعن ائمتنا الثلثة عینا ولم یخالفها احد ممن تقدمه غیرا لامام صاحب البدائع ثم فی جدل وتعلیل اما عند ذکر الاحکام فهو مع الجمهور وکذلك قدمنا عن عدة من هؤلاء المتأخرین خلاف ما مالوا الیه اما ما نسب الی العلامة قارئ الهدایة فلا یتم کما ستعرف ان شاء الله تعالٰی وبالجملة فالمسألة ذات معترك عظیم والرسائل الثلث جمیعا بحمد الله تعالٰی عندی وها انا الخصها لك مع ما لها وعلیها اجمالا مفصلا وبالله التوفیق فلنونع الکلام علی اربعة فصول

میں کہتا ہوں محقق کا کلام فتح میں اسی طرف رہنمائی کرتا ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ علامہ ابن قاسم کے زمانہ تک یہی روش رہی اور یہی ہمارے تمام اصحاب اور ائمہ ثلٰثہ سے منقول ہے، اور متقدمین میں سے سوائے صاحب بدائع کے کسی اور نے مخالفت نہ کی، جدل اور تعلیل میں، اور احکام کے ذکر کے وقت وہ جمہور کے ساتھ ہیں، اور اسی طرح ہم بہت سے متاخرین سے ان کے خلاف نقل کر چکے ہیں، اور جو علامہ قاری الہدایہ کی طرف منسوب ہے وہ ثابت نہیں، جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے ان شاء اللہ تعالٰی، اور خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بہت معرکہ کا ہے اور تینوں رسائل بحمد اللہ میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ میں آپ کے سامنے مالہا وما علیہا کے ساتھ پیش کرتا ہوں یہ کلام چار فصول پر مشتمل ہے۔

الفصل الاول فی کلام العلامة قاسم

رسالته رحمه الله تعالٰی نحو کراسة اطال فیها الکلام فی حد الماء الکثیر وحقق[1] ان جمیع جوانبه سواء فی جواز الطهارة سواء کانت النجاسة مرئیة اولا واکثر من الرد علی شرح المختار والتحفة والبدائع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیة ولسنا الاٰن بصدد ذٰلك وانما یتعلق منها بغرضنا نحو ورقة فی اٰخرها ذکر فیها الماء المستعمل وانه لا یغیر الماء مالم یغلب علیه واختار التسویة فی ذٰلك بین الملقی والملاقی ای کما ان الماء المستعمل لو القی فی حوض اوجرة وکان ماء الجرة اکثر منه جاز الطهارة به علی ماهو الصحیح المعتمد وعلیه عامة العلماء کذٰلك ان ادخل المحدث او الجنب یده مثلا فی جرة لم یتغیر ماؤها لان المستعمل منه مالاقی بدنه وهو اقل بالنسبة الی الباقی واحتج علی ذٰلك بثلثة اشیاء **الاول** کلام البدائع حیث قال فی الکلام علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم (ای حین استدل به للامام علی نجاسة الماء المستعمل) لایقال انه نهی (ای عن الاغتسال فیه لا لان المستعمل نجس بل)[2] لما فیه من اخراج الماء من ان یکون مطهرا من غیر ضرورة وذٰلك حرام لانا نقول الماء القلیل انما یخرج عن کونه مطهرا باختلاط غیر المطهّر اذا کان غیر المطهر غالبا کماء الورد واللبن ونحو

پہلی فصل، علامہ قاسم کا کلام

علامہ قاسم کا رسالہ تقریباً ایک کاپی ہے جس میں "ماءِ کثیر" کی تعریف پر انھوں نے مفصل گفتگو کی ہے، اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اس کے تمام کنارے برابر ہیں طہارت کے جواز میں، خواہ نجاست نظر آنے والی ہو یا نہ ہو، اور شرح مختار، تحفہ، بدائع وغیرہ پر کافی رد کیا یہاں تک کہ لفظی گرفت سے بھی نہ چُوکے۔ ہم اس وقت یہ چیزیں بیان کرنا نہیں چاہتے، ہماری غرض اس رسالہ کے آخری ورق سے متعلق ہے جس میں انھوں نے ماءِ مستعمل کے مسائل بیان کیے ہیں اور یہ کہ وُہ پانی کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا ہے جب تک وہ اس پر غالب نہ آجائے، اور انھوں نے اس سلسلہ میں ملقی اور ملاقی کو برابر قرار دیا ہے یعنی جس طرح مستعمل پانی اگر کسی حوض یا مٹھلیا میں ڈالا جائے اور مٹھلیا کا پانی مستعمل پانی سے زیادہ ہو تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ صحیح، معتمد قول یہی ہے اور عام علماء کا یہی قول ہے اور اسی طرح اگر محدث یا ناپاک نے اپنا ہاتھ کسی مٹھلیا میں ڈالا تو پانی متغیر نہ ہوگا کیونکہ اس میں سے مستعمل وہ ہے جو اس کے بدن سے ملا اور بہ نسبت باقی کے کم تر ہے، اس پر تین چیزوں سے استدلال کیا ہے:

اوّل صاحب بدائع نے "لایبولن احدکم فی الماء الدائم" (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب کرے) پر کلام کرتے ہوئے فرمایا (یعنی جب امام نے اس سے مستعمل پانی کی نجاست پر استدلال کیا) یہ نہ کہا جائے کہ یہ نہی ہے (یعنی اس میں غسل کرنے سے اس لیے نہیں کہ مستعمل نجس ہے بلکہ) کیونکہ اس میں پانی کو بلاضرورت مُطہر

ذلك فاما ان يكون مغلوبا فلا وههنا الماء المستعمل مايلاقي البدن ولا شك ان ذلك اقل من غير المستعمل فكيف يخرج به من ان يكون مطهرا[1] انتهى۔

ہونے سے خارج کرنا ہے اور یہ حرام ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ماءِ قلیل مطہر ہونے سے اس لیے خارج ہوجاتا ہے کہ وہ غیر مطہر پانی سے ملتا ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب غیر مطہر غالب ہو، مثلاً گلاب کا پانی اور دودھ وغیرہ، اور اگر مغلوب ہو تو نہ ہوگا اور یہاں مستعمل پانی وُہ ہے جو بدن سے ملاقی ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ غیر مستعمل سے کم ہے تو اس کی وجہ سے مطہر ہونے سے کیسے خارج ہوگا انتہی۔

قلت وتمامه فاما ملاقاة النجس الطاهر فتوجب تنجيس الطاهر وان لم يغلب على الطاهر لاختلاطه بالطاهر على وجه لايمكن التمييز بينهما فيحكم بنجاسة الكل[2] اھ قال وقال في موضع اٰخر (اي بعد اوراق) فيمن وقع في البئر فان كان على بدنه نجاسة حكمية بان كان محدثا او جنبا او حائضا او نفساء (اي وقد انقطعا عنهما) فعلى قول من لا يجعل هذا الماء مستعملا (**قلت** يريد الامام ابايوسف رحمه الله تعالى لاشتراطه الصب) لاينزح شئ لانه طهور وكذا على قول من جعلها مستعملا وجعل المستعمل طاهرا (يريد محمدا رحمه الله تعالى) لان غير المستعمل اكثر فلا يخرج عن كونه طهورا مالم يكن المستعمل غالبا عليه كما لو صب اللبن في البئر بالاجماع او بالت شاة فيها عند محمد رحمه الله تعالى[3] انتهى۔

میں کہتا ہوں مکمل اس طرح ہے، اور نجس کا طاہر کو ملاقی ہونا طاہر کو نجس کردیتا ہے اگرچہ طاہر پر غالب ہو کیونکہ وہ طاہر سے اس طور پر مل گیا ہے کہ دونوں میں امتیاز ممکن نہیں رہا ہے تو کل کی نجاست کا حکم کیا جائیگا اھ کہا، اور دوسرے مقام پر فرمایا (یعنی اس کے کچھ ورق بعد) اس شخص کی بابت جو کنویں میں گر پڑا تو اگر اس کے بدن پر نجاستِ حکمیہ ہو مثلاً یہ کہ وہ بے وضو یا جنب یا حیض ونفاس والی عورت ہو (یعنی ان دونوں عورتوں کی ناپاکی ختم ہوچکی ہو) تو اُس کے قول پر جو پانی کو مستعمل قرار نہیں دیتا ہے (میں کہتا ہوں اس سے ان کی مراد امام ابو یوسف ہیں جن کے نزدیک بہانا شرط ہے) کنویں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے، اور اسی طرح اُن کے قول پر جو پانی کو مستعمل کہتے ہیں اور مستعمل کو پاک کہتے ہیں (امام محمد مراد ہیں) کیونکہ غیر مستعمل زاید ہے تو طہور ہونے سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہوجائے، مثلاً دودھ کنویں میں ڈال دیا جائے،

---

[1] بدائع الصنائع، فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۷ [2] ایضاً

[3] بدائع الصنائع، بیان مقدار الذی یصیر به المحل نجسا ۱/۷۴

اور یہ بالاجماع ہے، یا بکری نے کنویں میں پیشاب کر دیا، امام محمد کے نزدیک انتہی ۔

قلت وتمامہ واما علی قول من جعل هذا الماء مستعملا وجعل الماء المستعمل نجسا (یرید الامام رضی اللہ تعالی عنہ علی روایة الحسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالی عنہ نجاسة الماء المستعمل وان کانت روایتہ عنہ رضی اللہ تعالی عنہ فی خصوص المسألة ما سیذکرہ) ینزح ماء البئر کلہ کما لو وقعت فیھا قطرة من دم او خمر وروی الحسن عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالی عنہ انہ ان کان محدثا ینزح اربعون وان کان جنبا ینزح کلہ وھذہ الروایة مشکلة لانہ لا یخلو اما ان صار ھذا الماء مستعملا اولا فان لم یصر مستعملا لا یجب نزح شیئ لانہ بقی طھورا کما کان وان صار مستعملا فالماء المستعمل عند الحسن نجس نجاسة غلیظة فینبغی ان یجب نزح جمیع الماء اھ وانما نقل ھذہ التمامات لفوائد ستعرفھا بعون اللہ تعالی قال وقال فی موضع اٰخر (ای قبل ھذا باوراق وبعد الاول بقلیل) لواختلط الماء المستعمل بالماء القلیل قال بعضھم لایجوز التوضی بہ وان قل وھذا فاسد اما عند محمد رحمہ اللہ تعالی فلانہ طاھر لم یغلب علی الماء المطلق فلا یغیرہ عن صفة

میں کہتا ہوں اس کا مکمل یہ ہے کہ "اور ان لوگوں کے قول پر جنہوں نے اس پانی کو مستعمل قرار دیا ہے اور مستعمل پانی کو نجس قرار دیا ہے (اس سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں بروایت حسن بن زیاد کہ مستعمل پانی نجس ہوگا اگرچہ حسن کی روایت ابوحنیفہ سے خاص اسی مسئلہ میں ہے کہ جیسا وہ ذکر کریں گے) کنویں کا کل پانی نکالا جائے گا، جیسے کہ کنویں میں خون یا شراب کا قطرہ گر جائے۔ اور حسن نے ابوحنیفہ سے روایت کی کہ اگر بے وضو ہو تو چالیس ڈول پانی نکالا جائے گا اور اگر جنب ہو تو کل پانی نکالا جائے گا، اور یہ روایت مشکل ہے کیونکہ یا تو یہ پانی مستعمل ہوگا یا نہیں تو اگر مستعمل نہیں ہے تو کچھ بھی پانی نہ نکالا جائے گا، کیونکہ وہ بدستور پاک ہے جیسا کہ تھا، اور اگر مستعمل ہوگیا تو حسن کے نزدیک مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے تو کنویں کا کل پانی نکالنا چاہئے اھ یہ جو کچھ ہم نے نقل کیا ہے اُن فوائد کی خاطر ہے جن کو آپ ان شاء اللہ پہچانیں گے، فرمایا اور کہا ایک دوسرے مقام پر (یعنی اس سے چند ورق پہلے اور پہلے سے کچھ بعد) اگر ماءِ مستعمل تھوڑے پانی میں مل گیا تو بعض کے نزدیک اُس سے وضو جائز نہیں خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ اور یہ فاسد ہے امام محمد کے نزدیک تو اس لیے کہ یہ پاک ہے اور ماءِ مطلق پر غالب نہیں ہوا ہے، تو اس کو طہوریت کی صفت سے

---

[1] بدائع الصنائع بیان مقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

الطهورية كاللبن واما عندهما رضی اللہ تعالٰی عنهما فلان القلیل مما لایمکن التحرز عنه یجعل عفوا ثم الکثیر عند محمد ما یغلب علی الماء المطلق وعندهما ان یستبین موضع القطرة فی الاناء انتهی[1] قال وقد علمت ان الصحیح المفتی به روایة محمد عن ابی حنیفة رحمهما اللہ تعالٰی اھ[2] ای فلا یفسد قلیله لان غیر المستعمل اکثر **الثانی** قال و قال محمد فی کتاب الاثار بعد روایة حدیث عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها ولا باس ان یغتسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ قبلها[3] قال اذا عرفت هذا لم تتأخر عن الحکم بصحة الوضوء من الفساقی الموضوعة فی المدارس عند عدم غلبة الظن بغلبة الماء المستعمل او وقوع نجاسة فی الصغار منها قال فان قلت اذا تکرر الاستعمال هل یمنع قلت الظاهر عدم اعتبار هذا المعنی فی النجس فکیف بالطاهر قال قال فی المبتغی (**وهو الثالث**) قوم یتوضؤن صفا علی شاطئ النهر جاز فکذا فی الحوض لان حکم ماء الحوض فی حکم ماء جار انتهی[4]۔

تبدیل نہیں کرے گا جیسے دودھ، اور شیخین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑے سے بچنا ممکن نہیں اس لئے معاف ہے پھر امام محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ ہے کہ قطرہ کی جگہ برتن میں ظاہر ہوجائے، انتہی، فرمایا تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ صحیح مفتی بہ محمد کی روایت ابوحنیفہ سے ہے اھ یعنی قلیل پانی کو فاسد نہیں کرتا ہے کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے۔

ثانی: فرمایا محمد نے کتاب الآثار میں حضرت عائشہ کی اس حدیث ـــ کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے ساتھ غسل کرے خواہ مرد پہل کرے یا عورت ـــ کے بعد فرمایا کہ اس سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدارس میں جو برتن رکھے ہوتے ہیں اُن سے غسل کرلینے میں حرج نہیں ہے جبکہ یہ ظن غالب نہ ہو کہ مستعمل پانی غالب ہوگیا ہے یا چھوٹے برتن میں نجاست پڑچکی ہے۔ فرمایا اگر تم یہ کہو کہ جب استعمال بار بار ہو تو کیا وضو یا غسل منع ہے؟ میں کہتا ہوں بظاہر اس وصف کا اعتبار نجس پانی میں نہ ہوگا تو طاہر میں کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ انہوں نے مبتغی میں فرمایا (یہ تیسرا ہے) اگر کچھ لوگ صف باندھ کر نہر کے کنارے پر وضو کریں تو جائز ہے، حوض کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہی۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸
[2] الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ
[3] کتاب الآثار باب غسل الرجل والمرأۃ من اناء واحد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۰
[4] الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ

قلت ای ان المنع انما یکون لسقوط الغسالۃ فیہا او لادخال المحدثین ایدیہم فیہا والکل غیر مانع علی ما تقرر عندہ ثم اتی باثار بعضہا فی الملاقی وبعضہا فی الملقی فقال وقد روی ابن ابی شیبۃ عن الحسن فی الجنب یدخل یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا قال یتوضؤ بہ ان شاء[1] وعن سعید بن المسیب لا باس للجنب[علی] یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا[1] وعن عائشۃ بنت سعد قالت کان سعد یامر الجاریۃ بتناولہ الطہور من الحوض فتغمس یدہا فیہا فیقال انہا حائض فیقول انا حیضتہا وعن عامر قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدخلون ایدیہم فی الاناء وہم جنب والنساء حیض لا یرون بذلک باسا یعنی قبل ان یغسلوہا وعن ابن عباس فی الرجل یغتسل من الجنابۃ فینضح فی انائہ من غسلہ فقال لاباس بہ[2] وعن الحسن وابراہیم والزہری وابی جعفر وابن سیرین نحوہ قال فان قلت فما محمل حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن

میں کہتا ہوں، یعنی منع اس لیے ہے کہ دھوون اس میں گرتا ہے یا اس لیے کہ بے وضو لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اور یہ سب غیر مانع ہے جیسا کہ ان کے نزدیک مقرر ہے پھر انہوں نے اس کے بعض آثار ملاقی میں اور بعض ملقٰی میں ذکر کیے پس فرمایا اور تحقیق ابن ابی شیبہ نے حسن سے جنب کے بارے میں روایت کی جو بے دھوئے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالے تو فرمایا اگر چاہے تو اُس کے ساتھ وضو کرے، اور سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جنب اگر اپنا ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈال دے تو حرج نہیں، اور عائشہ بنت سعد کہتی ہیں کہ حضرت سعد باندی کو حکم دیتے تھے کہ وہ حوض سے پانی لا کر دے، تو وہ حوض میں اپنا ہاتھ ڈبوتی تھی، تو کہا جاتا تھا کہ وہ حائضہ ہے، تو آپ فرماتے تھے: کیا میں نے اس کو حائضہ کیا ہے؟ اور عامر سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ پانی میں ڈالتے تھے جبکہ وہ جنب ہوتے تھے اور عورتیں حائض ہوتی تھیں اور یہ لوگ بلا ہاتھ دھوئے پانی میں ڈالنے میں ہرج نہیں سمجھتے تھے، اور ابن عباس سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص غسلِ جنابت کرے اور اس کے چھینٹے برتن میں گریں تو اس میں حرج نہیں، اور حسن، ابراہیم، زہری

[علی] کذا بالاصل ولعلہ ان یدخل الجنب یدہ ۱۲ منہ (م)

اصل میں اسی طرح ہے شاید یوں ہو "ان یدخل الجنب یدہ"۔ (ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ فی الرجل یدخل یدہ فی الاناء وہو جنب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۲

[2] مصنف ابن ابی شیبہ فی الرجل الجنب یغتسل فینضح من غسلہ فی انائہ 〃 〃 〃 ۱/۷۲

فیہ من الجنابۃ[1] قلت استدل بہ الکرخی علی عدم جواز التطہیر بالمستعمل ولا یطابق عمومہ فروعھم المذکورۃ فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراھۃ وبذلک اخبر راوی الخبر فاخرج ابن ابی شیبۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کنا نستحب ان ناخذ من ماء الغدیر ونغتسل بہ ناحیۃ[2] قال وما ذکر من الفروع مخالفالھذا فبناء علی روایۃ النجاسۃ کقولھم لو ادخل جنب او محدث او حائض یدہ فی الاناء قبل ان یغسلھا فالقیاس انہ یفسد الماء وفی الاستحسان لا یفسد للاحتیاج الی الاغتراف حتی لو ادخل رجلہ یفسد الماء لانعدام الحاجۃ ولو ادخلھا فی البئر لم یفسد لانہ محتاج الی ذلک فی البئر لطلب الدلو فجعل عفواً ولو ادخل فی الاناء او البئر بعض جسدہ سوی الید و الرجل افسدہ لانہ لاحاجۃ الیہ[3] وامثال ھذہ (ثم ذکر مسائل و اٰثار الا تتعلق بما نحن فیہ الی ان قال) وعن ابی جریج قال قلت لعطاء رأیت رجلا توضأ فی ذلک الحوض متکشف فقال لاباس بہ قد فعلہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وقد علموا انہ یتوضؤ منہ الابیض

ابو جعفر اور ابن سیرین نے اسی قسم کی روایت کی' فرمایا اگر کوئی کہے کہ پھر "لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الخ" حدیث کا کیا مفہوم ہوگا؟ میں کہتا ہوں کرخی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی سے طہارت کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس کا عموم زائد پانی میں اُن کی فروع سے مطابقت نہیں رکھتا پس اسے کراہت پر محمول کیا جائے گا اور راوی حدیث نے یہی خبر دی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ ہم اس امر کو پسند کرتے تھے کہ تالاب سے پانی لے کر ایک کونے میں جا کر غسل کریں' فرمایا اور جو فروع اس کے مخالف ہیں تو وہ نجاست کی روایت پر ہیں' جیسے کسی جُنب یا محدث یا حائض نے اپنا ہاتھ برتن میں بلا دھوئے ڈالا، تو قیاس چاہتا ہے کہ پانی خراب ہوجائے اور استحسان کی رُو سے فاسد نہ ہوگا' کیونکہ چُلّو بھرنے کی حاجت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے برتن میں پیر ڈال دیا تو پانی خراب ہوجائے گا کیونکہ ضرورت نہیں، اور اگر پیر کنویں میں ڈالا تو پانی خراب نہ ہوگا کیونکہ کنویں سے ڈول نکالنے کے لیے پیر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو معاف کردیا گیا ہے اور اگر برتن یا کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ جسم کا اور کوئی حصہ ڈالا تو پانی خراب ہوجائے گا کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں' اور اسی کی مثل دوسری چیزیں ہیں (پھر انھوں نے ایسے مسائل اور آثار ذکر کئے جن کا

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ من کان یکرہ ان یبول فی الماء الراکد ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۱
[2] مصنف ابن ابی شیبۃ الرجل ینتھی الی البئر والغدیر وھو جنب " " "
[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

والاسود وفی روایة وکان ینسکب من وضوٴ الناس فی جوفها قال وکانهم رأوا حدیث المستیقظ خاصا بہ او انہ امر تعبدی علی ان ابن ابی شیبة قد روی عن ابی معویة عن الاعمش عن ابرھیم قال کان اصحاب عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ذکر عندھم حدیث ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا کیف یصنع ابوھریرة بالمھراس[۱] الذی بالمدینة اھ فھذا کل ما اتی بہ فی ھذا الباب فی کتابہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی مآبہ۔

اس بحث سے تعلق نہیں، پھر فرمایا، اور ابن جریج سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے عطا سے کہا کہ ایک شخص نے حوض میں ننگے ہو کر غسل کیا تو انہوں نے کہا اس میں حرج نہیں، خود ابن عباس نے ایسا کیا حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ اس میں سیاہ و سپید سب ہی غسل کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس حوض میں لوگوں کے وضو کا پانی گرتا تھا، فرمایا کہ غالباً انھوں نے مستیقظ کی حدیث کو اُسی کے ساتھ خاص دیکھا یا یہ کہ یہ امر تعبدی ہے، علاوہ ازیں ابن شیبہ نے ابو معٰویہ سے اعمش سے ابراہیم سے روایت کی کہ اصحاب عبد اللہ کے سامنے جب حضرت ابوہریرہ کی حدیث کا ذکر آتا تھا تو فرماتے تھے کہ ابوہریرہ مہراس میں کیا کرتے تھے جو مدینہ میں تھی اھ اس باب میں اس قسم کی چیزیں ذکر کی ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق کلام فیہ من وجوہ **الاوّل** من العجب استنادہ رحمہ اللہ تعالیٰ بعبارة المبتغی فلیس فیہا اثر مما ابتغی لان کلامہ[۲] فی الحوض الکبیر الاترٰے الی قولہ ان ماء الحوض فی حکم ماء جار و معلوم قطعا ان ذلک انما ھو فی الحوض

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں) کہ اس میں چند وجوہ سے کلام ہے؛ اول تعجب ہے کہ انہوں نے مبتغی کی عبارت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ وہ جو چاہتے تھے اس میں موجود نہیں، کیونکہ اس میں وہ بڑے حوض کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جیسا کہ آپ ان کے قول ان ماء الحوض فی حکم ماء جار سے معلوم کر سکتے ہیں اور قطعی معلوم ہے کہ حوض وہی ہوگا جس

---

[۲] ثم رأیت التصریح بہ فی کلام شیخہ المحقق علی الاطلاق حیث اورد کلام المبتغی فی مسائل الماء الکثیر ثم قال و انما اراد الحوض الکبیر بالضرورة اھ ۱۲ منہ غفر لہ۔ (م)

پھر میں نے اس کی تصریح ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام میں دیکھی جہاں انہوں نے کثیر پانی کے مسائل میں مبتغی کا کلام وارد کیا پھر فرمایا بالضرورة اس سے مراد حوض کبیر ہے اھ (ت)

[۱] رسالہ علامہ قاسم

الکبیر ذی الماء الکثیر اما الصغیر فکالاوانی وقد قال العلامۃ نفسہ فی ھذہ الرسالۃ ان ماء الاوانی یتنجس بوقوع النجاسۃ وان لم یتغیر قال وما کان فی غدیر او مستنقع وھو نحو ماء الاوانی فھو ملحق بہا اذ لا اثر للمحل اھ[1]

الثانی قدمنا فی نمرۃ ۳۸ عن المبتغی التصریح بان الماء یفسد بادخال الکف[2] **الثالث** کذلک لااثر لتأیید شیئ من مقصودہ فی عبارۃ کتاب الاٰثار فلیس ان الرجل یدخل یدہ فی الاناء قبل الغسل او المرأۃ ثم یغتسلان منہ وکیف یظن ھذا برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وانما مراد محمد رحمہ اللہ تعالٰی نفی قول من ابطل الوضوء بفضل وضوء المرأۃ مطلقا او اذا کانت جنبا او حائضا وھما قولان للحنابلۃ والمالکیۃ ولذا قال بدأت قبلہ او بدأ قبلہا وترجم لہ باب غسل الرجل والمرأۃ من اناء واحد من الجنابۃ[3] **الرابع** قد اوضح رضی اللہ تعالٰی عنہ مرادہ الشریف فی مؤطاہ المنیف اذ قال باب الرجل یغتسل او یتوضؤ بسور المرأۃ اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ

میں پانی بہت زیادہ ہو اور چھوٹا حوض تو برتنوں کی طرح ہے، خود علامہ نے اس رسالہ میں فرمایا کہ برتنوں کا پانی نجاست کے گرنے سے نجس ہوجائے گا خواہ اس میں تغیر نہ ہو، فرمایا جو پانی تالاب اور گڑھے میں ہو وہ برتنوں کے پانی کے برابر ہو تو وہ بھی برتنوں کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ محل کا کوئی اثر نہیں اھ

دوم نمبر ۳۸ میں ہم نے مبتغی کی تصریح کہ پانی ہاتھ ڈالنے سے خراب ہوگا،

سوم اسی طرح کتاب الآثار سے بھی ان کی تائید نہیں ملتی ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈالے یا عورت ڈالے پھر دونوں اس سے غسل کریں، اور اس قسم کا گمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ سے کیسے ہوسکتا ہے، امام محمد کا مقصود تو صرف ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو عورت کے بچے ہوئے پانی سے مطلق مرد کے لیے وضو کرنے کو باطل قرار دیتے ہیں یا جب عورت جنب یا حائض ہو، اور یہی دو قول حنابلہ و مالکیہ کے ہیں، اور اس لیے فرمایا عورت نے مرد سے پہلے یا مرد نے عورت سے پہلے ابتدا کی ہو، اور اور اس کا عنوان یہ قائم کیا "باب عورت اور مرد کے ایک برتن سے غسل جنابت کرنے کے بیان میں"

---

[1] رسالہ علامہ قاسم

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷

[3] کتاب الاٰثار غسل الرجل والمرأۃ من اناء واحد من الجنابۃ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۰

تعالٰی عنہما انہ قال لاباس بان یغتسل الرجل بفضل وضوء المرأۃ مالم تکن جنبا اوحائضا قال محمد لا بأس بفضل وضوء المرأۃ وغسلہا وسؤرھا وان کانت جنبا اوحائضا بلغنا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغتسل ھو وعائشۃ من اناء واحد یتنازعان الغسل جمیعا فھو فضل غسل المرأۃ الجنب وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی[1] **الخامس** قدمنا عن الائمۃ ابی بکر الرازی وشمس الائمۃ السرخسی والاسبیجابی والولوالجی وابی زید الدبوسی والزیلعی وابن الھمام وغیرھم الجم الغفیر غفر اللہ تعالٰی لنا بھم وعن الخلاصۃ عن نفس کتاب الاصل لمحمد صرائح نصوصہ فی الحکم بخصوصہ فکیف یحمل ھذا الکلام علی خلافہ وباللہ التوفیق[2] **السادس** ماذکر رحمہ اللہ تعالٰی عن ابن عباس والامام الباقر والحسن البصری وابن سیرین وابراھیم النخعی والزھری رضی اللہ تعالٰی عنہم لایمس المقصود لانہ فی الملقی والکلام فی الملاقی[3] **السابع** ماذکر اخرا عن عطاء وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم فاخرہ فی الملقی ولا حجۃ فی اولہ فانہ ان کان المراد التوضی فی الحوض بحیث تسقط الغسالۃ فیہ کالتوضی فی الطست فھو من الملقی وان کان المراد التوضی بادخال الید فیہ للاغتراف فقدمر

چہارم امام محمد نے اپنی مراد کی وضاحت اپنی موطا میں کردی ہے، فرمایا: باب اس بیان میں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ ہمیں مالک نے خبر دی، ہم سے نافع نے ابن عمر سے روایت کی، انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے، بشرطیکہ جنب یا حائض نہ ہو۔ محمد نے فرمایا اس میں حرج نہیں کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے خواہ وہ اس کے وضو کا ہو یا غسل کا ہو یا جھوٹا ہو اور خواہ وہ جنب ہو یا حائض ہو، ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ ایک ہی برتن سے پانی چھین جھپٹ کر غسل کرتے تھے، یہ جنب عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کا ثبوت ہے، اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔

پنجم ہم نے ابوبکر الرازی، شمس الائمہ سرخسی، اسبیجابی، ولوالجی، ابوزید الدبوسی، زیلعی، ابن الہمام وغیرہم، جلیل القدر ائمہ کی ایک عظیم جماعت سے پہلے ہی نقل کیا ہے اور خلاصہ سے امام محمد کی اصل کی تصریح نقل کی ہے کہ اسی میں خاص حکم بیان کیا ہے تو اس کلام کو اس کے خلاف پر کیونکر محمول کیا جا سکتا ہے، وباللہ التوفیق۔

ششم انہوں نے جو ابن عباس، امام باقر، حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور زہری رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے وہ مقصود سے متعلق نہیں کیونکہ وہ ملقی کے بارے میں ہے جبکہ گفتگو ملاقی کی بابت ہے۔

ہفتم جو آخر میں انہوں نے عطاء اور ابن عباس

[1] موطا امام محمد، الرجل یغتسل اویتوضأ بسؤر المرأۃ مجتبائی لاہور ص ۸۳

ان هذا القدر معفو عنه عند عدم آنية و ان
فرض ان المراد ان یلج الحوض و یتوضأ
فیه لو تنتهض ایضا حجة اذ لیس فیه بیان
قدر الحوض فجاز ان یکون کبیرا
الثامن کذلك حدیث سعد رضی الله
تعالی عنه فانه فی الحیض قبل الانقطاع وقدمنا
عن الخانیة والخلاصة وغیرهما انها لا تفسد
الماء اذا ذاك لعدم السببین سقوط الفرض و
اقامة القربة **التاسع** ماذکر عن عامر
فظاهر ان لفظة یعنی قبل ان یغسلوها
مدرج فی الحدیث ولا یدری قول من هو
ولا حجة فی المجهول **العاشر** ما حکی
عن الحسن یعارضه ما فی البدائع عنه[1] فی
وقوع قلیل ماء مستعمل فی الماء سئل
الحسن البصری عن القلیل فقال و من
یملك نشر الماء وهو ما تطایر منه عند الوضوء
و انتشاره اشار الی تعذر التحرز عن القلیل
فکان القلیل عفوا ولا تعذر فی الکثیر فلا
یکون عفوا اھ هذا کلامه فی الملتقی فکیف
فی الملاقی **الحادی عشر** ما حکی عن
سعید فعلی تقدیر الصحة عنه مذهب
تابعی فکیف یحتج به علی المذهب وکفی به
جوابا عن سائر الآثار **الثانی عشر** کذلك العبارة

سے نقل کیا ہے تو اس کا آخری حصہ ملتقی میں ہے اور اس
کے اول میں کوئی حجت نہیں، کیونکہ اگر مراد حوض سے
وضو کرنا ہے کہ اس طرح اس کا دھوون حوض میں گرے
جیسے طشت میں وضو کیا جاتا ہے تو وہ ملتقی سے ہے اور
اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں ہاتھ ڈال کر چلو بھر کر وضوء کیا تو
گزر چکا ہے کہ اس قدر کو شرع نے معاف رکھا ہے
جبکہ دوسرے برتن نہ ہوں، اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں
اتر کر وضو کیا تو بھی حجت قائم نہ ہوگی کیونکہ اس میں
حوض کے سائز کا ذکر نہیں، پس ممکن ہے کہ حوض
بڑا ہو۔

ہشتم اسی طرح سعد کی حدیث ہے کیونکہ وہ
حیض کے منقطع ہونے سے قبل سے متعلق ہے اور ہم نے
خانیہ اور خلاصہ وغیرہما سے نقل کیا کہ یہ پانی کو خراب
نہیں کرتا، کیونکہ دونوں سبب ہی موجود نہیں ہیں نہ تو
سقوطِ فرض ہے اور نہ ہی قربت کی ادائیگی ہے۔

نہم جو عامر سے نقل ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ
"قبل ان یغسلوھا" کا لفظ حدیث میں مندرج
ہے، اور معلوم نہیں کہ یہ کس کا قول ہے، اور مجہول
سے استدلال نہیں ہوتا۔

دہم جو حسن سے نقل کیا گیا ہے وہ اس کے
مخالف ہے جو انہی سے بدائع میں نقل کیا گیا ہے
یعنی یہ کہ کم پانی میں اگر مستعمل پانی گر جائے تو کیا حکم
ہوگا، حسن بصری سے کم کی بابت پوچھا گیا، تو آپ نے

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

10

الثالثة عن البدائع بمعزل عن المقصود فانها فی الملقی ولا کلام فیه الا تری الی قولہ ثم الکثیر عند محمد ما یغلب علی الماء المطلق وعندھما ان یستبین مواقع القطر فی الاناء اھ[1]

جواب دیا کہا پانی کے چھینٹوں کا مالک کون ہے ؟ تو کم تو تعذر کی وجہ سے معاف ہے مگر زاید میں یہ صورت نہیں تو وہ معاف نہ ہوگا ، ان کی یہ گفتگو مُلقٰی میں ہے، تو ملاقی میں کیا حال ہوگا ۔

یازدہم جو سعید سے نقل کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہو تو وہ ایک تابعی کا مذہب ہے تو اس سے مذہب پر کیسے استدلال ہوسکتا ہے اور یہی جواب دوسرے آثار میں ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے ۔

دوازدہم اس طرح بدائع سے نقل کردہ تیسری عبارت بھی مقصود سے الگ ہے کیونکہ وہ مُلقٰی کی بابت ہے اور اس میں گفتگو نہیں ، اس میں یہ بھی ہے کہ "پھر محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور شیخین کے نزدیک یہ کہ قطروں کی جگہ برتن میں ظاہر ہوجائے اھ

قلت والوجه فیه ان الماء طاھر عند محمد فلا یسلبه وصف الطھوریة مالم یغلب علیه ونجس عندھما فیما یقال وقطرة نجس تنجس کل ماء قلیل غیر ان الذی لا یستبین لا یعتبر کرشاش البول قدر رؤس الابر فعفی عنه لعسر التحرز فاین ھذا مما نحن فیه **نعم** جل ما فی یدہ ما ذکر البدائع فی الجدل عن روایة ضعیفة وتعلیل قول محمد فی مسألة جحط[2] المستعمل ما لاقی البدن وھو اقل من غیرہ .

میں کہتا ہوں اس میں وجہ یہ ہے کہ محمد کے نزدیک پانی پاک ہے تو اس کی پاکیزگی کا وصف اس وقت تک اس سے سلب نہ ہوگا جب تک کہ اس پر کوئی نجاست غالب نہ آجائے ، اور شیخین کے نزدیک نجس ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ، اور نجس کا ایک قطرہ ہی تمام قلیل پانی کو نجس کردیتا ہے البتہ جو پانی میں ظاہر نہیں ہوتا وہ معتبر نہیں ہوتا ہے جیسے سُوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹے ، تو چونکہ اس سے بچنے میں دشواری ہے اس لیے اس کو معاف کردیا گیا ، تو اس کا ہماری بحث سے کیا تعلق ہے ، ہاں قابلِ غور وہ عبارت ہے جو انہوں نے بدائع سے نقل کیا ہے ، وہ ایک ضعیف روایت پر جھگڑا ہے اور مسئلہ جحط پر محمد کے قول کی توجیہ ہے کہ مستعمل پانی وُہ ہے جس کی ملاقات بدن سے ہوئی ہو اور وہ دوسرے سے کم ہے ۔

اقول وباللہ التوفیق وھو المستعان علی افاضة التحقیق الیش انا ومن انا

میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق وہو المستعان علی افاضة التحقیق ، میں اور میری حقیقت کیا جو

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸

حتی اتکلم بین یدی ھذا الامام الھمام ملك العلماء الکرام اعلی اللّٰہ درجاتہ فی دار السلام وافاض علینا برکاتہ علی الدوام امین ولکن المذھب قد تقرر والنقل الصحیح الصریح عن الائمۃ الثلثۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم قد توفر ورأیت ھذا الامام الجلیل قد وافق الاجلۃ الفحول فی تلك النقول عند ذکر المنقول وعلمت ان مایقال فی الجدل اویبدی فی العلل لایقضی علی نصوص المذھب بل ربما لایکون المبدی ایضا الیہ یذھب کما ھو معلوم عند من خدم ھذا الفن المذھب فجرأنی ذلك علی ان اقول

وھو الثالث عشر الامام ملك العلماء قدس سرہ ھو القائل فی بدائعہ بعد ما ذکر سقوط حکم الاستعمال فی مواضع الضرورۃ کالید فی الاناء للاغتراف والرجل فی البئر لطلب الدلو مانصہ ولو ادخل فی الاناء والبئر بعض جسدہ سوی الید والرجل افسدہ لانہ لاحاجۃ الیہ وعلی ھذا الاصل تخرج مسألۃ البئر اذا انغمس الجنب فیھا لطلب الدلو لابنیۃ الاغتسال ولیس علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ والجملۃ فیہ ان الرجل المنغمس اما ان یکون طاھرا اولم یکن بان کان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ اوحکمیۃ کالجنابۃ والحدث وکل وجہ علی وجھین اما ان ینغمس لطلب الدلو اوالتبرد اوالاغتسال وفی المسألۃ حکمان حکم الماء الذی فی البئر وحکم الداخل فیھا فان کان طاھرا

امام ہمام علمائے کرام کے بادشاہ، اللہ تعالٰی جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے ہم اُن کی برکتوں سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں آمین، کے سامنے لب کشائی کروں، لیکن مذہب ثابت شدہ ہے اور ائمہ ثلثہ کی تصریحات صحیحہ موجود ہیں، اور اس امام جلیل القدر نے نقول کی حد تک ان ائمہ سے اتفاق کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری بحثوں سے مذہب کی تصریحات باطل نہیں قرار پاسکتی ہیں جیسا کہ اس فن کے خدام پر واضح ہے، اس لیے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

میں کہتا ہوں سیزدہم امام ملک العلماء قدس سرہٗ نے بدائع میں ذکر کیا کہ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں ضرورۃً پانی کے مستعمل ہونے کا حکم ساقط ہوجاتا ہے، جیسے چلّو بھرنے کے لیے ہاتھ کا پانی کے برتن میں ڈالنا اور ڈول تلاش کرنے کے لیے پیر کا کنوئیں میں ڈالنا، پھر انھوں نے فرمایا کہ اگر کسی نے برتن یا کنوئیں میں اپنے جسم کے بعض حصے کو ڈال دیا ہاتھ پیر کے علاوہ، تو پانی فاسد ہوجائے گا کیونکہ یہ بے ضرورت ہے اور اسی اصل پر کنوئیں کے مسئلہ کی تخریج کی جائے گی کہ جب انسان اس میں ڈول کی تلاش میں اُترا ہو بغیر نیت غسل کے بشرطیکہ اس کے جسم پر کوئی حقیقی نجاست موجود نہ ہو، اور خلاصہ یہ کہ اس میں بحث یہ ہے کہ یا تو غوطہ لگانے والا پاک ہوگا یا ناپاک ہوگا، مثلاً یہ کہ اس کے جسم پر حقیقی یا حکمی نجاست موجود ہو جیسے جنابۃ اور حدث، اور ہر وجہ کی پھر دو وجہیں ہیں یا تو غوطہ

والغمس لطلب الدلو او للتبرد لایصیر مستعملا بالاجماع لعدم ازالۃ الحدث واقامۃ القربۃ وان انغمس فیہا للاغتسال[عہ] صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم لوجود اقامۃ القربۃ وعند زفر والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی لایصیر مستعملا لانعدام ازالۃ الحدث والرجل طاھر فی الوجہین جمیعا[1] اھ فانظر الی قولہ فی المسألۃ حکمان حکم الماء الذی فی البئر فھل تری ان الذی فی البئر ھو ما لاقی سطح بدنہ عند الانغماس کلا بل کل ما فی البئر وھو المقصود ببیان حکمہ وقد حکم علیہ فی الصورۃ الثانیۃ بانہ صار مستعملا باجماع ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وفیہم محمد القائل بطہارتہ وقد حکم بانہ بالانغماس سلب ماء البئر طھوریتہ

ڈول کی تلاش میں لگائے یا ٹھنڈک حاصل کرنے یا غسل کرنے کیلئے، اور اس مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اُس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور دوسرے اُس شخص کا حکم جو کنوئیں میں داخل ہوا، اگر وہ پاک ہے اور اس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تھا، تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس پانی سے نہ تو حدث کا ازالہ کیا گیا ہے اور نہ کوئی قربۃ ادا کی گئی ہے اور اگر اس میں غسل کے لیے غوطہ کھایا تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائے گا کیونکہ اس سے قربۃ ادا ہوئی ہے اور زفر اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس سے حدث زائل نہیں کیا گیا ہے اور آدمی دونوں صورتوں میں پاک ہے اھ آپ ان کے اس قول کو دیکھئے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے، تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کنوئیں میں وہی پانی ہے جو

عہ یرید الاغتسال علی وجہ القربۃ بدلیل التعلیل وھو المراد فی سائر المواضع الاٰتیۃ دون الاغتسال لازالۃ درن او دفع حرفانہ والتبرد سواء لایفید الاستعمال اذا کان من طاھر لانعدام السببین اھ منہ حفظہ ربہ تبارک و تعالٰی۔ (م)

علت کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ قربت کے طور پر غسل مراد ہے اور آئندہ تمام مقامات میں یہی مراد ہے، میل کو دُور کرنے یا گرمی کو دفع کرنے کا غسل مراد نہیں کیونکہ جب طاہر آدمی دفعِ گرمی اور حصولِ ٹھنڈک کے لیے غسل کرے تو پانی مستعمل نہ ہوگا کہ دونوں ازالہ حدث اور اقامت قربت نہیں پائے گئے اھ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

فظهر ان حکم الاستعمال لیسری فی الماء القلیل کله سریان حکم النجاسة باجماع اصحابنا رضی اللّٰه تعالٰی عنهم فان السریان علی القول بنجاسة الماء المستعمل ظاهر لاخلف فیه وهذا محمد القائل بالطهارة قد حکم بالسریان فکان القول به مجمعا علیه ولم یبق لاحد بالخلاف ید ان بل قد یظن ان ملك العلماء ماش ههنا علی جعل طهارة الماء المستعمل متفقا علیها بین اصحابنا کما قال فی البدائع[1] ومشایخ العراق لم یحققوا الخلاف فقالوا انه طاهر غیر طهور عند اصحابنا رضی اللّٰه تعالٰی عنهم حتی روی عن القاضی ابی حازم العراقی انه کان یقول انا نرجوان لاتثبت روایة نجاسة الماء المستعمل عن ابی حنیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه وهو اختیار المحققین من مشایخنا بماوراء النهر[1] اھ وذلك لان سوق کلامه ههنا کما قدم لاحاطة احکام الماء والرجل فی جمیع الصور المحتملة هنا وقد التزم فی کل صورة بیان الخلاف بین ائمتنا الثلثة ان کان وفصل فی شق الطاهر حکم الماء فقال فی الاول لا یصیر مستعملا بالاجماع وفی الثانی صار مستعملا عند ائمتنا الثلثة خلافا لزفر والشافعی

غوطہ کے وقت سطحِ بدن سے ملاقی ہوا تھا؟ ہرگز نہیں، بلکہ کُنویں کا کُل پانی ہے اور اسی کا حکم بیان کرنا مقصود ہے' اور دوسری صورت میں اس پر یہی حکم ہوا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستعمل ہوگیا ہے، ان میں امام محمد بھی شامل ہیں جو اس کی طہارت کے قائل ہیں' اور انہوں نے فرمایا کہ غوطہ کی وجہ سے پانی کے پاک کرنے والی صفت سلب ہوگئی ہے تو ظاہر ہُوا کہ استعمال کا حکم تھوڑے پانی میں مکمل طور پر جاری ہوتا ہے' جیسے کہ نجاست کا حکم، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کیونکہ سرایت کرنا مستعمل پانی کو نجس کہنے کی صورت میں ظاہر ہے، اس میں خلاف نہیں' اور امام محمد جو پانی کی طہارت کے قائل ہیں سرایت کا حکم دے رہے ہیں تو گویا یہ قول اجماعی ہے، اس میں کسی کا خلاف نہیں رہا بلکہ یہاں یہ گمان بھی کیا گیا ہے کہ ملک العلماء نے پانی کے پاک ہونے کو ہمارے اصحاب کے درمیان متفق علیہ قرار دیا ہے جیسا کہ بدائع میں فرمایا ہے، اور مشایخ عراق نے اختلاف کی تحقیق نہیں کی، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ طاہر تو ہے مگر طاہر کرنے والا نہیں، یہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے، یہاں تک کہ قاضی ابوحازم العراقی سے مروی ہے کہ وُہ فرماتے تھے کہ ہمیں توقع ہے کہ مستعمل پانی کی نجاست کی روایت ابوحنیفہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہی ہمارے وراء النہر کے محققین مشایخ کا مختار ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۷

بقی علیه بیان حکم الرجل فی المسئلتین عند ائمتنا فجمعهما وقال الرجل طاهر فی الوجهین جمیعا فکما انه یستحیل عند الذوق السلیم کون هذا تتمة قول زفر و الشافعی فیبقی ساکتا عن بیان حکم الرجل فی الوجهین عند ائمتنا رضی اللّٰه تعالٰی عنهم کذلك یبعد ان یکون هذا قول بعض دون بعض منهم اذ لوکان کذلك لبین الخلاف کما بین فی سائر الصور ولم یأت به هکذا مرسلا لایهام الخلاف اعنی عدم الخلاف مع وجوده لاسیما مع قرینتی الاجماع والاتفاق فی حکم الماء فی هذین الوجهین فلا ینقدح فی الذهن الاکونه وفاقیا بین اصحابنا کقرینتیه السابقتین وهذا الاتفاق الاعلی القول بطهارة الماء المستعمل حیث لم یتنجس الماء فلا یحتمل ان ینجس الطاهر بخلاف ما اذا قیل بنجاسته اذ یتطرق القول بان الماء تنجس فنجس فلا یکون الرجل طاهرا وفاقا فان قلت الیس ان حکم الاستعمال انما یعطی بعد الانفصال والبدن کله شیئ واحد فی الاغتسال فما دام فیه لم یکن مستعملا واذا صار مستعملا لم یکن فیه فعن هذا یخرج طاهرا مع نجاسة الماء المستعمل عندهما فیما یذکر عنهما قلت بلٰی ولکن انما یتمشی علی قول الامام اما عند ابی یوسف فیثبت

ان کے کلام کی روش جیسا کہ گزرا پانی کے احکام کے احاطہ کے لیے ہے اور مرد کے احکام کی بابت ہے یہ تمام محتمل صورتوں میں ہے، اور انھوں نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر صورۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ کا اختلاف بیان کیا ہے اگر واقعۃً اختلاف ہو۔ اور پاک کی دونوں شقوں میں پانی کا حکم تفصیلاً ذکر کیا ہے، پہلی صورت میں کہا بالاجماع مستعمل نہ ہوگا اور دوسری صورت میں کہا مستعمل ہوگیا ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک، اس میں زفر اور شافعی کا خلاف ہے اب ان پر یہ بیان کرنا باقی ہے کہ دونوں مسئلوں میں اُس شخص کا حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک کیا ہے، تو ان دونوں کو جمع کر دیا اور فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ شخص پاک ہے، تو جس طرح ذوق سلیم پر یہ گراں ہے کہ اس کو زفر و شافعی کے اقوال کا تتمہ قرار دیا جائے، اور مرد کے حکم میں ہمارے ائمہ دونوں صورتوں میں خاموش رہے یوں یہ بعید ہے کہ یہ قول بعض کا ہو اور بعض کا نہ ہو، اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اختلاف کو ضرور بیان کرتے جیسا کہ تمام صورتوں میں بیان کیا ہے لیکن اس کو انہوں نے اس طرح مطلق ذکر نہ کیا تاکہ خلاف کا ایہام ہو یعنی عدمِ خلاف مع وجود خلاف بالخصوص جبکہ دو قرینے اجماع اور اتفاق کے اس امر پر موجود ہیں کہ دونوں صورتوں میں پانی کا حکم کیا ہے لہذا ذہن میں جو خلش ہے وہ اس کی ہے کہ یہ مسئلہ ہمارے اصحاب کے درمیان اتفاقی ہے، جیسے اسکے دو سابقہ قرینے ہیں، اور یہ اُسی صورت میں ہوگا جبکہ مستعمل پانی کی طہارت کا قول کیا جائے اس لیے کہ پانی نجس نہیں ہوا، تو یہ احتمال نہیں ہے

حکم الاستعمال باول ملاقاۃ البدن الماء قال فی البدائع ابو یوسف یقول ان ملاقاۃ اول عضو المحدث الماء یوجب صیرورتہ مستعملا فکذا ملاقاۃ اول عضو الطاھر الماء علی قصد اقامۃ القربۃ واذ اصار الماء مستعملا باول الملاقاۃ لاتتحقق طھارۃ بقیۃ الاعضاء بالماء المستعمل[1] اھ فکیف یقول الماء مستعمل والرجل طاھر وقد قال فی البدائع ان کان علی یدہ نجاسۃ حکمیۃ فقط فان ادخلہا لطلب الدلو والتبرد یخرج من الاول (ای الماء الاول فان المسألۃ مفروضۃ فی الانغماس فی عدۃ میاہ) طاھرا عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی ھو الصحیح لزوال الجنابۃ بالانغماس مرۃ واحدۃ وعند ابی یوسف ھو نجس ولا یخرج طاھرا ابدا[2] اھ فان حملہ ھنا علی حال الضرورۃ لقول البدائع اما ابو یوسف فقد ترك اصلہ عند الضرورۃ علی ما یذکرو روی بشر عنہ ان المیاہ کلہا نجسۃ وھو قیاس مذھبہ[3] اھ دفعہ ان ما مرھھنا ان الماء مستعمل والرجل طاھر عکس ما یقول بہ الامام الثانی حال الضرورۃ الا تری ان مذھبہ فی مسألۃ البئر

کہ وہ پاک کو نجس بنادے بخلاف اس صورت کے کہ پانی کو نجس کہا جائے کہ اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ پانی نجس ہوگیا ہے اس لیے اس نے طاہر کو نجس کردیا تو مرد بالاتفاق پاک نہ ہوگا۔ اگر تو یہ کہے کہ آیا یہ بات درست نہیں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت لگایا جائے گا جب وہ بدن سے جدا ہو، اور بدن غسل کی صورت میں شیئ واحد ہے، تو جب تک پانی بدن پر رہے گا مستعمل نہ ہوگا اور جو مستعمل ہوگا تو بدن پر نہ رہے گا اسی وجہ سے وہ شخص پاک ہوجاتا ہے اور پانی شیخین کے نزدیک نجس ہوجاتا ہے جیسا کہ شیخین کی بابت مشہور ہے میں کہتا ہوں یہ درست ہے، مگر یہ صرف امام ابوحنیفہ کے قول پر چل سکتا ہے کیونکہ ابو یوسف کے نزدیک پانی کو مستعمل ہونے کا حکم بدن سے پہلی ملاقات ہی میں دے دیا جائیگا بدائع میں ہے ابو یوسف نے فرمایا مُحدِث کے پہلے عضو سے ملتے ہی پانی مستعمل ہوجاتا ہے، اور اسی طرح پاک آدمی کے کسی عضو کا بہ نیت ادائیگی قربۃ پانی کو لگنا پانی کو مستعمل بنا دیتا ہے اور جب پانی پہلی ملاقات ہی سے مستعمل ہوگیا تو باقی اعضاء کی طہارت پانی سے نہیں ہوسکتی ہے اھ تو پھر وہ کس طرح فرماتے ہیں کہ پانی مستعمل ہوگیا اور مرد پاک ہے۔ اور بدائع میں فرمایا کہ اگر اس کے ہاتھ پر صرف نجاست حکمیہ ہے پھر وہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[2] ایضاً ۱/۷۰
[3] ایضاً ۱/۷۰

جحط الحاء ای ان الماء طاھر علی حالہ والرجل لم یطھر کما کان قال فی البدائع ابویوسف یقول یجب العمل بھذا الاصل ای ماتقدم من ثبوت الحکم باول اللقاء) الا عند الضرورۃ کالجنب والمحدث اذا ادخل یدہ فی الاناء لاغتراف الماء لایصیر مستعملا ولا یزول الحدث الی الماء لمکان الضرورۃ لان ھذا الماء لوصار مستعملا انما یصیر مستعملا بانتقال الحدث ولو انتقال الحدث لتنجس ولو تنجس لا یزیل الحدث واذالم یزل الحدث بقی طاھرا واذ بقی طاھرا یزیل الحدث فیقع الدور فقطعنا الدور من الابتداء فقلنا انہ لایزیل الحدث عنہ فبقی ھو بحالہ والماء علی حالہ[1] اھ و بالجملۃ لا استقامۃ لھذا علی قول ابی یوسف اصلا الا بان یقال انہ مبنی علی طھارۃ الماء المستعمل عندھم جمیعا وھو قول صحیح قد قواہ ملک العلماء وجعلہ مختار المحققین وان مشی فی مواضع کثیرۃ علی نسبۃ التنجیس الی الشیخین کما اشتھر فعلی ھذا تکون المسألۃ نصا عن ائمتنا الثلثۃ علی سریان حکم الاستعمال الی جمیع الماء مع طھارتہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

اس کو کنویں میں ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے داخل کرتا ہے تو وہ اول (یعنی پہلا پانی کیونکہ مسئلہ اس مفروضہ پر ہے کہ کئی پانیوں میں ہاتھ ڈبویا) سے پاک نکلے گا، یہ ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک ہے، یہی صحیح ہے کیونکہ جنابت ایک ہی مرتبہ ڈبونے سے زائل ہوگئی، اور ابویوسف کے نزدیک وہ نجس ہے، اور وہ کبھی پاک نہ ہوگا۔ اگر آپ اس کو یہاں ضرورت پر محمول کریں کیونکہ بدائع میں ہے بہرحال ابویوسف نے اپنی اصل کو ضرورت کے وقت ترک کیا ہے، جیسا کہ اُن سے مروی ہے اور بشر نے ان سے روایت کی ہے کہ سب کے سب پانی نجس ہیں اور یہی چیز ان کے مذہب سے لگا کھاتی ہے۔

دفعہ ۸۰۹ جو یہاں گزرا کہ پانی مستعمل ہے اور آدمی پاک ہے، امام ثانی کے قول کے برعکس ہے ضرورت کی حالت میں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان کا مذہب کنویں کے مسئلہ "جحط" میں "ح" ہے یعنی پانی اپنی سابقہ حالت پر پاک ہے اور انسان بھی جیسا کہ پہلے تھا ناپاک ہے۔ بدائع میں فرمایا ابویوسف فرماتے ہیں اس اصل پر عمل لازم ہے (یعنی یہ کہ پہلی ملاقات ہی میں حکم ثابت ہوجاتا ہے) ہاں ضرورت کے وقت اس کو ترک بھی کرسکتے ہیں، جیسے جنب اور بے وضو جب برتن میں سے پانی لینے کے لیے اپنے ہاتھ ڈبوئیں تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور حدث بھی زائل نہ ہوگا کیونکہ یہاں ضرورت موجود ہے، کیونکہ یہ پانی اگر مستعمل ہوتا تو حدث کے زائل کرنے کی وجہ سے ہوتا، اور اگر یہ حدث کو زائل کرتا تو ناپاک ہوجاتا اور

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

اگر ناپاک ہوتا تو حدث کو زائل نہ کرتا' اور جب حدث کو زائل نہیں کیا تو پاک رہا اور جب پاک رہا تو حدث کو زائل کرے گا تو دور لازم آئے گا، تو ہم نے دور کو ابتداً ہی سے قطع کیا اور وہ اس طرح کہ یہ پانی حدث کو زائل نہیں کرتا ہے تو انسان اپنی حالت پر رہا اور پانی اپنی حالت پر رہا اھ خلاصہ یہ کہ ابو یوسف کے قول پر یہ قول کسی طرح درست نہیں بیٹھتا ہے' اس کی محض ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ پانی ان تمام ائمہ کے نزدیک پاک ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس کو ملک العلماء نے قوی قرار دیا اور اس کو محققین کا مختار قرار دیا، اگرچہ اکثر مقامات پر انھوں نے اس پانی کو شیخین کے نزدیک نجس قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور ہے، اس بنا پر مسئلہ اس امر کی تصریح ہوگا کہ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک استعمال کا حکم تمام پانی میں جاری ہوگا اور انسان پاک رہے گا' واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

الرابع عشر ثم قال قدس سرہ فی من انغمس فی ثلثۃ آبار او اکثر عندھما (ای الطرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما) ان انغمس لطلب الدلو او التبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا وان کان الانغماس للاغتسال فالماء الرابع فصاعدا مستعمل لوجود اقامۃ القربۃ اھ فانظر علی ای شیئ حکم بکونہ مستعملا الماء الرابع فصاعدا لاخصوص ما لاق منہ سطح البدن۔

چودھواں پھر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس شخص نے تین یا تین سے زیادہ کنووں میں غوطہ لگایا تو ان دونوں (یعنی طرفین) کے نزدیک اگر ڈول کی تلاش میں لگایا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے، تو پانی اپنی حالت پر باقی رہیں گے، اور اگر غوطہ خوری غسل کے لیے تھی تو چوتھا پانی اور اس کے بعد والے پانی مستعمل ہوں گے کہ ان سے قربۃ ادا ہوئی ہے اھ تو دیکھیے انھوں نے کس چیز پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا ہے، چوتھا پانی اور اس سے زائد خاص وہ پانی نہیں جس سے محدث ملا۔

قلت والمعنی جمیع المیاہ من اولہا وانما خص الرابع فما فوقہ بالذکر دفعا لتوھم انہ یقتصر حکم الاستعمال علی المیاہ الثلثۃ الاول اذ لاقربۃ بعد التثلیث فالرابع وما بعدہ لایصیر مستعملا لعدم السببین فنبہ علی بطلانہ بانہ ذلک عند اتحاد المجلس ولامساغ لہ فی باب الآبار۔

میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ پہلے پانی سے لے کر تمام پانی مستعمل ہیں، انہوں نے چوتھے اور اس کے بعد والے کا خصوصی ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ استعمال کا حکم صرف تین پانیوں تک ہی محدود ہے کیونکہ تثلیث کے بعد قربۃ باقی نہیں رہتی ہے تو چوتھا اور اس کے بعد والا مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس میں دونوں سبب موجود نہیں ہیں، تو اس کے بطلان پر انہوں

---

[۱] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

نے متنبہ کیا کہ یہ اتحاد مجلس کی صورت میں ہے اور یہ چیز مختلف کنوؤں میں نہیں پائی جاتی ہے۔

اقول لکن یشکل علیہ انہ رحمہ اللہ تعالٰی انما ذکر ھذا فی من کان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ لان عبارتہ ھکذا وان لم یکن طاھرا فان کان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ وھو جنب اولا فانغمس فی ثلثۃ اٰبار او اکثر من ذلک لایخرج من الاولی والثانیۃ طاھرا بالاجماع ویخرج من الثالثۃ طاھرا عند ابی حنیفۃ و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما والمیاہ الثلثۃ نجسۃ لکن نجاستہا علی التفاوت علی ماذکرنا وعند ابی یوسف کلہا نجسۃ والرجل نجس سواء انغمس لطلب الدلو اوالاغتسال وعندھما ان انغمس لطلب الدلو اوالتبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا[1] الخ وکیف تبقی علی حالہا والفرض ان علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ **الا** ان یقال انتھی الکلام علیہا الی قولہ المیاہ کلہا نجسۃ والرجل نجس وقولہ سواء انغمس لطلب الدلو الخ بیان لعدم اقتصار الحکم عند ابی یوسف علی النجاسۃ الحقیقیۃ بل کذلک الحکمیۃ کما قدمنا ان عند ابی یوسف ھونجس ولا یخرج طاھرا ابدا فلما استطرد ھذا ابان خلاف الطرفین فیہ ان ھذا التعمیم لیس عندھما **ویکدرہ** ان

میں کہتا ہوں اس پر اشکال یہ ہے کہ انہوں نے یہ حکم اس شخص کا بیان کیا ہے جس کے بدن پر حقیقی نجاست ہو، ان کی عبارت اس طرح ہے" پس اگر وہ پاک نہیں ہے تو پایا تو اس کے بدن پر حقیقی نجاست ہوگی، اور وہ جنب ہوگا یا نہیں، ایسا شخص اگر تین کنوؤں میں غوطہ لگائے یا زیادہ میں تو پہلے اور دوسرے سے بالاجماع پاک نہیں نکلے گا اور تیسرے سے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک پاک نکلے گا اور تینوں پانی نجس ہیں، مگر ان کی نجاست مختلف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور ابو یوسف کے نزدیک سب نجس ہیں، اور انسان بھی نجس ہے، خواہ اس نے ڈول نکالنے کیلئے غوطہ لگایا ہو یا غسل کرنے کے لیے، اور طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے الخ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ اُس کے بدن پر حقیقی نجاست ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ ان کا کلام المیاہ کلہا نجسۃ والرجل نجس پر پورا ہوا اور ان کا قول سواء انغمس لطلب الدلو الخ اس امر کا بیان ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک حکم نجاستِ حقیقیہ پر مقصود نہیں ہے بلکہ حکمیہ کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ابو یوسف کے نزدیک انسان ناپاک ہے تو کبھی پاک نہ ہوگا، اس

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الکلام المستطرد اذن فی النجاسۃ الحکمیۃ فکیف یقول عندھما ان انغمس لطلب الدلو اوالتبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالہا فان عند الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ یصیر الماء مستعملا بازالۃ الحدث وان لم ینو بل کذلک عند محمد ایضا عند التحقیق وقد قال فی البدائع[1] فی اٰدمی وقع فی البئران کان علی بدنہ نجاسۃ حکمیۃ فعلی قول من جعل ھذا الماء مستعملا والمستعمل نجسا ینزح ماء البئر کلہ کما تقدم فاذا کان ھذا فی الواقع بلا قصد فکیف فی المنغمس قصدا للتبرد ثم[2] قد اتی بشق النجاسۃ الحکمیۃ بعد ھذا وصرح فیہ بالحکم الصحیح علی خلاف ماھنا کما سیاتی وان حمل ماھنا علی الضرورۃ فمع بعدہ یاباہ قولہ اوالتبرد الا ان یقال انھم قد ادخلوہ فیہا کما یاتی فبناء علی ھذا التسامح یصح ھذا الحمل غیر انہ لایسلم فان نزید الاستطراد حتی یشمل الطاھر فمع ان التعمیم المذکور فی قول الامام الثانی سواء انغمس الخ لم یکن لیشملہ قطعا یعکر علیہ ان الشمول لایخرج المحدث فکیف یصح اطلاق الحکم بان المیاہ باقیۃ علی حالہا ولا

معلوم ہوا کہ اس میں طرفین کا خلاف ہے، کہ یہ تعمیم ان دونوں کے نزدیک نہیں ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ کلام مستطرد نجاست حکمیہ کی بابت ہے تو پھر یہ کیسے فرمایا کہ طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت پر باقی ہیں کیونکہ امام کے نزدیک پانی حدث کے ازالہ سے مستعمل ہوجائیگا اگرچہ اُس نے نیت نہ کی ہو، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، بدائع میں ہے کہ اگر کوئی انسان کنویں میں گر گیا تو اگر اس کے بدن پر نجاست حکمیہ ہے تو جو لوگ اس پانی کو مستعمل قرار دیتے ہیں اور مستعمل کو نجس کہتے ہیں تو انکے نزدیک کنویں کا کُل پانی نکالا جائیگا جیسا کہ گزرا، اور جب یہ حکم بلا قصد گرنے والے کا ہو تو پھر اس کا کیا حال ہوگا جو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے قصداً غوطہ لگائے، پھر انہوں نے نجاست حکمیہ والی شق کا ذکر کیا ہے اور وہاں انہوں نے یہاں کے برعکس حکم صحیح کی صراحت کی، جیسا کہ آئے گا، اور اگر یہاں جو کچھ ہے اس کو ضرورت پر محمول کر لیا جائے تو یہ بعید ہونے کے علاوہ اُن کے قول اوللتبرد کے مناقض ہے، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس کو بھی اسی میں شامل کر لیا ہے، جیسا آئے گا، تو اس تسامح کی بنیاد پر یہ حمل صحیح ہے لیکن محفوظ نہیں، اور اگر استطراد کو زاید کیا جائے اتنا کہ طاہر کو بھی شامل ہوجائے تو ایک تو امام ثانی کے قول کی تعمیم "سواء"

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

وجه لتخصیص الحکم بالطاھر فان الکلام متوقف فی شق وان لم یکن طاھرا وقد قدم حکم الطاھر من قبل وبالجملۃ فالعبارۃ ھٰھنا فیما وصل الیہ فھمی القاصر لا تخلو عن قلق وحزازۃ ولعلہا وقع فیہا من قلم الناسخین تغییر وتقدیم وتاخیر وکم لہ من نظیر فلیتامل واللہ تعالٰی اعلم بمراد خواص عبادہ۔

انغمس الخ" اس کو قطعاً شامل نہیں، پھر اس پر یہ بھی اشکال ہے کہ شمول بے وضو کو نہیں نکالے گا تو یہ مطلق حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ تمام پانی اپنی حالت پر باقی ہیں، اور حکم کو پاک کے ساتھ مخصوص کر دینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ گفتگو اس شق سے متعلق ہے کہ اگر پاک نہ ہو حالانکہ پاک کا حکم پہلے ہی گزر چکا، اور خلاصہ یہ کہ میری ناقص فہم میں یہاں عبارت اضطراب سے خالی نہیں، اور شاید اس میں ناسخین سے کچھ تغیر، تقدیم یا تاخیر واقع ہوئی ہے، اور اس کی بہت نظائر ہیں، غور کر، اور اللہ تعالٰی زیادہ جانتا ہے اپنے خاص بندوں کے ارادوں کو۔

الخامس عشر ثم قال قدس سرہ

تحت قولہ الماس وان کان علٰی یدہ نجاسۃ حکمیۃ فقط ما نصہ واما حکم المیاہ فالماء الاول مستعمل عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لوجود ازالۃ الحدث والبواقی علٰی حالہا لانعدام ما یوجب الاستعمال اصلا (ای لان الصورۃ مفروضۃ فی الانغماس للتبرد او طلب الدلو فلا نیۃ قربۃ والحدث قد زال بالاول) وعند ابی یوسف ومحمد المیاہ کلہا علٰی حالہا اما عند محمد فظاھر لانہ لم یوجد اقامۃ القربۃ بشیئ منہا واما ابو یوسف فقد ترک اصلہ عند الضرورۃ علٰی ما یذکر[1] اھ فقد افاد ان لو وجدت نیۃ القربۃ لصار الماء مستعملا عند الامام الربانی

پندرھواں پھر انہوں نے آگے گزرے ہوئے قول "وان کان علٰی یدہ نجاسۃ حکمیۃ فقط" کے تحت فرمایا بہر حال پانی، تو پہلا پانی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستعمل ہے کیونکہ اس میں حدث کا ازالہ پایا جاتا ہے اور باقی اپنے حال پر باقی ہیں کہ وہاں کوئی ایسا سبب موجود نہیں جس کی بنا پر ان کو مستعمل قرار دیا جائے (یعنی مفروضہ تو یہ ہے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے یا ڈول کی طلب میں غوطہ لگایا اور قربۃ کی نیت نہیں ہے، اور حدث پہلے ہی سے زائل ہو گیا) اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک کل پانی اپنی حالت پر ہیں، محمد کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان سے قربۃ ادا نہیں کی گئی ہے اور ابو یوسف نے ضرورت کی وجہ سے اپنی اصل کو چھوڑا ہے جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے اھ پس انہوں نے بتایا کہ اگر قربۃ کی نیت ہو گی تو پانی مستعمل ہو گا

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

ایضا بل ھو کذلک فان التحقیق انہ لایقصر
الاستعمال علی نیۃ القربۃ کما تقدم۔

اقول فھذہ صرائح نصوص المسألۃ
عن ائمۃ المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہم اتی
بھا ملک العلماء فلا یعارضھا ما وقع منہ
فی تعلیل او جدل اما الجدل فظاھر و
العلۃ ان صحت لزمت صحۃ الحکم لا عکس
لجواز ان تکون ھذہ باطلۃ و الحکم معللا
بعلۃ اخری وھھنا کذلک فان القول بنجاسۃ
المستعمل معلل بوجوہ اخر ذکرت فی البدائع
نفسھا و الھدایۃ و الکافی و التبیین وغیرھا
وھذا العلامۃ قاسم قد رد علی ملک العلماء
استدلالہ بھذا الحدیث فی رسالتہ ھذہ
وقد تقدم قولہ انہ لایطابق عمومہ فروعھم
المذکورۃ فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراھۃ
الخ وقال قبلہ حیث رد بعض کلام البدائع
قولا قولا قولہ وروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم انہ قال لایبولن احدکم فی الماء
الدائم ولا یغتسلن فیہ من الجنابۃ من غیر
فصل بین دائم ودائم الخ یقال علیہ
انظر ھل انت من اکبر مخالفی ھذا الحدیث
حیث قلت انت و مشایخک انہ یتوضؤ من
الجانب الاخر فی المرئیۃ و یتوضؤ من
ای جانب کان فی غیر المرئیۃ کما اذا بال فیہ
انسان او اغتسل جنب ام انت من العاملین

امام ربانی کے نزدیک، بلکہ حقیقۃً یہی ہے کیونکہ تحقیق
یہ ہے کہ مستعمل ہونا نیتِ قربۃ پر موقوف نہیں جیسا کہ گزرا۔

میں کہتا ہوں یہ تصریحات ہیں جو اس مسئلہ
میں ائمہ مذہب سے منقول ہیں، ان کو ملک العلماء
نے ذکر کیا ہے، ان کے معارض وہ عبارت نہیں
ہوسکتی ہے جو انہوں نے علّت کے بیان کے وقت یا
جدل کے طور پر بیان کی ہے، جدل کی بات تو ظاہر ہے
اور علۃ اگر صحیح ہُوئی تو حکم کی صحت کو لازم ہوگی، اور
اس کا عکس نہ ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ علت باطلہ
ہو اور حکم در اصل کسی اور علۃ کی وجہ سے ہو، اور یہاں
یہی صورتِ حال ہے، کیونکہ مستعمل پانی کی نجاست کا
قول دوسری علتوں کی وجہ سے ہے جو بدائع میں مذکور
ہیں، ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہا میں بھی یہی ہے،
اور علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ملک العلماء کے
اس حدیث سے استدلال پر رَد کیا ہے اور ان کا یہ قول
گزرچکا ہے کہ اس کے عموم اور ان کے مذکورہ فروع
میں مطابقت نہیں پائی جاتی ہے جو ماءِ کثیر سے متعلق
ہیں تو اس کو کراہت پر محمول کیا جائے گا الخ اور
اس سے قبل فرمایا جہاں انہوں نے بدائع کے بعض
کلام کو رد کیا ہے، اور ایک ایک بات کا رد کیا ہے
کہ ان کا قول کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے
پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں غسلِ
جنابت کرے، اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے ایک
ٹھہرے ہُوئے اور دوسرے ٹھہرے ہُوئے کے درمیان الخ

به فانه لا اعجب ممن یستدل بحدیث هو احد من خالفه اھ وھذا ما اشار الیہ بقول لا یطابق عمومه الخ

اس پر یہ کہا جائے گا غور کرو کیا تم اس حدیث کے بڑے مخالفین میں سے ہو۔ کیونکہ تم نے اور تمھارے مشایخ نے کہا ہے کہ اگر نجاست نظر آ رہی ہو تو دوسرے کنارے سے وضو کرے اور اگر نظر نہ آتی ہو تو جس کنارے سے چاہے وضو کرے، جیسے کسی انسان نے اس پانی میں پیشاب کیا یا جنب نے غسل کیا۔ یا تم اس حدیث پر عمل کرنے والوں میں سے ہو، اس سے زیادہ تعجب خیز بات کیا ہوگی کہ جو شخص اس حدیث کا مخالف ہے وہی اس حدیث سے استدلال بھی کرتا ہے اھ اور یہ ہے وہ بات جس کی طرف انھوں نے اپنے قول لا یطابق عمومہ میں اشارہ کیا تھا الخ

اقول رحمکم اللہ جاوزتم الحد فی الاخذ والرد **اولا** ما قالوه انما هو فی الکثیر والکثیر ملحق بالجاری والحدیث فی الدائم **ثانیا** الکراهة ان ارید بها کراهة التحریم لم یلائم قوله وبذلك اخبر راوی الخبر قال کنا نستحب الی اخر ما مر مع انها لا تفید کواذ لولم یتغیر به الماء لم یکن وجه للنهی عنه الا تری ان الماء الکثیر لعدم تغیره یجوز الاغتسال فیه اجماعا کما فی البدائع وقد استدل هو علی نجاسة الماء المستعمل وشیخکم المحقق علی الاطلاق علی انسلاب الطهوریة عنه بهذا النهی المفید کراهة التحریم وان ارید بها کراهة التنزیه فعدول عن الحقیقة من دون ضرورة ملجئة ولا یلائمها نون التاکید فی قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا یغتسلن وقد دفع العلامة الاکمل فی العنایة کراهة التنزیه بان تقییده بالدائم ینافیه فان الماء الجاری

میں کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے تم نے قبول کرنے اور رد کرنے دونوں میں حد سے تجاوز کیا ہے، اول تو یہ کہ جو کچھ اُنھوں نے فرمایا ہے وہ کثیر پانی کی بابت ہے اور کثیر جاری کے حکم میں ہے اور حدیث ٹھہرے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔

ثانیاً اگر کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے تو یہ ان کے قول کے موافق نہ ہوگی، اور اسی کی خبر حدیث کے راوی نے دی فرمایا "کنا نستحب الخ" پھر یہ آپ کے لیے مفید نہیں، اس لیے کہ اگر اس کی وجہ سے پانی میں تغیر نہ ہوتا تو اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مثلاً کثیر پانی کہ وہ متغیر نہیں ہوتا اس سے غسل کرنا بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے اور اس نے خود اس سے مستعمل پانی کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے اور آپ کے شیخ محقق نے پانی سے طهوریت کے سلب ہوجانے پر استدلال کیا ہے، اور دلیل یہی نہی ہے جو کراہت تحریمی کو ظاہر کرتی ہے اور اگر اس سے کراہت تنزیہی کا ارادہ کیا جائے تو یہ حقیقت سے بلا ضرورت کے انحراف کرنا ہے

یشار کہ فی ذلک المعنی فان البول کما انہ لیس بادب فی الماء الدائم فکذ لک فی الجاری فلا یکون للتقیید فائدۃ وکلام الشارع مصون عن ذلک[1] اھ وقد قال فی المجتبی اما البول فیہ فمکروہ قلیلا کان اوکثیرا دائما اوجاریا وسمی ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من یبول فی الماء الجاری جاھلا[2] اھ کما فی ابن الشلبی علی التبیین۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لایغتسلن میں جو نون تاکید ہے اُس سے بھی اس کی مطابقت نہیں، اور علامہ اکمل نے عنایہ میں کراہت تنزیہ کو دفع کرتے ہُوئے فرمایا کہ اس کو "دائم" کی قید سے مقید کرنا اس کے منافی ہے کیونکہ جاری پانی بھی اس کا شریک ہے کراہت تنزیہ میں۔ کیونکہ پیشاب کرنا ٹھہرے ہُوئے پانی میں خلافِ ادب ہے اس طرح جاری پانی میں مکروہ ہے تو مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور شارع کا کلام اس سے محفوظ ہے اھ اور مجتبٰی میں ہے کہ پانی میں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، ٹھہرا ہوا ہو یا جاری' پیشاب کرنا مکروہ ہے' اور ابوحنیفہ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے والے کو جاہل کہا ہے اھ جیسا کہ ابن شلبی علی التبیین میں ہے۔

اقول المقرر عندنا ان نصوص الشارع لانظر فیھا الی مفھوم الخلاف ویجوزان یکون ذکر الدائم نظرا الی الحکم الثانی ھو النھی عن الاغتسال **وثالثا** ھب انھم لم یعملوا فی بعض الصور باطلاقہ فلیس من قید اطلاقا اوخصص عموما لدلیل لاح ممنوعا عن التمسک بہ فی شیئ اٰخر ھذا وکذا عدم استعمال الماء بوقوع محدث فی البئر عند محمد علی تسلیمہ لو لا تعللونہ بما تقرر عندکم وصرحتم بہ غیر مرۃ ان محمدا لایقول بالاستعمال الا بنیۃ القربۃ وای نیۃ للساقط وانتم المصرحون کما تقدم ان الظاھر ان انغمس

میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک طے شدہ اصول یہ ہے کہ شارع کے نصوص میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں، یہ جائز ہے کہ دائم کی قید دوسرے حکم کے لحاظ سے ہو، یعنی غسل کی ممانعت۔

ثالثاً مان لیا کہ بعض صورتوں میں انہوں نے اس کے اطلاق پر عمل نہیں کیا ہے تو جس نے کسی مطلق کو مقید کیا ہو یا عام کو خاص کیا ہو کسی دلیل کی بناء پر' اس کو یہ ممنوع نہیں ہے کہ وہ اس جگہ سے کسی اور چیز کا استدلال کرے، اور اسی طرح پانی کا مستعمل نہ ہونا کسی مُحدِث کے کنویں میں گرجانے کی وجہ سے محمد کے نزدیک' اگر اس کو تسلیم بھی کردیا جائے، تو آپ اس کی علت وہ کیوں نہیں بتاتے ہو جو تمہارے نزدیک مقرر ہے' اور

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴

[2] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ ببولاق مصر ۱/ ۲۱

فیها للاغتسال صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنھم فلم لم یقل محمد ثم ان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونہ طھورًا۔

تم نے ایک سے زائد مرتبہ اس کی وضاحت کی ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ پانی اسی وقت مستعمل ہوگا جب قربۃ کی نیت ہو، اور جو پانی میں گر جائے اس کی کیا نیت ہوگی! اور تم نے تصریح کی ہے جیسا کہ گزرا کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غوطہ لگائے نہانے کے لیے تو پانی ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک مستعمل ہو جائے گا، تو محمد نے کیوں نہیں کہا پھر غیر مستعمل اکثر ہے تو طہور ہونے سے خارج نہ ہوگا۔

السادس عشر الروایۃ الصحیحۃ المعتمدۃ فی مسألۃ جحط رابعۃ لم تشملھا الحروف وھی طمر ای ان الرجل طاھر زال حدثہ والماء طاھر غیر طھور قال فی الھدایۃ[1] والکافی والتبیین[2] والسراج وغیرھا انھا اوفق الروایات و[3] فی الدر انہ الاصح وفی الفتح وشرح المجمع انھا الروایۃ الصحیحۃ وفی البحر انہ المذھب المختار وانہ الحکم علی الصحیح[4] فانقطعت الشبھۃ راسا واستقر بحمد اللہ عرش التحقیق علی ان الاستعمال یشیع فی الماء القلیل سریان النجاسۃ۔

سولھواں صحیح روایت اور معتمد روایت مسئلہ جحط میں چوتھی ہے اس کو حروف شامل نہیں اور وہ طمر ہیں یعنی انسان پاک ہے اس کا حدث زائل ہوگیا ہے اور پانی پاک تو ہے مگر طہور (پاک کرنے والا) نہیں ہے، ہدایہ، کافی، تبیین اور سراج وغیرہا میں ہے کہ یہ تمام روایتوں میں سب سے زیادہ جامع ہے، اور دُر میں اسی کو اصح کہا، اور فتح اور شرح مجمع میں کہا کہ یہی صحیح روایت ہے اور بحر میں اسی کو مذہب مختار قرار دیا ہے اور یہ کہ صحیح قول کے مطابق حکم یہی ہے تو شبہ بالکل منقطع ہوگیا اور یہ امر محقق ہوگیا کہ مستعمل ہونا تھوڑے پانی میں اسی طرح سرایت کرتا ہے جس طرح نجاست سرایت کرتی ہے۔

السابع عشر فرق قدس سرہ فی الحدث والنجاسۃ حیث تشیع ولا یشیع

سترھواں قدس سرہٗ نے حدث اور نجاسۃ میں فرق کیا ہے کہ نجاست سرایت کرتی ہے اور حدث

---

[1] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ ببولاق مصر ۱/۲۵
[2] دُر مختار باب میاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[3] بحر الرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[4] ایضاً ۱/۹۶

بان النجس یختلط بالطاھر علی وجہ لایمکن التمییز بینھما فیحکم بنجاسۃ الکل۔

سرایت نہیں کرتا ہے کیونکہ نجس پاک چیز کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے کہ دونوں میں امتیاز نہیں ہوسکتا ہے تو کل پر نجاست کا حکم ہوگا۔

اقول اولاً الوجہ قاصر عن المدعٰی فرب نجس لایختلط ورب نجس یختلط ویمکن التمییز فلم یسری الحکم الی جمیع الماء القلیل ارأیتم لووقع فی الغدیر شعرۃ من خنزیر افلایتنجس الا القدر الذی لاقاھا اذلاشیئ ھناك یختلط فلا یمکن التمییز ھذا لایقول بہ احد منا فان قلت تنجس بہا ماولیھا وھو مختلط بسائر الاجزاء بحیث لایمکن التمییز اقول فصبغ نجس القی فی غدیر یلزم ان لاینجس الاما یصبغ بہ لحصول التمییز باللون فان قلت مالم ینصبغ جاور المنصبغ فسری الحکم الی الکل۔

میں کہتا ہوں اول وجہ مدعٰی سے قاصر ہے کہ بہت سے نجس مختلط نہیں ہوتے اور بہت سے نجس مختلط ہوتے ہیں اور ممتاز رہتے ہیں تو حکم قلیل پانی میں مکمل طور پر نہ ہوگا مثلاً تالاب میں خنزیر کا ایک بال گر جائے تو کیا صرف وہی نجس ہوگا جو بال سے متصل ہوا ہو کہ اس میں کوئی چیز مختلط ہونے والی نہیں پائی جاتی ہے لہذا امتیاز نہیں ہوسکتا ہے، یہ قول ہم میں سے کسی کا نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اس سے وہ پانی نجس ہوگا جو اس سے متصل ہے اور وہ تمام اجزاء سے ملا ہوا ہے کہ تمیز ممکن نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی نجس شے کا تالاب میں مل جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ صرف اتنا پانی ہی نجس ہو جو اس میں ملا ہو کیونکہ یہاں رنگ کی وجہ سے امتیاز حاصل ہوجائیگا۔ اگر کہا جائے کہ جو پانی شے سے آلودہ ہوگیا وہ اُس پانی سے مل جائے گا جو آلودہ نہیں ہوا ہے اس طرح کل پانی نجس ہوگیا۔

اقول ھذہ طریقۃ اخری غیر ما سلك الامام ملك العلماء من ان الحکم بنجاسۃ الکل لعدم التمییز لاللسریان بالجوار وسیأتیك الرد علیھا فی المائع وقد انکرھا فی البدائع بقولہ قدس سرہ الشرع ورد بتنجیس جار النجس لا بتنجیس جار جار النجس الاتری ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم بطہارۃ

میں کہتا ہوں یہ ملک العلماء کے راستے کے علاوہ ایک اور راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کل پانی کی نجاست کا حکم عدمِ تمیز کی بناء پر ہے اس لیے نہیں کہ متصل پانی میں اس نے سرایت کی ہے، اس کی تردید آپ مائع کے بیان میں پڑھ لیں گے، اور بدائع میں اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شریعت نے ناپاک کے متصل کے ناپاک ہونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہ متصل کے متصل کی ناپاکی کا حکم دیا ہے مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ

ماجاور السمن الذی جاور الفأرة وحکم بنجاسة ماجاور الفارۃ وھذا لان جار جار النجس لو حکم بنجاسۃ لحکم ایضا بنجاسۃ ما جاور جار جار النجس الی مالانہایۃ لہ فیؤدی الی ان قطرۃ من بول او فأرۃ لو وقعت فی بحر عظیم ان یتنجس جمیع مائہ لاتصال بین اجزائہ وذٰلک فاسد[1] اھ وقدکان سنح لی فی الرد علی ھذا ثلثۃ اوجہ ذکرتہا علی ہامش نسختی البدائع

اولہا ف[1] التقریر فی الجامد فلا سرایۃ

وثانیہا ف[2] الشرع جعل الکثیر والجاری لا یقبلان النجاسۃ مالم یتغیر احد اوصافہما والماء القلیل شیئ واحد ففیہ جار الجار جار

وثالثہا ذکر الشیخ الامام ھذا لابداء الفرق فی حکم الفارۃ والھرّ والشاۃ الواقعۃ فی البئر بنزح عشرین واربعین والکل بان الفارۃ یجاورھا من الماء عشرون دلوا الصغر جثتہا فحکم بنجاسۃ ھذا القدر لان ماوراءہ لم یجاور الفارۃ بل جاور ماجاور الفارۃ و الشرع ف[3] ورد الی اخر ما مر فکتبت علیہ ان لو فرض عدم التنجیس بالفارۃ الا لقدر عشرین لزم فساد الکل للاختلاط بحیث لا یمتاز ثم رأیت العلامۃ ابن امیر الحاج ذکر فی الحلیۃ الوجہین الاولین بعبارات مطنبۃ مفیدۃ کما ھو دابہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

علیہ وسلم نے اُس پانی کے پاک ہونے کا حکم دیا جو اس گھی سے متصل ہے جو چُوہے سے متصل ہے اور جو گھی چُوہے کے متصل ہے وہ ناپاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نجس کے متصل کا متصل اگر اس پر نجاستہ کا حکم لگایا جائے تو جو متصل کے ساتھ متصل ہوگا اس پر بھی نجاست کا حکم لگایا جائے گا اور یہ سلسلہ لامتناہی چلے گا، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ یا چُوہیا بڑے سمندر میں گرجائے تو تمام کا تمام پانی ناپاک ہوجائے کیونکہ پانی کے تمام اجزاء ایک دُوسرے سے متصل ہیں، اور یہ غلط ہے اھ میں نے اس کی تردید تین طرح کی ہے، اور یہ وجوہ میں نے اپنے بدائع کے نسخہ کے حاشیہ پر ذکر کی ہیں:

(۱) گفتگو جامد چیز میں ہے تو سرایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) شریعت نے کثیر اور جاری پانی کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں تبدیلی نہ ہوجائے اور تھوڑا پانی شیئ واحد ہے، اس میں متصل کا متصل، متصل ہے۔

(۳) شیخ امام نے یہ اس لیے بیان کیا ہے کہ چُوہیا، بلّی اور بکری جو کنویں میں گرجائے ان کے حکم میں فرق ظاہر ہوجائے، بیس، چالیس ڈول اور

---

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر المحل نجساً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

11
11

فقال فی الاول معلوم ان الماء لیس بشیئ کثیف یمنع کثافتہ سریان النجاسۃ الواقعۃ فیہ من محلہا الذی حلت بہ الی غیرہ کما فی السمن الجامد لیقع الاقتصار فی التنجیس علی الجار المتصل دون غیرہ بل ھو مائع دقیق لطیف تعین لطافتہ ورقۃ اجزائہ مع الاضطراب العارض لہ بواسطۃ الاخذ منہ علی سرایۃ النجاسۃ الی سائر اجزائہ ثم ذکر الثانی بعد کلام آخر[1]

کل پانی نکالا جائے گا۔ چُوہیا کے ساتھ پانی کے بیس ڈول متصل ہیں کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے تو اتنی ہی مقدار پانی کی نکالی جائے گی کیونکہ اس مقدار کے علاوہ پانی چُوہیا کے متصل نہیں ہے بلکہ جو چُوہیا سے متصل ہے اس کے متصل ہے اور حکمِ شرع اس کی مثل وارد ہوا ہے الخ میں نے اس پر لکھا ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ چُوہیا سے صرف بیس ڈولوں کی مقدار نجس ہوگی تو کل کا فساد لازم آئے گا کہ اختلاط ہوا ہے اور امتیاز ختم ہوگیا۔ پھر میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے حلیہ میں دو پہلی وجوہ مفصل عبارات سے لکھی ہیں، جیسا کہ ان کا اسلوب ہے، پہلی میں فرمایا یہ معلوم ہے کہ پانی کثیف شئے نہیں کہ اس کی کثافت اس نجاست کی سرایت کو مانع ہو جو اس میں گری ہے جیسا جامد گھی، تاکہ ناپاکی صرف متصل تک ہی محدود رہے دوسرے تک تجاوز نہ کرے، بلکہ پانی مائع ہے رقیق ہے لطیف ہے اس کی لطافت و اجزاء کی رقت عارض ہونے والے اضطراب کے ساتھ، دوسرے تمام اجزاء تک نجاست کے سرایت کرنے میں معاون ہے، پھر دوسری وجہ دوسرے کلام کے بعد ذکر کی۔ (ت)

والاٰن اقول السمن الجامد ھل یقبل التنجس بجوار النجس ام لاعلی الثانی لم امر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتقویر ماحول الفأرۃ وسلمتم نجاستہ وعلی الاول اذا فرض ان جار النجس نجس فھلم جرا وجب تنجیس ما یجاور ھذا الماء مور بتقویرہ لکونہ مجاور النجس وان لم یجاور الفارۃ فلا یجدی الفرق باللطافۃ والکثافۃ بل لقائل ان

اور اب میں کہتا ہوں منجمد گھی نجس کے ملنے کی وجہ سے نجس ہونے کو قبول کرے گا یا نہیں! دوسری تقدیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چُوہیا کے ارد گرد کے گھی کو دُور کرنے کا حکم کیوں فرمایا اور تم نے اس کی نجاست تسلیم کرلی، اور پہلی تقدیر پر جب یہ فرض کیا گیا کہ نجس کا پڑوسی نجس ہے اور ھلم جرا تو جو حصہ صافی والی جگہ سے ملا ہوا ہے اسکو نجس کرے گا کیونکہ وہ اس نجس کے مجاور ہے اگرچہ چُوہیا کے مجاور نہیں تو لطافت کثافت کا فرق کچھ مفید نہ ہوگا، بلکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے

(ترجمہ)

---

[1] حلیہ

ف ۱

يقول اذا تنجس السمن حولها فمايجاورهذا السمن ليس جار جار النجس بل جار النجس وهكذا الى الاخر فان فرق بان السمن متنجس لا نجس و جار النجس يتنجس لا جار المتنجس لزم ان لا يتنجس الماء اذا القى فيه هذا السمن بعد التقوير لانه لاقى متنجسا لا نجسا وبه يظهر ما فى كلام ملك العلماء و يطوى هذا البساط من اوله۔

ف ۲

فاقول وبالله التوفيق ليس سبب

ف ۳

تنجس الطاهر مجاورته لنجس الا ترى ان لولف ثوب نجس فى ثوب طاهر لم يتنجس الطاهر اذا كانا يابسين بل ولا اذا كانت فى النجس بقية نداوة يظهر بها فى الطاهر اثر كما فى الدر والشامى وبيناه فى فتاونا بل هو اكتساب الطاهر حكم النجاسة عند لقاء النجس و ذلك يحصل فى الطاهر المائع القليل بمجرد اللقاء وان كان النجس يابسا لا بلة فيه وفى الطاهر الغير المائع بانتقال البلة النجسة اليه فلابد لتنجيسه من بلة تنفصل ثم يختلف الامر باختلاف جرم الطاهر لطافة وكثافة فالسراية فى اللطيف اكثر منها فى الكثيف وكذلك قد يختلف باختلاف زمن التجاور اذا عرفت هذا فالسمن يقور ويلقى منه قدر ما يظن سراية البلة النجسة اليه ويبقى الباقى طاهرا لان التنجس لم يكن

کہ جب چوہیا کے ارد گرد گھی نجس ہوگیا تو جو اس گھی کے مجاور ہے وہ نجس کے متصل کا متصل نہیں ہے بلکہ نجس کا متصل ہے اور اسی طرح اخیر تک، اگر یہ فرق کیا جائے کہ گھی متنجس ہے نجس نہیں ہے اور نجس کا متصل نجس ہوتا ہے نہ کہ متنجس کا متصل، تو لازم آئے گا کہ پانی اس وقت نجس نہ ہو جب اس میں یہ گھی نتھارنے کے بعد ملایا جائے کیونکہ اس کی ملاقات متنجس سے ہوئی نجس سے نہیں ہوئی، اس سے ملک العلماء کے کلام کی خامی ظاہر ہوجاتی ہے اور بساط ابتداً سے لپیٹ دی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق، پاک کا ناپاک ہونا اس لیے نہیں ہے کہ وہ ناپاک سے متصل ہے مثلاً یہ کہ اگر ایک نجس کپڑا پاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے تو پاک ناپاک نہ ہوگا، اگر وہ دونوں خشک ہیں بلکہ اس صورت میں بھی نجس نہ ہوگا جبکہ ناپاک میں تری باقی ہو جس کا محض اثر پاک پر ظاہر ہو، جیسا کہ دُر اور شامی میں ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے بلکہ وُہ پاک کا نجاست کے حکم کو حاصل کرنا ہے نجس کے ملنے سے اور یہ اُس پاک میں ہوتا ہے جو مائع اور قلیل ہو، اور یہ محض ملنے سے ہوگا اگرچہ نجس خشک ہو اور اس میں تری نہ ہو، اور طاہر غیر مائع میں نجس تری اس کی طرف منتقل ہوگی تو اس کو ناپاک کرنے کے لیے تری کا ہونا ضروری ہے جو اس سے جُدا ہو، پھر معاملہ پاک کے جرم کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگا، یعنی لطافت و کثافت کے اعتبار سے، تو لطیف میں بہ نسبت کثیف کے سرایت زیادہ ہوگی، اور اسی طرح یہ اختلاف اتصال کے زمانہ کے اختلاف سے بھی پیدا

لمجاورة النجس حتی یقال ان السمن الذی بعدہ مجاور لهذا النجس بل لسرایة البلة وقد انتهت فظهران استشهاد ملک العلماء بمسألة السمن علی التفرقة بین الفأرة وما فوقها لاوجه له وانما الأبار تتبع الاٰثار وما احسن ما قال المحقق رحمه الله تعالٰی فی فتح القدیر فی مسائل البئر من الطریق ان یکون الانسان فی ید النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم واصحابه رضی الله تعالٰی عنهم کالاعمٰی فی ید القائد[1] اھ نسأل الله تعالٰی حسن التوفیق اٰمین

ہوتا ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو گھی کو نتھارا جائے گا اور اس میں سے اتنی مقدار پھینک دی جائے گی جتنی میں کی طرف نجس تری کی سرایت کا گمان ہو اور باقی پاک رہے گا کیونکہ ناپاک ہونا نجس کے اتصال کی وجہ سے نہ تھا کہ یہ کہا جائے کہ اس کے بعد والا گھی اس نجس کے مجاور (متصل) ہے بلکہ اس کی نجاست تری کے اس کی طرف آجانے کی وجہ سے ہے اور تری ختم ہو چکی ہے، تو معلوم ہوا کہ ملک العلماء کا استشہاد گھی کے مسئلہ سے چوہیا اور اس سے بڑے جانور کے مسئلہ میں اختلاف کو ثابت کرنے کے لیے بلا وجہ ہے اور بیشک کنویں آثار کے تابع ہوتے ہیں، اور محقق نے فتح القدیر میں خوب فرمایا کنویں کے مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں اس طرح ہاتھ دے دے جیسے اندھا اپنے قائد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے، ہم اللہ تعالٰی سے احسن توفیق کے سائل ہیں۔

وثانیا وھو الثامن عشر

لیس مذھبنا ان النجس اذا وقع فی الماء القلیل لم ینجس منه الا ما اتصل به عینا والباقی باق علی طهارته وانما یمتنع استعماله مخافة استعمال النجس لاختلاطه به بحیث لا یمکن التمییز بل المذھب قطعا شیوع النجاسة فینجس الکل وحینئذ۔

اور ثانیاً (اور یہی اٹھارھواں ہے) ہمارا مذہب یہ نہیں ہے کہ جب نجاست تھوڑے پانی میں گر جائے تو صرف وہی پانی ناپاک ہوگا جو اس سے متصل ہے اور باقی پاک رہے گا اور اس کا استعمال اس لیے ممنوع ہوگا کہ کہیں اس میں ناپاک مل کر نہ آجائے اور پتا نہ چل سکے، بلکہ قطعی مذہب یہ ہے کہ نجاست تمام کو شامل ہوگی۔

اقول ماذا یشیع من النجاسة عینها ام حکمها ای یکتسب الماء بمجاورتها حکمها الاول باطل قطعا لما علمت من انجاس لاتختلط وایضا قطرة من بول مثلا کیف تمتزج بغدیر کبیر غیر کبیر فان قسمة الاجسام

اور اس صورت میں میں کہتا ہوں کہ نجاست کے عموم سے کیا مراد ہے کیا عین نجاست عام ہوگی یا اس کا حکم عام ہوگا؟ یعنی قریبی پانی پر بھی اس کا حکم لاگو ہوگا، پہلی صورت تو قطعاً باطل ہے کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ نجاستوں میں اختلاط نہیں پایا جاتا ہے

[1] فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۶

متناهية عندنا فيستحيل ان يكون فی الصغير
ما يساوی عدة حصص الكبير وللثانی وجهان
الانتقال التدريجی ای يكتسب الحكم ما يليها من
الماء من كل جانب ثم الاجزاء التی تلی هذه
المياه تكتسب من هذه ثم وثم الی ان ينتهی
الی جميع الماء ما لم يبلغ حد الكثرة ام الثبوت
الدفعی بان ينجس الكل بوقوع النجس معا من
دون توسيط وسائط الاول باطل لانا نعلم
قطعا ان بوقوع قطرة من بول مثلا فی هذا
الطرف من غدير طوله مائة ذراع وعرضه ذراع
الا نصف اصبع وعمقه الف ذراع يتنجس الطرف
الاخر واخر القعر معا لا ان الشرع يحكم بتأخر
تنجس ذلك الطرف بزمان صالح لانتقال
الحكم شيئاً فشيئاً فاذن ثبت ثبوت الحكم للكل
معا اصالة بدون توسط ومعلوم من
الشرع ان الماء لا ينجسه الا ملاقاة النجس
وقد افدتم انتم ههنا ان ملاقاة النجس الطاهر
توجب تنجيس الطاهر وان لم يغلب على
الطاهر فوجب ان الملاقاة حصلت لكل
الماء دفعة لا بالوسائط ومعلوم قطعا ان
اللقاء الحسی أن الوقوع ليس الا لجزء خفيف
والامر اظهر فی نحو الشعرة المذكورة فثبت
انها حين وقعت لاقت جميع اجزاء الماء
القليل والا لما تنجس الكل مع العدم السبب
فظهر ولله الحمد ان الماء القليل فی نظر

مثلاً پیشاب کا ایک قطرہ ایک بڑے تالاب سے کیسے
مختلط ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام کی تقسیم
متناہی ہے، تو یہ امر محال ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز
کے متعدد حصوں سے مل جائے اور دُوسری شق میں بھی دو
صورتیں ہیں، ایک تو تدریجی انتقال ہے، یعنی جو پانی
نجاست کے متصل ہے وہ حکم کو حاصل کرلے ہر طرف
سے، پھر اس سے متصل پانی کے دوسرے اجزاء ان
سے حکم کو حاصل کرلیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری
رہے جب تک کہ یہ حکم تمام پانی کو عام نہ ہوجائے،
جب تک حدِ کثرت کو پانی نہ پہنچے یا انتقال دفعۃً اور
یکدم ہو کہ نجاست گرتے ہی سارا پانی ناپاک ہوجائے
اور درمیان میں کوئی واسطہ نہ آئے، پہلا باطل ہے
کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ
ایسے حوض میں گرجائے جس کی لمبائی سَو ہاتھ ہے اور
چوڑائی ایک ہاتھ سے ایک انگل کم اور گہرائی ایک ہزار
ہاتھ ہے اب جس کنارے میں وہ قطرہ گرا ہے وہ قطعاً
ناپاک ہے اور دوسرا کنارہ بھی ناپاک ہے اور گہرائی کا
آخری حصہ تک ناپاک ہے اور یہ سب بیک وقت ہوگا
یہ نہیں کہ شریعت دوسرے کنارے کی ناپاکی کا حکم
قدرے تاخیر سے دے گی کہ آہستہ آہستہ حکم اس کی
طرف منتقل ہو، اس سے معلوم ہوا کہ حکم اصالۃً تمام پانی کیلئے
بیک وقت بلا توسط کے منتقل ہوگا، اور یہ بات معلوم ہے
کہ شریعت پانی کو اس وقت تک نجس قرار نہیں دیتی ہے
جب تک کہ نجاست اس کی طرف منتقل نہ ہو اور آپ
نے یہاں فرمایا ہے کہ نجس کا پاک سے ملنا پاک کو نجس

الشرع كشئ واحد بسيط وان ملاقاة جزء منه ملاقاة للكل فثبت ان المحدث اذا ادخل يده مثلاً فى الغدير الغير الكبير فبمجرد الادخال لاقاها الماء كله فصار جميعه مستعملا والحمد لله على حسن التفهيم و تواتر الائه و بالجملة لوكان اللقاء يقتصر على ما اتصل به حقيقة لم يتنجس بوقوع الشعرة الا القطيرات تحيطها لان سبب التنجيس ليس الا ملاقاة النجس وهى مقصورة على تلك القطيرات لكنه باطل قطعا فعلم ان الكل ملاق وانه لا مساغ لان يقال ان غير الملاقى اكثر من الملاقى والله الحمد دائم الباقى، والصلوٰة والسلام على المولى الكريم الواقى، وآله وصحبه اجمعين الى يوم التلاق۔

کردیتا ہے خواہ وُہ پاک پر غالب نہ ہُوا ہُو تو معلوم ہُوا کہ ملاقاۃ تمام پانی سے دفعۃً بلا واسطوں کے ہوتی ہے، اور یہ قطعی معلوم ہے کہ حسی لقاء محض ایک خفیف جزء سے ہے، یہ چیز بال کی مثال سے واضح ہے جو گزر چکی ہے، اس سے ثابت ہُوا کہ جب نجاست گری تو کل پانی کے تمام اجزاء سے ملی، ورنہ تو تمام پانی بیک وقت ناپاک نہ ہوتا کیونکہ اس کا سبب موجود نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑا پانی شارع کی نگاہ میں شئی واحد ہے اور بسیط ہے اور اس کے ایک جزء کی اس سے ملاقاۃ کُل سے ملاقاۃ ہے تو ثابت ہُوا کہ مُحدِث جب اپنا ہاتھ مثلاً چھوٹے تالاب میں ڈالے تو ہاتھ ڈالتے ہی کُل پانی اُس سے مل گیا تو سب مستعمل ہوگیا، اور خلاصہ یہ کہ اگر ملاقاۃ صرف اسی حد تک ہوتی جس سے پانی حقیقۃً ملا ہے تو بال گرنے سے صرف چند قطرات ہی نجس ہوتے جو بال کے گرد اگرد ہوتے کیونکہ ناپاکی کا سبب نجس سے ملاقاۃ ہے جو ان چند قطروں تک محدود ہے، مگر یہ چیز قطعاً باطل ہے، تو معلوم ہُوا کہ سارے کا سارا مُلاقی ہے اور اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ یہ کہا جائے کہ غیر مُلاقی، ملاقی سے زیادہ ہے۔ (ت)

ثالثا وهو التاسع عشر

قصر الحكم على الملاقى يحيل الاستعمال، و يسلكه فى سلك المحال، و ذلك لان الاجسام لا تتلاقى الا بالسطوح لاستحالة تداخل الاجسام و انى يقع السطح من الجسم فماء الوضوء و الغسل يجب ان يبقى طهورا لان الذى لاقى منه بدن المحدث سطح و الباقى جسم فلا يسلبه الطهورية لان المستعمل

ثالثاً، یہی (انیسواں) ہے حکم کا محض ملاقی تک محدود رکھنا استعمال کو محال کرنا ہے کیونکہ اجسام کی ملاقاۃ صرف سطوح سے ہوتی ہے، کیونکہ اجسام میں تداخل محال ہے اور سطح کو جسم سے کتنی نسبت ہے؛ تو وضو اور غسل کا پانی واجب ہے کہ طہور ہے کیونکہ پانی کے جس حصّے کو مُحدِث کا بدن ملا ہے وہ فقط سطح ہے اور باقی جسم ہے تو وہ اس کی طہوریۃ کو سلب نہ کرے گا، کیونکہ مستعمل اپنے غیر سے

اقل بكثير من غيره۔

فان قلت نعم هو الحقيقة ولكن الشرع المطهر اعتبر كل الجسم المصبوب على بدن المحدث مستعملا لانه شئ واحد متصل۔

قلت فكذا كل ماء قليل شئ واحد حكما شرعيا متصل حسا عاديا ولو يكن ذلك في المصبوب للصب بل لقلته الا ترى ان ماء الغدير يتنجس كله معا بوقوع قطرة من نجس وماهو الا لانه شئ واحد لقاء جزء منه لقاء الكل كما بينا فبادخال المحدث يده في الاناء لاقاها كل ما في الاناء لا السطح المتصل بها فقط وفيه المقصود

فان قلت المؤثر الاستعمال وهو بالصب يعد مستعملا لكل المصبوب فيصير كله مستعملا۔

قلت لادخل لفعل المكلف عندنا انما المؤثر كون الماء القليل المعدود شرعا شيأ واحدا اسقط فرضا او اقام قربة وهذا حاصل في الوجهين۔

ورابعا وهو العشرون ماء في طست اراد المحدث ان يغسل به يده فله فيه وجهان ان يصبه على يده فيرد الماء على الحدث او يدخل يده في الطست فيرد الحدث على الماء

بہت کم ہے۔

اگر کہا جائے کہ حقیقۃً تو ایسا ہی ہے لیکن شریعت نے کل پانی کو جو مُحدِث کے جسم پر بہایا گیا ہے مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ وہ شئ واحد ہے اور متصل ہے۔

میں کہتا ہوں اسی طرح ہر تھوڑا پانی حکم شرعی کے اعتبار سے شئ واحد ہے اور حسی اعتبار سے متصل ہے اور یہ چیز بہائے پانی میں بہانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی قلت کی وجہ سے ہے، اس لیے تالاب کا کل پانی بیک وقت ناپاک ہوجاتا ہے جبکہ اس میں نجاست کا کوئی قطرہ گر جائے، اور یہ اسی لیے ہے کہ وہ شئے واحد کی طرح ہے، اُسی کے ایک جُزء سے ملاقات کل سے ملاقات ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو جب مُحدِث نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا تو برتن میں جو کچھ تھا اُس سے ہاتھ کی ملاقات ہوگئی، یہ نہیں کہ صرف اس کی متصل سطح سے ملاقات ہوئی اور اسی میں مقصود ہے، اگر کہا جائے کہ استعمال میں مؤثر بہانا ہے تو کل بہایا ہوا مستعمل شمار ہوگا تو کل مستعمل ہوگا۔

تو میں کہوں گا ہمارے نزدیک مکلّف کے فعل کا کوئی دخل نہیں، موثر تو صرف یہ ہے کہ تھوڑا پانی شرعاً ایک شئے ہے خواہ وہ فرض کو ساقط کرے یا قربۃ ادا کرے اور یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔

اور رابعاً اور یہی (بیسواں) ہے، اگر ایک طشت میں پانی ہے اور مُحدِث یہ چاہتا ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ دھوئے، تو اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ اس کو ہاتھ پر بہائے تو پانی حَدَث پر واقع ہوگا اور یا یہ کہ ہاتھ کو طشت میں ڈال دے

فان صبه كله على يده يصير كله مستعملا قطعا باجماع اصحابنا وان كان يكفيه بعضه وقد اسرف لكن لامساغ لان يقال انما استعمل قدر ما يكفيه والفضل بقى على طهوريته فكذا اذا ادخل يده فى كله وغسلها هناك واى فرق بينهما وبالله التوفيق۔

تو حدث پانی پروارد ہوجائیگا تو اگر سب ہاتھ پر بہایا تو کل قطعاً مستعمل ہوجائے گا، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اگرچہ اس کو بعض کفایت کرتا، اور اس نے اسراف کیا مگر یہ کہنے کا جواز نہیں کہ صرف اتنی مقدار مستعمل ہوئی جو اس کو کفایت کرتی اور باقیماندہ اپنی طہوریت پر رہا تو اسی طرح جب اس نے اپنا ہاتھ سب پانی میں داخل کیا اور اس کو وہاں دھویا، اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ وباللہ التوفیق۔

وخامسا اقول وبالله التوفيق **وهو الحادی والعشرون** الاستعمال مبنيا للمفعول ای صيرورة الماء مستعملا لايمكن ثبوته لما يلاقی بدن المحدث وهو سطح الماء الباطن لان الاستعمال انسلاب الطهورية فلايثبت الا فيما كان طهورا كما ان الموت لايلحق الا ما كان حيا ومعلوم ان الطهورية صفة جرم الماء قال الله عزوجل وانزلنا من السماء ماء طهورا[1] وقال تبارك وتعالى وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به[2] لا صفة احد اطرافه التی لا وجود لها الا بالانتزاع على فرض اتصال الاجسام ولا فی الغسل صفة طرف لا يتجزی لانه اسالة ولا اسالة الا بالجسم والا فقيم يمتاز عن المسح **وبعبارة اخرى** هل استعمال الماء عدم صلوحه للتوضی به امر سقوط

اور خامساً میں کہتا ہوں، وباللہ التوفیق، اور یہ (اکیسواں) ہے، استعمال مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کے مستعمل ہونے کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس چیز کے لیے جو بدن محدث کو ملاقی ہو اور وہ باطنی پانی کی سطح ہے اس لیے کہ استعمال کے بعد طہوریت کا سلب ہوجانا ہے تو یہ اسی چیز میں ثابت ہوگا جو طہور ہو، جیسے موت اُسی چیز پر طاری ہوتی ہے جو زندہ ہو اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے وانزلنا من السماء ماء طہورا (ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا) نیز فرمایا وینزل علیکم من السماء ماءً لیطہرکم بہ (وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو اسی سے پاک کرے) یہ اس کی کسی طرف کی صفت نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا اتصال فرض کیا جائے، اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو، اس لیے کہ غسل کا معنی

---

[1] القرآن ۲۵/۴۸

[2] القرآن ۸/۱۱

الصلوح بعد ثبوته علی الاول کان الملاق مستعملا قبل ان یلاق لان السطح لایمکن التوضی به وعلی الثانی لایصیر الملاق مستعملا ابدا الا انه لم یکن صالحا له قط وبه ظهر [1] وللّٰه الحمد ان فی مسائل انغماس المحدث والفروع الکثیرۃ الناطقة بصیرورۃ الماء مستعملا بدخول بعض عضو المحدث من دون ضرورۃ صرف الکل الی معنی ان القدر الملاقی للبدن یصیر مستعملا لا بقیة ماء البئر او الزیر کما فعله فی الحلیة محتجا بما وقع فی البدائع وتبعه البحر فی البحر صرف ضائع لامساغ له اصلا [2] وفیه ابطال صرائح النصوص الدائرۃ السائرۃ فی الروایات الظاهرۃ عن جمیع ائمة المذهب رضی اللّٰه تعالٰی عنهم حیث حکموا بالاستعمال وحصیل بالصرف ان لا استعمال فان [3] صح تاویل الاثبات بالنفی والنقیض بالنقیض صح هذا ورحم اللّٰه البحر حیث صدر منه فی البحر الاعتراف بالحق ان هذا التاویل لیس بتاویل بل تبدیل للحکم وتحویل حیث عبر عنه تحت جحط بقوله ان ماء البئر لا یصیر مستعملا مطلقا الخ فهذا هو معنی ذلك التاویل حقیقة ولامساغ لما انصرف الیه ان المستعمل ما تساقط عن الاعضاء وهو مغلوب فان ما تساقط لم یلاق ایضا انما الملاقی سطح وهو لا یقبل الاستعمال۔

بہانا ہے اور بہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے کیونکر ممتاز ہوگا؟ اور بالفاظِ دیگر، آیا پانی کے مستعمل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ اس سے وضو کیا جاسکے؟ یا صلاحیت ثابت ہونے کے بعد ساقط ہوتی؟ پہلی صورت میں ملاقی مستعمل ہوگا قبل اس کے کہ ملاقات کرے کیونکہ سطح سے وضو ممکن نہیں اور دوسری تقدیر پر مُلاقی کبھی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں اس کی صلاحیت کبھی نہ تھی، اور اس سے معلوم ہوا کہ مُحدِث کا غوطہ لگانا، اور بہت سی فروع جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ضرورت محدث کے کسی بھی عضو کے پانی میں داخل ہوجانے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے، بغیر اس معنی کی طرف پھیرنے کی ضرورت کے کہ جس قدر پانی بدن سے ملا ہے وہ مستعمل ہوگا نہ کہ کنویں کا باقی پانی یا تالاب کا باقی پانی، جیسا کہ حلیہ میں کیا ہے، انھوں نے بدائع کی عبارت سے استدلال کیا ہے، اور محقق نے بحر میں اس کی متابعت کی ہے۔ مگر اس کا کوئی جواز نہیں، اور اس میں صریح نصوص جو تمام ائمہ مذہب سے ظاہر روایت میں ہیں، کا ابطال ہے کہ ان سب نے استعمال کا حکم لگایا ہے اور یہ معنی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں، اگر اثبات کی تاویل نفی سے اور نقیض کی نقیض سے ہوسکتی ہے تو یہ بھی صحیح ہے، علامہ محقق نے بحر میں منصفانہ بات کہی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تاویل نہیں بلکہ حکم کی تبدیل ہے، کیونکہ

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۹۸

حمۃ کے تحت انھوں نے فرمایا کہ "کنویں کا پانی مستعمل نہ ہوگا مطلقاً الخ" یہ ہیں اُس تاویل کے حقیقی معنی، اور جو انھوں نے فرمایا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں مستعمل وہ ہے جو اعضاء سے گرا اور وہ مغلوب تھا کیونکہ جو گرا اس کی ملاقات نہ ہوئی تھی ملاقی تو صرف سطح ہے اور وہ استعمال کو قبول نہیں کرتی ہے۔

وسادسا وهو الثاني والعشرون

ما ذكر قدس سره على مذهب الامام رضي الله تعالى عنه ومن وجوب نزح الماء كله يهدم اساس الفرق بين النجاسة العينية والحدث اذ ليس في بدن المحدث ما يختلط بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز وانما يتنجس ما يلاقي وقد قصرتموه على ما اتصل ببدنه فكان يجب ان لا يتنجس الا هو واختلاط ما جاوره من الماء بسائره يدفعه ما ذكرتم في الفرق بين الفأر والهر ولا يسري لما افدتم من ان النجس هو جار النجس لا جار الجار لكن الامام اوجب نزح الكل فوجب القول بان الملاقي كل الماء واذن كما يتنجس كله عند الامام فيما يروى عنه كذلك تنسلب الطهورية عن كله على مذهبه المعتمد المفتى به لحصول السبب في الكل وبعبارة اخرى كما قال قدس سره على رواية الحسن لفرق بين المحدث والجنب كذلك نقول هنا ان بوقوع المحدث في البئر هل ثبت اللقاء للماء كله اولا على الثاني لم وجب نزح الجميع فقد افدتم ان الجوار لا يتعدى وعلى الاول حصل المقصود وبالجملة هنا

اور سادساً (اور وہ بائیسواں ہے) جو قدس سرہٗ نے مذہبِ امام پر ذکر کیا ہے کہ کل پانی نکالا جائے گا وہ نجاست عینیہ اور حَدَث کے فرق کی اساس کو منہدم کرتا ہے کہ بدن محدث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو طاہر سے اس طور پر مل جائے کہ تمیز ممکن نہ ہو، اور نجس صرف وہ ہوتا ہے جو اُس سے ملاقی ہو اور تم نے اس کو صرف اُس پر منحصر رکھا ہے جو اُس کے بدن سے ملتا ہے تو چاہئے کہ صرف وہی نجس ہو اور اس پانی کا اختلاط جو باقی بدن سے لگا ہے اس کو وہ فرق دفع کرتا ہے جو تم نے بلی اور چوہے میں بیان کیا ہے، اور وہ سرایت نہ کرے گا، کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ نجس وُہ ہے جو نجس کا پڑوسی ہے نہ کہ پڑوسی کا پڑوسی، لیکن امام نے کل پانی کے نکالے جانے کو ضروری قرار دیا ہے تو یہ قول لازم ہوا کہ ملاقی کل پانی ہے، اور اس صورت میں جیسے کل پانی امام کے نزدیک نجس ہوتا ہے جیسا کہ اُن سے مروی ہے اسی طرح طہوریۃ کل پانی سے سلب ہو جائے گی جیسا کہ اُن کا مذہب معتمد مفتیٰ بہ ہے کیونکہ سبب کل میں موجود ہے، اور بالفاظِ دیگر جیسا کہ قدس سرہٗ نے فرمایا حسن کی روایت کے مطابق فرق محدث اور جنب کے درمیان ہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ محدث کے کنویں میں گرنے سے کیا کل پانی سے لقاء ثابت ہو گی یا نہیں؟ اور بر تقدیر ثانی کنویں کا کل پانی نکالنا کیوں

شیئان السبب والحکم اما السبب فمتفق علیه وهو الملاقاۃ وانما الخلف فی الحکم انه التنجس او انسلاب الطهوریة فان اقتصر السبب علی ما اتصل وجب قصر الحکم علیه ای حکم کان وان شمل احد الحکمین جمیع الماء ثبت ثبوت السبب فی الکل فوجب شمول الحکمین للکل وباللّٰه التوفیق۔

لازم ہوا کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ جوار متعدی نہیں ہوتا ہے، اور پہلی تقدیر پر مقصود حاصل ہوگیا۔ اور خلاصہ یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں، سبب اور حکم۔ سبب تو متفق علیہ ہے اور وہ ملاقاۃ ہے اور اختلاف صرف حکم میں ہے اور وہ ناپاک ہونا ہے یا طہوریت کا سلب ہونا ہے اگر سبب متصل پر موقوف ہو تو حکم کا بھی اس پر مقصور کرنا واجب ہوگا، جو بھی حکم ہو، اور اگر ایک حکم تمام پانی کو شامل ہو تو سبب کل میں ہونا ثابت ہوجائے گا تو دونوں حکموں کا کل کو شامل ہونا لازم ہوگا، وباللہ التوفیق۔

وسابعا وھو الثالث والعشرون

افدتم ان الفأرۃ یجاورھا من الماء عشرون دلوا لصغر جثتہا وفی الدجاجۃ والسنور المجاورۃ اکثر لزیادۃ ضخامۃ فی جثتھا والادمی یجاور جمیع الماء فی العادۃ لعظم جثتہ[1] اھ وذکرتم انہ الفقہ الخفی فھذا تصریح منکم بان المحدث الواقع فی البئر قد جاور جمیع الماء فیجب ان یصیر جمیعہ مستعملا وطاح القول بان المستعمل ما یلاقیہ وھو اقل من غیرہ وایضا ماء الطست وکثیر من الاجانات لایبلغ عشرین دلوا ولا عشرا وکف الانسان لیس باصغر من فأرۃ فاذا ادخل محدث یدہ فی اجانۃ وجب ان یصیر کلہ مستعملا ولا مساغ ھھنا للفرق بین النجاستین العینیۃ والحکمیۃ فان الجوار

سابعاً (اور وہ تئیسواں ہے) آپ نے کہا ہے کہ چوہیا سے متصل بیس ڈول پانی ہوتا ہے کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے اور مرغی اور بلّی میں ان کی ضخامت کی وجہ سے زاید پانی متصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے جُثّہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے کل پانی کے متصل ہوتا ہے اھ اور تم نے ذکر کیا ہے کہ یہ فقہ خفی ہے، یہ تمہاری طرف سے اس امر کی صراحت ہے کہ جو محدث کنویں میں گرتا ہے وہ تمام پانی کے مجاور ہوتا ہے تو لازم ہے کہ وہ تمام مستعمل ہو، اور یہ قول غلط ہوا کہ مستعمل وہ ہے جو اس سے ملا ہوا ہے اور وہ اس کے غیر سے اقل ہے اور طشت کا پانی اور بہت سے مٹکوں کا پانی بیس ڈول بلکہ دس ڈول کی مقدار تک نہیں ہوتا اور انسان کی ہتھیلی چوہیا سے چھوٹی نہیں ہوتی ہے، تو جب محدث نے اپنا ہاتھ مٹکے میں ڈالا تو واجب ہے کہ اس کا کل مستعمل ہو، اور یہاں کوئی فرق نہیں دو نجاستوں کے درمیان عینیہ

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً ۱/۷۵

يحطين الجسمين لذاتهما ولا مدخل فيه لوصف قام باحدهما حتى يختلف باختلافه۔

اور حکمیہ میں، کیونکہ جوار دو جسموں کی ذاتوں کو حاصل ہوتا ہے، اور اس میں کسی ایسے وصف کو دخل نہیں جو ان میں کہ ایک کے ساتھ قائم ہوتا کہ اس کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو جائے۔

فان قيل حقيقة المجاورة ليست لالما اتصل بالجسم وانما سرى الى عشرين فى الفارة واربعين فى الهر والكل فى الادمى لان الميت تنفصل منه بلات وتتفاوت بتفاوت الجثث قال ملك العلماء وجب تنجيس جميع الماء اذا تفسخ شئ من هذه الواقعات او انتفخ لان عند ذلك تخرج البلة منها لرخاوة فيها فتجاور جميع اجزاء الماء وقبل ذلك لايجاور الاقدر ماذكرنا لصلابة فيها[1] اھ فالمراد بمجاورة عشرين واربعين والكل مجاورة البلة دون الجثة وانما لاقت الجثة مالاقت۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حقیقی مجاورۃ تو اسی چیز کے لیے ہے جو جسم سے متصل ہو، اور یہ بیس ڈول تک جو ہیا میں سرایت کرتی ہے اور چالیس تک بلی میں، اور کل پانی میں آدمی کے گرنے کی صورت میں کیونکہ میت سے تریاں جدا ہوتی ہیں اور ان میں جثوں کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ ملک العلماء نے فرمایا کہ ان اشیاء میں سے اگر کوئی چیز پھول جائے یا پھٹ جائے تو کل پانی کا نجس قرار دینا ضروری ہے، کیونکہ اس صورت میں ان اشیاء سے تری خارج ہوگی کیونکہ ان میں نرمی ہے اور پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہو جائے گی، اور اس سے قبل صرف اس مقدار کے متصل تھی جس کا ہم نے ذکر کیا کیونکہ اس صورت میں یہ اشیاء سخت تھیں اھ تو بیس، چالیس یا کل کی مجاورۃ سے مراد تری کی مجاورۃ ہے نہ کہ جثہ کی، جثہ تو جس سے ملا ہے سو ملا ہے۔

اقول فاذن ينتقض ماذكرتم فى وقوع محدث فى البئر على قول الامام بنجاسة الماء المستعمل لعدم بلة هناك تنفصل **والحق** على مايظهر للعبد الضعيف غفرله ان الماء ان كان شيئا واحدا متصلا حقيقة كما تزعمه الفلاسفة فلا شك ان لقاء بعضه لقاء كله بل لا بعض هناك لعدم

میں کہتا ہوں جو آپ نے کہا ہے اس پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر محدث کنویں میں گر جائے تو امام کے قول پر مستعمل پانی نجس ہو جائے گا کیونکہ وہاں کوئی تری موجود نہیں جو محدث سے الگ ہوئی ہو، اور جو حق مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی اگر متصل واحد ہے حقیقۃ جیسا کہ فلاسفہ کا خیال ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کے بعض سے ملاقاۃ کل سے ملاقات

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

التجزی بالفعل وان کان اجزاء متفرقۃ کما ھو عندنا ان تألف الاجسام من جواھر فردۃ تتجاور ولا تتلاصق لاستحالۃ اتصال جزئین۔

متصور ہوگی، بلکہ یہاں بعض کا تصور ہی نہیں کیونکہ بالفعل تجزی نہیں ہے اور اگر متفرق اجزاء ہوں جیسا کہ ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام جواہر منفردہ سے مرکب ہیں تو اس صورت میں اجزاء مجاور ہوں گے لیکن متصل نہیں ہونگے، کیونکہ دو اجزاء کا اتصال محال ہے۔

اقول وکل ما تجشمہ الفلاسفۃ وخدمھم من اقامۃ براھین ھندسیۃ وغیرھا علی استحالۃ الجزء وقد اوصلھا الشیرازی فی شرح الغوایۃ المسماۃ ھدایۃ الحکمۃ الی اثنی عشر وسماھا حججا انما تدل علی استحالۃ الاتصال دون امتناع نفس وجود الاجزاء ومبنی الھندسۃ علی توھم خطوط متصلۃ ولا حاجۃ لھا الی وجودھا عینا فضلا عن اتصالھا کالھیأۃ تبتنی علی توھم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم یکن لھا وجود عینی بل اولی فان الھندسۃ تستغنی عن وجودھا بوجود المناشی ایضا فلا یرد علینا شیئ من ذلک وللہ الحمد وقد اغفل ذلک کثیر من المتکلمین فاحتاروا فی دفع شبہ المتفلسفین وباللہ التوفیق بل الجسم

میں کہتا ہوں فلاسفہ نے جو تگ و دو کی ہے کہ براہین ہندسیہ سے جزء کا ابطال کیا ہے، اور شیرازی نے شرح الغوایہ جس کا نام "ہدایۃ الحکمۃ" ہے ایسے بارہ دلائل قائم کئے ہیں اور ان کا نام حجۃ رکھا ہے، ان سے صرف اجزاء کا اتصال محال ثابت ہوتا ہے نفس جزء کا استحالہ ثابت نہیں ہوتا ہے اور ہندسہ کی بنیاد خطوط متصلہ کے توہم پر ہے، اور ان کا موجود ہونا خارج میں کچھ ضروری نہیں چہ جائیکہ ان کا اتصال، جیسے علم ہیأۃ کا دارو مدار، منطقوں، محوروں، قطبوں اور دوائر کے توہم پر مبنی ہے اگرچہ ان کا خارجی وجود نہ ہو، بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے کیونکہ علم ہندسہ ان کے وجود سے ان کے منشأ کے وجود سے بھی مستغنی ہے، تو ان میں سے کوئی چیز ہم پر وارد نہیں ہوتی وللہ الحمد، اس سے بہت سے متکلمین غافل رہے اور متفلسفین کے

---

[3] تنبیہ فان قلت کیف یری الجسم والجزء لا یری **اقول** اولا جرت السنۃ فی بصر البشر ان شیئا بالغ النہایۃ فی الدقۃ اذا کان منفردا لم یحط بہ البصر واذا اجتمع امثالھا وکثرت ظھرت کما اذا کان فی جلد ثور ابیض نقطۃ سوداء کرأس الابرۃ لا تحس وان کثرت

تنبیہ اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ جزء تو نظر نہیں آتی **اقول** اولاً میں کہتا ہوں کہ نگاہ انسانی فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جبکہ وہ چیز منفرد ہو۔ لیکن اگر اس چیز کے ساتھ اس کی متعدد امثال مجتمع ہوں تو وہ ظاہر ہو جاتی ہے، جیسے (باقی برصفحہ آئندہ)

عندنا اجزاء متفرقة حقيقة متصلة حساً کما — اعتراضات کے رد میں حیران رہ گئے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) امثالها مجاورات ابصرت
بل قد لا یری من البعد الا لونها وهو السواد
وهذا ظاهر فی الهباء فان فیه ذرات قلائل
تری کرویة الشکل وعامته لایحس البصر اشکالها
بل لونا سحابیا ککواکب المجرة والنثرة ولو
تفرد شیء منها ما امکن عادة ان یبصر وبتکاثرها
وتراکمها تری کعمود بینك وبین الکوة مثل السحاب
بل السحاب نفسه من ذلك فان البخار اجزاء
متفرقة ولا تبصر واحد منها وبتراکمها تری
سحابا کالجبال ولعل الوجه فیه ان المنفرد
یقتضی خصوص النظر الیه فاذا کان
علی هذا القدر من الدقة انطبق الخطان
الشعاعیان الواصلان الیه وانعدمت
زاویة الرؤیة کما هو السبب فی انتفاء
زاویة اختلاف المنظر لما فوق الشمس
فاتحد تقویماه المرئی والحقیقی واذا کثرت و
انبسطت وقعت بین ساقی مثلث ذی زاویة
مبصرة فابصرت وثانیا هذا علی طریقتهم
فان سلموا والا فانما اصلنا الایمان ان الابصار
وکل شیء بارادة الله تعالیٰ وحده لا غیر فان شاء
رأی الاعمی فی لیلة ظلماء عین نملة سوداء
وان لم یشأ عمیت الزرقاء فی رابعة النهار
عن جبل بالغ افق السماء فاذا اراد ان لا تری

سفید سِل کی جلد پر سُوئی کے سرے کے برابر سیاہ نقطہ
دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطے مجتمع
ہو جائیں تو نظر آنے لگتے ہیں، بلکہ دُور سے تو محض
ان کا سیاہ رنگ ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات
غبار میں ظاہر ہے کیونکہ اس میں چھوٹے چھوٹے کروی الشکل
ذرات ہوتے ہیں جن میں سے اکثر کی شکلوں کو آنکھ
محسوس نہیں کرتی بلکہ بادلوں کی مانند ان کا رنگ دکھائی
دیتا ہے جیسے کہکشاں اور بکھرے ہوئے ستارے، ان
میں سے کوئی بھی اگر منفرد ہو تو عادتاً اس کا دکھائی دینا
ناممکن ہے۔ البتہ کثرت و اجتماعیت کی وجہ سے نظر
آجاتے ہیں جیسے تیرے اور روشندان کے درمیان
روشنی کا ستون بادل کی مثل دکھائی دیتا ہے، بلکہ خود
بادل بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بخارات متفرق اجزاء
ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک دکھائی نہیں دیتا مگر مجتمع
ہو کر پہاڑوں جیسے بادل نظر آتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ
یہ ہو کہ منفرد چیز خصوصی نظر کا تقاضا کرتی ہے جب وہ نہایت
باریک ہو تو دونوں آنکھوں سے نکلنے والی شعاعیں اس
تک پہنچ کر باہم منطبق ہو جاتی ہیں اور زاویہ نظر معدوم
ہو جاتا ہے جیسا کہ ما فوق الشمس اختلاف منظر کے زاویے
منتفی ہونے کا یہی سبب ہے۔ پس اس کی حقیقی اور مرئی
تقویمیں متحد ہو جاتی ہیں اور جب یہ اجزاء کثیر اور پھیلے ہوئے
ہوں تو بصری زاویہ والی مثلث کے دو خطوں کے درمیان واقع
ہونے پر دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ثانیاً مذکورہ بالا (باقی بر صفحہ آئندہ)

ترى فى الهباء عند دخول الشمس من كوة بل و فى الدخان والبخار والغبار فحم لا اتصال حقيقة لشئ من الماء بشئ من البدن فلو اعتبرت الحقيقة لم يتنجس الماء بوقوع شئ من الخبث فظهر ان الشرع المطهر قد اعتبر ههنا الحس ولا شك ان كله فى الحس شئ واحد كما هو فى الحقيقة عند المتفلسفة وليس ثم حاجز ينتهى الجوار الحسى بالبلوغ اليه فوجب ان يكون على هذا ايضا لقاء بعضه لقاء كله بل لا بعض لعدم التجزى حسا اما الكثير فجعله الشرع لا يحمل الخبث فلا يضر الجوار الحسى وبه استقر عرش التحقيق على ان الماء الكثير لا يتنجس شئ منه بوقوع النجاسة ولو مرئية حتى ما حولها مما يليها هكذا ينبغى التحقيق والله تعالٰى ولى التوفيق وهنا تم الكلام مع الامام الهمام، ملك العلماء الكرام، نفعنا الله تعالٰى ببركاته على الدوام، فى دار السلام، امين۔

ہمارے نزدیک جسم اجزائے متفرقہ حقیقۃً متصلہ حساً سے عبارت ہے جیسے کمرہ کے سوراخ سے روشنی کی کرن جب اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں ذرات نظر آتے ہیں، بلکہ دھوئیں، بخارات اور غبار بھی نظر آتے ہیں، لہٰذا پانی حقیقی طور پر بدن سے متصل نہیں ہے، تو اگر حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو پانی کسی بھی گندی چیز کے گرنے سے نجس نہ ہو، پس معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ نے یہاں حِس کا اعتبار کیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ حِس کے نزدیک کل ایک چیز ہے جیسا کہ متفلسفہ کے نزدیک حقیقت یہی ہے اور وہاں کوئی ایسی روک بھی موجود نہیں جہاں پہنچ کر جوار حسی رک جائے تو اس بنا پر لازم ہوا کہ بعض کی ملاقات کل کی ملاقات قرار پائے، بلکہ وہاں بعض ہی نہیں کیونکہ تجزی نہیں ہے حساً، اور رہا کثیر تو شرع نے فرمایا ہے کہ اس میں نجاست اثر نہیں کرے گی تو اس کو جوار حسی کچھ مضر نہ ہوگا، اس تحقیق عرش نشیں سے معلوم ہوا کہ کثیر پانی نجاست کے گرنے سے نجس نہ ہوگا خواہ وہ نظر آنے والی ہو، یہاں تک کہ نجاست کا گرد و پیش بھی نجس نہ ہوگا، اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے یہاں تک کہ امام ہمام ملک العلماء کے ساتھ گفتگو مکمل ہوئی۔ اللہ تعالٰی ان کی برکات سے ہم کو ہمیشہ جنت تک مستفید فرمائے۔ آمین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) الاجزاء على الانفراد و اذا تجمعت أبصرت يكون كما اراد اھ منه حفظه ربه تبارك وتعالٰى (م)

دلیل فلاسفہ کے مذہب کے مطابق ہے اگر مان لیں تو فبہا ورنہ ہماری ایمانی دلیل یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیزیں اللہ تبارک وتعالٰی کے ارادے کے تابع ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو دن کی روشنی میں فلک بوس پہاڑ سے نیلگوں آسمان کو بھی نہیں دیکھا جاسکتا چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء انفرادی طور پر نظر نہ آئیں اور جب وہ مجتمع ہوجائیں تو نظر آنے لگیں لہٰذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقع ہوا۔ (ت)

الرابع والعشرون يمكن الجواب عن الاستناد الیٰ كلام البدائع بما اوردہ[عہ] فی البحر ولم يردہ وان لم يُردہ اذ نقل عن اسرار القاضی الامام الدبوسی ما تقدم ان محمدا يقول لما اغتسل فی الماء القليل صار الكل مستعملا حكما ثم قال فهذہ العبارۃ كشفت اللبس واوضحت كل تخمين وحدس فانها افادت[1] ان مقتضی مذهب محمد ان الماء لا يصير مستعملا باختلاط القليل من الماء المستعمل الا ان محمدا حكم بان الكل صار مستعملا حكما لا حقيقة فما فی البدائع محمول علی ان مقتضی مذهب محمد عدم الاستعمال الا انه يقول بخلافه اھ[2] قال فی منحة الخالق يعنی ان صاحب البدائع نسب الی محمد عدم الاستعمال بناء علی ما اقتضاہ مذهبه من ان المستعمل لا يفسد الماء ما لم يغلبه او يساوہ لكن محمدا ما قال بذلك الذی

چوبیسواں: صاحبِ بدائع کے کلام کی طرف جو منسوب ہے اس کا بیان صاحبِ بحر کے بیان سے ممکن ہے جس کو انہوں نے رَد نہیں کیا اگرچہ صاحبِ بحر نے یہ ارادہ نہیں کیونکہ انہوں نے قاضی امام دبوسی کی اسرار سے نقل کیا ہے جو گزرا کہ امام محمد فرماتے ہیں تھوڑا پانی ہو اور اس میں کوئی غسل کرے تو کل حکماً مستعمل ہوگا، تو اس عبارت نے التباس کو ختم کردیا ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محمد کے مذہب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی کے مل جانے سے پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر محمد نے حکم کیا ہے کہ کل حکماً مستعمل ہوگا نہ کہ حقیقۃً، تو جو کچھ بدائع میں ہے وہ یہ ہے کہ محمد کے مذہب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر وہ کہتے اس کے خلاف ہیں اھ منحۃ الخالق میں فرمایا یعنی صاحبِ بدائع نے محمد کی طرف عدمِ استعمال کو منسوب کیا، جیسا کہ ان کے مذہب کا مقتضیٰ ہے کہ مستعمل پانی، پانی کو فاسد نہ کرے گا تاوقتیکہ اس پر غالب ہو جائے یا اس کے برابر ہو جائے، لیکن محمد نے یہ نہیں فرمایا ہے حالانکہ یہ اُن کے مذہب کا مقتضیٰ ہے بلکہ اس صورت میں

عہ ذکرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی ضمن سؤال و وعدل فی الجواب الی حمل الروایات المتواترۃ الظاهرۃ علی الضعیفۃ النادرۃ وغیر ذلك مما یأتیك الجواب عنه ان شاء اللہ تعالیٰ اھ منه غفرله (م)

انہوں نے اس کو سوال کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور جواب میں روایت متواترہ ظاہرہ کو روایت ضعیفہ نادرہ وغیرہ پر محمول کرنے کی طرف عدول کیا ہے جس کا جواب ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو دیا جائے گا اھ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[2] ایضاً ۱/۷۲

اقتضاه مذهبه بل قال فی هذه الصورة انه صار مستعملا حکما کما صرحت به عبارة البدائع[1] اھ۔

انہوں نے فرمایا کہ یہ حکماً مستعمل ہوگیا جیسا کہ بدائع کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔

اقول ثبوت الاستعمال بالتلاقی، وحقیقة[2] التلاقی لتلاقی الاجزاء، والحکم ثبت لجمیع الماء، لان القلیل شیئ واحد فی اعتبار الشریعة الغراء، کما اسلفنا تحقیقه، ونورنا لك طریقه، لان الحکم منتف حقیقة، فیکون اثباته مجازفة سحیقة۔

میں کہتا ہوں استعمال کا ثبوت ملاقاۃ سے ہوتا ہے، اور حقیقۃً ملاقاۃ ان اجزاء سے ہوتی ہے اور حکم تمام پانی کے لیے ثابت ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں قلیل شے واحد ہے، جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اور نورانی طریقہ بیان کر آئے ہیں، کیونکہ حکم حقیقی طور پر منتفی ہے تو اس حکم کو ثابت کرنا اندازاً ہوگا۔

الخامس والعشرون

محاولة العلامة رحمه الله تعالٰی رد جمیع تلك الفروع المتواترة الدائرة فی عامة کتب المذهب المنصوص علیها عن جمیع ائمة المذهب المطبق علیها سلف المذهب وخلفه الٰی روایة نجاسة الماء المستعمل شیئ عجیب من مثله المحقق۔

پچیسواں ——— وہ تمام فروع جو تواتر کے ساتھ عام کتبِ مذہب میں مذکور ہیں اور ائمہ شراح نے ان کو ذکر کیا ہے، اور تمام ائمہ مذہب سے منصوص ہیں جن پر سلف مذہب اور خلف مذہب متفق ہیں ان سب کو انہوں نے مستعمل پانی کے نجس ہونے والی روایت کی طرف راجع کیا ہے، علامہ جیسے محقق سے یہ بات بعید ہے۔

فاقول اولا کیف یسوغ ان تردبهذه الکثرة وتدور فی جمیع کتب المذهب تتداولها الائمة والشراح ولا ینبه احد انها تبتنی علی روایة ضعیفة متروکة بل یذکرونها ویقرونها ویفزعون علیها وعند الحجاج والحاج یفزعون الیها فرد جمیع ذلك بعید

میں کہتا ہوں اولاً یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ فروع اس کثرت سے تمام کتب مذہب میں ذکر کی جائیں اور ائمہ وشراح ان کو قبول کریں اور کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ ضعیف ومتروک روایت پر مبنی ہیں، بلکہ وہ حضرات ان کو مسلسل ذکر کرتے چلے جائیں اور ان پر مزید تعریفات کرتے چلے جائیں اور مناظروں میں ان کو پیش کرتے رہیں

---

[2] ای الحسیة العرفیة اھ منه غفرله (م) — یعنی حقیقۃ حسی عرفی۔ ت

[1] منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

كل البعد **وثانيا** هو منصوص عليه في الرواية
الظاهرة وما رواية التجنيس الا نادرة روى
هذه الحسن ونص على ذلك محمد في الاصل
وثالثا تظافرت عليه التصحيحات كما
قدمنا عن البحر عن الخبازي عن القدوري عن
الجرجاني وعن الحلية عن ابي الحسين عن
ابي عبد الله وعن خزانة المفتين ومتن
الملتقى وعن البحر انه المذهب المختار فكيف
يبتنى على رواية متروكة **ورابعا** توافرت
فيه نقول الاتفاق عليه وانه مذهب
اصحابنا جميعا كما سبق عن النهاية والعناية
والهندية ومجمع الانهر والدر المختار
وغيرها وعن البحر عن البدائع وعنه عن
العناية والدراية وغيرها وعن الحلية و
عن البحر عن الخبازي كلاهما عن ابي الحسين
عن الجرجاني وعن شيخكم المحقق انه قولنا
جميعا فكيف يجوز رجعه الى رواية متروكة
وخامسا اكثروا من عزوه لمحمد كما مر
عن الفوائد الظهيرية عن شيخ الاسلام
خواهرزاده وابي بكر الرازي وشمس الائمة
السرخسي وعن الزيلعي وشيخكم المحقق
حيث اطلق وعن البحر عن الاسبيجابي
والولوالجي وحيث حكم محمد بسقوط حكم
الاستعمال علله بالضرورة كما سلف عن البحر
والنهر والفتح والتبيين والكافي والبرهان

تو ان سب کو روایت نجاست کی طرف لوٹانا سخت بعید ہے
اور ثانیاً یہ ظاہر الروایت میں نص ہے اور تجنیس کی روایت
نادرہ ہے، اس کو حسن نے روایت کیا، اصل میں
محمد نے اس پر نص کی۔
اور ثالثاً اس پر پے در پے تصحیحات موجود ہیں
جیسا کہ ہم نے بحر، خبازی، قدوری، جرجانی، حلیہ،
ابی الحسین، ابی عبد اللہ، خزانۃ المفتین اور متن ملتقی
کے حوالوں سے نقل کیا، اور بحر سے نقل کیا کہ یہی مذہب
مختار ہے تو پھر یہ متروک روایت پر کس طرح مبنی ہو سکتا ہے۔
اور رابعاً متفقہ نقول کثرت سے ہیں یہی ہمارے
تمام اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ گزرا نہایہ، عنایہ،
ہندیہ، مجمع الانہر، در مختار وغیرہ اور بحر نے بدائع،
عنایہ و درایہ اور حلیہ سے اور بحر و خبازی دونوں نے
ابو الحسن، جرجانی اور شیخ محقق سے یہ تمام کا قول ہے
تو متروکہ روایت کی طرف اس کو راجع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔
اور خامساً اکثر نے اس کو محمد کی طرف منسوب
کیا ہے جیسا کہ فوائد ظہیریہ، شیخ الاسلام، خواہر زادہ،
ابو بکر رازی، شمس الائمہ سرخسی، زیلعی اور تمہارے شیخ
محقق، بحر، اسبیجابی، ولوالجی
سے گزرا، اور جہاں محمد نے استعمال کا حکم ساقط ہونے
کی بات کی اس کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا جیسا
کہ بحر، نہر، فتح، تبیین، کافی، برہان، حلیہ، فوائد، صغریٰ،
خبازی، قدوری، جرجانی، شمس الائمہ حلوانی سے گزرا اور بحر سے
سرخسی سے اصل میں امام محمد کی نص سے گزرا اور بحر سے
دبوسی سے گزرا کہ محمد فرماتے ہیں کل حکماً مستعمل ہوگا اور بحر میں

والحلیة والفوائد والصغری والخبازی و
القدوری والجرجانی وشمس الائمة الحلوانی
وعن البحر عن السرخسی عن نص محمد فی
الاصل وعن البحر عن الدبوسی ان محمدا
یقول صار الکل مستعملا حکما وقد قال[علہ] فی البحر
ان ھذہ العبارة کشفت اللبس واوضحت کل
تخمین وحدس[1] ومعلوم ان محمد الم
یقل قط بالتنجیس فکیف تحمل علیه وبه
ظھر الجواب عما اراد به البحر فی البحر و
الرسالة دفعا لاستبعاد عن ھذا الحمل
بان المحقق فی الفتح حمل فرعا فی الخانیة
علی نجاسة المستعمل وقال لا یفتی بمثل
ھذہ الفروع[2] اھ زاد فی الرسالة ان تلمیذہ
فی الحلیة حمل علیھا فرعی الاجمة والطلب
المذکورین فی الخلاصة والمنیة قال
وحمل فروعا کثیرة علی ھذا النحو[3] اھ فھل
بعض فروع وردت متفرقة فی غضون
بعض الفتاوی کھذہ الفروع الوافرة ،
المتکاثرة المتواترة ، الثابتة الدائرة ، فی
عامة الشروح والفتاوی مع عدة من

فرمایا ہے کہ اس عبارت سے مشکل حل ہوگئی ہے ، اور
یہ معلوم ہے کہ محمد نے پانی کے نجس ہونے کا قطعاً قول
نہیں کیا ہے تو اس کو اس پر کیسے محمول کیا جائے گا'
اور اس سے بحر اور رسالہ کا جواب بھی ظاہر ہوگیا ،
انھوں نے اس حمل کو بعید گردانا تھا ، اور کہا تھا کہ
محقق نے فتح میں مستعمل پانی پر ایک فرع خانیہ کی
اس پانی کی نجاست پر محمول کی ہے ، اور کہا ہے
کہ اس قسم کی فروع پر فتوٰی نہ دیا جائے اھ رسالہ
میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے شاگرد نے حلیہ میں اس پر
اجمہ اور طلب کی دو فروع کو محمول کیا ، یہ خلاصہ اور منیہ
میں مذکور ہیں اور فرمایا کہ اسی نہج پر انہوں نے
بہت سی فروع اخذ کی ہیں' اھ تو کیا ان فروع کی
طرح کچھ اور ایسی فروع ہیں جو متفرق فتاوٰی میں اس
کثرت کے ساتھ مذکور ہوں ، کیا شروح اور کیا
متون اور ان پر کیسے کوئی نکیر نہیں کی ؟ یا ان کی طرح
کتب ظاہر روایت میں ہوں ؟ یا ان کی اتنی تصحیحات
ہوں ؟ یا تمام مذہب حنفی کی کتب میں منصوص ہوں ؟
یا ان پر اتفاق کیا گیا ہو کہ یہ ہم سب کا قول ہے
یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے ؟ یا ان کا کوئی
اور محمل ہے کہ ان کی طرف روشن ۔

علہ ای اوردہ علی نفسه ولم یجب عنه ۔ منه غفرله (م) یعنی انہوں نے اسکو اپنے اوپر وارد کیا ہے اور اسکا جواب نہیں دیا ۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[2] ایضاً ۱/۷۳

[3] جواز الوضوء من الفساقی رسالة من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن کراچی ۲/۱۲۱ ۸

المتون، من دون نکیر ولا مجال ظنون، ام ھی کھذہ فی الکتب الظاھرۃ، ام ھی مذیلات بالتصحیحات المتظافرۃ، ام ھی منصوص علیھا من جمیع ائمۃ المذھب الحنفی، ام ھی مزینۃ بطراز الاتفاق وبانھا قولنا جمیعا وبانھا مذھب اصحابنا فاین ذی من اتی، ام ھل لھا محمل غیر ھذا فکیف یقاس علی المتعین، ما لہ سبیل واضح متبین۔

راستہ ہو۔

السادس والعشرون

کلام العلامۃ علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم قدمنا الکلام علیہ واشرنا الی کلام شیخہ المحقق علی الاطلاق حیث یقول اما قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (وذکر الحدیث) فغایۃ مایفید نھی الاغتسال کراھۃ التحریم ویجوز کونھا لکیلا تسلب الطھوریۃ فیستعملہ من لاعلم بہ بذلك فی رفع الحدث ویصلی ولافرق بین ھذا وبین کونہ یتنجس فیستعملہ من لاعلم لہ بحالہ فی لزوم المحذور وھو الصلاۃ مع المنافی فیصلح کون کل منھما مثیرا للنھی المذکور[1] اھ و دفع البحر ایاہ بحجۃ البدائع المذکور دفع للصحیح بما لیس بہ کما علمت اما حدیث

چھبیسواں علامہ نے لایبولن احدکم فی الماء الدائم (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے) پر جو کلام کیا ہے اس پر ہم پہلے ہی بحث کرچکے ہیں، اور ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام کی طرف اشارہ کرآئے ہیں، وہ فرماتے ہیں "بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر انہوں نے مذکور حدیث بیان کی) میں جو غسل کرنے کی نہی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ جو ثابت ہوتا ہے وہ نہی تحریم ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ طہوریت سلب ہوجائے، اور اس کو کوئی شخص لاعلمی میں رفعِ حَدَث کے لیے استعمال کر بیٹھے اور نماز پڑھ لے اور اس میں اور اس مضمون میں کہ پانی نجس ہوجاتا ہے تو ایسا نہ ہو کہ اس کو کوئی شخص لاعلمی میں استعمال کرے، دونوں صورتوں میں محذور لازم ہے، یعنی منافی کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا، پس جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک

---

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

المستیقظ **فاقول** لیس من حجتنا فی ھذا الباب لاحتمال انه لاحتمال النجاسة العینیة بل هو الظاهر من قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فانه لایدری این باتت یده والعلامة عدل عن ھذا الجواب الواضح الی ثلثة لایستقیم منها شیئ **فاولا** دعوی الخصوص لادلیل علیه **وثانیا** کیف یجعل تعبدیا غیر معقول المعنی مع الارشاد الی المعنی فی نفس الحدیث فانه لایدری این باتت یده **وثالثا** ما عن اصحاب عبدالله رضی الله تعالٰی عنھم یجوز ان یکون لان ابا ھریرة رضی الله تعالٰی عنه کان یرسله ارسالا فاشار الی تخصیص مواضع الضرورة کما ھو الحکم المصرح به عندنا اذا کان الماء فی حب لا انیة یغترف بھا۔

مذکور نہی کا باعث ہوا تجر کا اس کو بدائع کی مذکور بحث دفع کرتا، صحیح کو غیر صحیح سے دفع کرتا ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اور رہی مستیقظ والی حدیث، تو میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ نجاست عینیہ کی وجہ سے ہو بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فانه لایدری این باتت یده" (وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا) سے یہی ظاہر ہے، اور علامہ نے اس جواب سے عدول کرکے تین جوابات دیے جن میں سے کوئی ٹھیک نہیں، پہلا دعوائے خصوص، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے یہ کہ کس طرح اس کو تعبدی اور غیر معقول المعنی قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ خود حدیث میں معنی کی طرف رہنمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ فانه لایدری این باتت یده۔ تیسرے عبداللہ کے اصحاب سے جو مروی ہے ممکن ہے وہ اس لیے ہو کہ ابوہریرہ اس کا ارسال کرتے ہوں تو انہوں نے ضرورت کے مقامات کے ساتھ اس کو مختص کرنے کی طرف اشارہ کیا ہو، جیسا کہ ہمارے یہاں یہ واضح حکم موجود ہے کہ جب پانی تالاب میں ہو اور کوئی برتن پانی نکالنے کے لیے نہ ہو۔

السابع والعشرون قوله رحمه الله تعالٰی فی تکرار الاستعمال الظاهر عدم اعتبار ھذا المعنی فی النجس فکیف بالطاهر غیر المطهر ولاظاهر الا تری ان النجاسة تصیب الثوب او البدن فی مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما یتراأی من عدم جمع المواقعة فی الماء الکثیر فان الوقوع فی عشرة مواضع منه

ستائیسواں ان کا قول تکرار استعمال کی بابت، ظاہر یہی ہے کہ یہ معنیٰ نجس میں اعتبار نہ کیا جائے تو پھر طاہر کا کیا حال ہوگا۔ یہ نہ ظاہر کرنے والا ہے اور نہ بذاتِ خود ظاہر ہے، مثلاً نجاست جو بدن یا کپڑے کو متفرق مقامات پر لگ جائے تو اس کو جمع کیا جائے گا۔ اب اگر منع کی حد کو پہنچ جائے تو منع کرے گی۔ اگر کثیر پانی میں نجاست گر جائے تو اس کو بظاہر جمع نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ پانی میں

كالوقوع في موضع فليس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الى حد المنع حتى لو بلغت بان غير المجموع احد اوصافه وما كانت الافراد لتغيره فلا شك في الجمع والله تعالى اعلم هذا تمام الكلام مع العلامة قاسم رحمه الله تعالى وقد ظهر به الحق السديد، بحيث لاحاجة الى المزيد، والحمد لله الحميد المجيد۔

اگر دس جگہ نجاست گر جائے تو وہ ایسی ہے جیسے ایک جگہ گری ہو، تو یہ چیز عدم جمع کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدِ منع تک نہیں پہنچی ہے اور اگر حدِ منع تک پہنچ جائے مثلاً یہ کہ نجاست کا مجموعہ اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دے، اور ہر فرد نہ بدلے تو جمع کرنے میں شک نہیں۔ یہ مکمل گفتگو تھی علامہ قاسم کے ساتھ، اس سے حق ظاہر ہوگیا، اس سے زیادہ کی حاجت نہیں، والحمد للہ الحمید المجید۔

الفصل الثاني في كلام العلامة زين

في البحر والرسالة كانت قضية ترتيب لزمان ان نقدم عليه كلام العلامة ابن الشحنة رحمهما الله تعالى لكن اردنا الحاق الموافق بموافقه لم يات رحمه الله تعالى في رسالته ولا في بحره بشيء يزيد على ما اورد العلامة قاسم الا ما لامساس له بمحل النزاع افاض اولا في تحديد الماء الكثير وان المذهب تفويضه الى رأى المبتلى وان التقدير بعشر في عشر انما اختاره المتأخرون تيسيرا على من لا رأى له وانه لا يرجع الى اصل شرعي يعتمد عليه ثم تكلم على صفة الماء المستعمل وان المفتى به انه طاهر غير طهور ثم اتى على المسألة فقال وقد قالوا ان الماء المستعمل اذا اختلط بالطهور تعتبر فيه الغلبة فان كان الماء

دوسری فصل علامہ زین کے کلام میں جو بحر اور رسالہ میں ہے

زمانی ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ابن الشحنہ کا کلام اس پر مقدم کرتے، لیکن ہم نے ایک موافق کو دوسرے موافق سے لاحق کرنا چاہا ہے انہوں نے اپنے رسالہ میں یا بحر میں علامہ قاسم کے کلام سے کچھ مزید اضافہ نہیں کیا ہے، صرف وہی بات مذکور ہے جس کا محلِ نزاع سے کچھ تعلق نہیں، پہلے تو انہوں نے کثیر پانی کی تحدید کی ہے اور کہا کہ مذہب میں یہ معاملہ صاحبِ معاملہ کے سپرد ہے، اور دہ در دہ کے اندازہ کو متاخرین نے اُن لوگوں کی آسانی کے لیے وضع کیا ہے جن کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور اس کی کوئی قابلِ اعتماد شرعی دلیل نہیں، پھر انہوں نے مستعمل پانی پر کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ یہ طاہر تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے، پھر اصل مسئلہ بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مشایخ فرماتے ہیں کہ مستعمل پانی جب پاک کرنے والے پانی کے

الطھور غالبا یجوز الوضوء بالکل والا لا یجوز و ممن نص علیہ الامام الزیلعی فی شرح الکنز والعلامۃ سراج الدین الھندی فی شرح الھدایۃ والمحقق فی فتح القدیر قال وھی باطلاقہ تشمل ما اذا استعمل الماء خارجا ثم القی الماء المستعمل واختلط بالطھور او انغمس فی الماء الطھور او توضأ فیہ[1] اھ

ساتھ مل جائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اگر پاک کرنے والا پانی زیادہ ہو تو سب پانی سے وضو جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا ۔ اس کی تصریح زیلعی نے شرح کنز میں، علامہ سراج الدین الہندی نے شرح ہدایہ میں اور محقق نے فتح القدیر میں کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اُس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی خارجی طور پر استعمال کیا جائے پھر مستعمل پانی ڈالا جائے اور وہ پاک کرنے والے پانی سے مل جائے یا آدمی پاک کرنے والے پانی میں غوطہ کھائے یا اس سے وضو کرے اھ (ت)

اقول مبنی علی جعل المستعمل ھی الاجزاء المتصلۃ بالبدن فما وراءھا طھور اختلط بہ الماء المستعمل ولیس ھکذا بل کلہ ملاق فکلہ مستعمل فکیف یشملہ الاطلاق **قال** ویدل علیہ ایضا ما فی البدائع و ذکر عبارات الثلث قال فھذا صریح فیما قلنا[2] **اقول** لامحل لایضا فان تلک الدلالۃ مبتنیۃ علی ما فی البدائع والا فلا دلالۃ کما علمت وما فی البدائع قد فرغنا عنہ بابدع وجہ وللہ الحمد **قال** ویدل علیہ ایضا ما فی خلاصۃ الفتاوی جنب اغتسل فانتضح من غسلہ شیئ فی انائہ لم یفسد علیہ الماء اما اذا کان یسیل فیہ سیلانا افسدہ وکذا حوض الحمام علی ھذا وعلی

میں کہتا ہوں یہ قول اس پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی اُن اجزاء کو قرار دیا جائے جو بدن سے متصل ہوں اور اس کے علاوہ پاک کرنے والا ہے جس کے ساتھ مستعمل پانی مل گیا ہے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ کل پانی اس سے ملنے والا ہے لہذا کل مستعمل ہوگا، اس کو اطلاق کیسے شامل ہے؟ فرمایا اس پر بدائع کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے اور پھر انہوں نے تینوں عبارات ذکر کی ہیں، فرمایا یہ ہمارے قول کی صریح دلیل ہے ۔ میں کہتا ہوں "ایضا" کا یہاں کوئی مقام نہیں، کیونکہ یہ دلالت مفہوم بدائع پر مبنی ہے ورنہ کوئی دلالت نہیں جیسا کہ تم نے جانا، اور جو کچھ بدائع میں ہے اس پر اچھی طرح ہم بحث کر چکے ہیں وللہ الحمد، فرمایا اس پر خلاصۃ الفتاوی کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ناپاک شخص نے غسل

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۱۹ - ۹

[2] " " " " " " ۲/ ۸۱۹ - ۹

قول محمد رحمه الله تعالٰی لایفسد ما لم یغلب علیه یعنی لایخرجه عن الطهوریة[1] اھ بلفظه۔

کیا، اس سے کچھ چھینٹے اُڑ کر اس کے برتن میں پڑے تو اس کا پانی فاسد نہ ہوگا، اگر مستعمل بہہ کر اس میں گیا تو فاسد کرے گا اسی طرح حمام کا حوض، اور امام محمد کے قول پر فاسد نہ کرے گا جب تک غالب نہ ہوجائے، یعنی اس کو پاک کرنے کے وصف سے خارج نہ کریگا الّا یہ کہ وُہ پاک پر غالب ہوجائے اھ بلفظہ۔ (ت)

اقول رحمك الله هذا املق والکلام فی الملاق ثم اورد علی نفسه سؤالا من قبل فروع کثیرة فی کتب مشهورة تخالف ما جنح الیه اورد منها فرع الخانیة لو صب الوضوء فی بئر ولم یکن استنجی به علی قول محمد لا یکون نجسا لکن ینزح منها عشرون لیصیر الماء طهورا[2] اھ وفرع[عه] الخلاصة نحوه غیر ان فیه ینزح الاکثر من عشرین دلوا ومن ما صب فیه عند محمد[3] اھ قال فهذا ظاهر فی استعمال الماء بوقوع قلیل من الماء المستعمل فیه علی قول محمد رحمه الله تعالٰی واجاب بانه مبنی علی روایة ضعیفة عن محمد ان

میں کہتا ہوں خدا آپ پر رحم کرے یہ مُلق ہے جبکہ گفتگو ملاق میں ہے، پھر انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ان فروع کثیرہ سے سوال وارد کیا جو کتب کثیرہ میں وارد ہیں، یہ سب ان کے نظریہ کے مخالف ہیں۔

خانیہ کی فرع: اگر وضو کا بچا ہوا پانی کنوئیں میں بہادیا مگر اس سے استنجا نہیں کیا تھا تو یہ محمد کے قول پر نجس نہ ہوگا، تاہم اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ پانی طہور ہوجائے اھ۔

خلاصہ کی فرع: یہ بھی اسی طرح ہے مگر اس میں بیس ڈول سے زیادہ نکالے جانے کا ذکر ہے اور اُس پانی سے جو اس میں بہایا گیا ہے محمد کے نزدیک اھ۔ فرمایا اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تھوڑا مستعمل پانی، پانی

عه اورده بعد عدة فروع والحقناه بفرع الخانیة لاتحاد صورتهما اھ منه غفرله (م)

انہوں نے اس فرع کو متعدد فروع کے بعد ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے خانیہ کی فرع سے ملحق کیا ہے کیونکہ دونوں کی صورت ایک جیسی ہے اھ (ت)

---

[1] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/ ۸۱۹/۶

[2] " " " " " " "

[3] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/ ۸۲۰/۷

[4] " " " " " " ۲/ ۸۱۹/۶

الماء یصیر مستعملا بوقوع قلیل من الماء المستعمل لا علی الصحیح من مذھبہ انہ لا یصیر مستعملا مالم یغلب علیہ اھ[1] ونقل تصحیحہ عن المحیط وعن شرح الھدایۃ للعلامۃ سراج الدین الھندی ونقل عنہ عن التحفۃ انہ المذھب المختار[2]۔

میں گر جائے تو وہ پانی مستعمل ہوجائیگا یہ محمد کا قول ہے اھ اس کا یہ جواب دیا کہ محمد کا یہ قول ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے کہ پانی تھوڑے سے مستعمل پانی کے گرنے کی وجہ سے مستعمل ہوجائے گا، ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ پانی صرف اس وقت مستعمل ہوگا جب اس پر مستعمل پانی کا غلبہ ہوجائے اھ اور اس کی تصحیح کو محیط، سراج الدین ہندی کی شرح ہدایہ سے نقل کیا اور اُن سے تحفہ سے نقل کیا کہ وہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

اقول ھو کما قال والفرعان فی الملتقی فلا یمسان مورد النزاع والاستعمال لا یتوقف علی غلبۃ المستعمل بل عدمہ علی غلبۃ المطھر فان تساویا صار الکل مستعملا کما نصوا علیہ منھم ھو فی البحر۔

میں کہتا ہوں یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا اور یہ دونوں فرعیں ملتقی میں ہیں لہذا محل نزاع سے ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا ہے اور استعمال مستعمل کے غلبہ پر موقوف نہیں بلکہ اس کا عدم غلبہ مطہر پر مبنی ہے تو اگر دونوں برابر ہوں تو کل مستعمل ہوجائے گا، جیسا کہ مشایخ نے اس کی تنصیص کی، بحر میں بھی یہی ہے۔ (ت)

اقول واقتصار المحیط والسراج والتحفۃ والخلاصۃ وغیرھا علی ذکر الغلبۃ لان المساواۃ الحقیقیۃ نادرۃ جدا کما قالوہ فی انفھام افضلیۃ زید من قول القائل لا افضل منہ **وفرع**[3] جحط المذکور فی المتون والشروح وصورتہا رجل نزل لطلب الدلو ولیس علی بدنہ نجاسۃ فعند محمد الماء طاھر غیر طھور والرجل طاھر مع ان الماء الذی لاقی بدنہ فی البئر اقل من غیرہ وقد جعلہ محمد مستعملا لانعدام

میں کہتا ہوں محیط، سراج، تحفہ اور خلاصہ وغیرہ میں غلبہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ حقیقی مساوات نادر ہے، مشایخ نے اس کو اس مثال سے واضح کیا ہے کہ اگر کوئی لا افضل من زید، کہے تو اس سے زید کی افضلیت سمجھ میں آتی ہے۔ جحط کی فرع جو متون وشروح میں مذکور ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کنویں میں ڈول نکالنے کے لیے اُترا اور اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو محمد کے یہاں پانی طاہر ہے طہور نہیں اور آدمی طاہر ہے حالانکہ وہ پانی جو کنویں میں سے اس کے

---

[1] رسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/ ۸۲۰

[2] " " " " " " "

الضرورۃ[1] اھ واجاب بما مر۔

بدن پر لگا ہے دوسرے سے کم ہے، اور محمد نے اس کو مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ ضرورت نہیں اھ اس کا جواب وُہ دیا جو گزرا۔ (ت)

اقول رحمکم اللہ ورحمنا بکم اذا ارید بطاء جحط طاھر غیر طھور فکیف تجعلونہ مبنیا علی روایۃ ضعیفۃ عن محمد وانتم القائلون فی بحرکم علی ما قررناہ ان المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور علی الصحیح[2] اھ نعم المشھور ان طاءہ للطاھر الطھور کما ذکرتم فی البحر وحینئذ یرد الفرع من قبل ان سقوط حکم الاستعمال لاجل الضرورۃ قلتم فی البحر عند محمد الرجل طاھر والماء طاھر طھور وجہ قول محمد علی ما ھو الصحیح[عه] عنہ ان الصب لیس بشرط عندہ فکان الرجل طاھرا ولا یصیر الماء مستعملا وان ازیل بہ حدث للضرورۃ واما علی ما خرجہ ابوبکر الرازی

میں کہتا ہوں اللہ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اگر جحط کی "طا" سے طاہر غیر طہور مراد ہو تو آپ اس کو محمد کی روایت ضعیفہ پر کیونکر مبنی کرتے ہیں حالانکہ آپ بحر میں کہتے ہیں کہ ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے اور پانی طاہر غیر طہور ہے صحیح مذہب پر اھ ہاں مشہور یہی ہے کہ اس کی "طا" طاہر کے لیے ہے اور طہور کے لیے، جیسا کہ تم نے بحر میں ذکر کیا، اور اس وقت فرع اس جانب سے وارد ہوگی کہ استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے تم نے بحر میں کہا ہے کہ محمد کے نزدیک مرد پاک ہے اور پانی طاہر طہور ہے امام محمد کے قول کی وجہ (صحیح روایت کے بموجب) یہ ہے کہ ان کے نزدیک بہانا شرط نہیں، تو آدمی پاک ہوا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ اس سے حدث زائل کیا گیا ہو،

عه **اقول** والمراد بہ استعمال الماء بازالۃ حدث وان لم ینو قربۃ خلافا لتخریج الامام الرازی ولذا قال واما علی ما خرج الخ فلیس تصحیحا لھذہ الروایۃ بل الصحیح ما تقدم انہ طاھر غیر طھور اھ منہ غفر لہ (م)

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ازالہ حدث سے پانی مستعمل ہوجائے گا اگرچہ قربت کی نیت نہ ہو بخلاف امام رازی کی تخریج کے، اسی وجہ سے انہوں نے اما علی ما خرج الخ فرمایا لہذا صحیح روایت یہ نہیں بلکہ وہ ہے جو گزری کہ پانی طاہر غیر طہور ہے اھ۔ (ت)

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر — ادارۃ القرآن کراچی ٢/ ٦/٨١٩
[2] بحرالرائق کتاب الطہارت — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/ ٩٨

لا یصیر مستعملا لفقد نیة القربة[1] اھ فان ابیتموھا لانہا روایۃ غیر مختارۃ کما قدمنا کانت المختارۃ اشد فی الرد وفرع[2] الاسرار وھو کلامہ علی حدیث لایبولن اذ یقول من قال ان الماء المستعمل طاھر طہور لا یجعل الاغتسال فیہ حراما وکذا من قال طاھر غیر طھور لان المذھب عندہ ان الماء المستعمل اذا وقع فی ماء اٰخر لم یفسدہ حتی یغلب علیہ وقد رمایلا فی بدن المستعمل یصیر مستعملا وذلك القدر من جملۃ ما یغتسل فیہ عادۃ یکون اقل من ماء فضل عن ملاقاۃ بدنہ فلا یفسدہ ویبقی طہورا ولا یحرم فیہ الاغتسال الا ان محمدا یقول بصیرورتہ مستعملا بالاغتسال فیہ[2] اھ و نقل فی البحر بلفظ ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما[3] اھ واجاب عنہ ایضا بما مر۔

ضرورت کی وجہ سے، اور ابوبکر الرازی کی تخریج کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں قربت کی نیت نہیں اھ تو اگر آپ اس روایت کا انکار کریں کہ یہ غیر مختار روایت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو مختار روایت تردید میں زائد ہوگی۔

اسرار کی فرع حدیث "لایبولن" پر انکی گفتگو یہ ہے کہ جو یہ کہتا ہے مستعمل پانی طہور وطاہر ہے تو وہ اس میں غسل کو حرام قرار نہیں دیتا ہے اور اسی طرح جو اس پانی کو طاہر غیر طہور کہتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مستعمل پانی دوسرے پانی میں مل جائے تو جب تک اس پر غالب نہ ہو اس کو فاسد نہیں کرتا اور صرف اسی قدر مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے متصل ہوتا ہے اور یہ مقدار اُس مجموعی پانی کی مقدار سے جس سے کہ غسل کیا جاتا ہے عادۃً اس پانی سے کم ہُوا کرتی ہے جو ملاقاۃ بدن سے بچ رہا ہوتا ہے، تو یہ اس کو فاسد نہیں کرے گا اور طہور ہی رہے گا اور اُس سے غسل حرام نہ ہوگا، تاہم محمد فرماتے ہیں کہ اس میں غسل کرنے سے یہ مستعمل ہوجائیگا اھ اور بحر میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کوئی تھوڑے پانی میں غسل کرے گا تو سب کا سب حکماً مستعمل ہوجائے گا اھ اور اس کا جواب بھی وہ دیا جو گزرا۔

اقول سبحٰن اللہ صریح منطوق الاسرار ان المذھب اعتبار الغلبۃ وان

میں کہتا ہوں سبحان اللہ، اسرار کا صریح منطوق یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اعتبار غلبہ کو ہے، اگرچہ اس کا

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

[2] الرسالۃ فی جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ، ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶/۸۱۹

[3] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

قضیتہ ان لایصیر الکل مستعملا لان الملاق حقیقۃ اقل من غیرہ الا ان محمدا جعل الکل مستعملا حکما فکیف یتوھم انہ مبنی علی روایۃ ضعیفۃ خلاف ذلك المذھب وانما ھو تخصیص لقضیتہ وتخصیص الحکم انما یبتنی علی الحکم لا علی خلافہ وھذا واضح جدا وسر کلام الاسرار قد بیناہ وفرع[1] المبتغی بالغین لو ادخل الکف صار مستعملا[2] وزاد فی البحر فرع[3] العنایۃ والدرایۃ وغیرھما ان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل[4] وفرع[5] الخانیۃ لو ادخل یدہ اورجلہ فی الاناء للتبرد یصیر الماء مستعملا لانعدام الضرورۃ وفرع[6] الاسبیجابی والولوالجی فیمن اغتسل فی بئر الی العشرۃ ولانجاسۃ علیہ قال محمد صارت المیاہ کلہا مستعملا[7] وزاد قولہ الی اخر الفروع ارشادا الی الکثیر الباقی[8] قال وھذا صریح فی استعمال جمیع الماء عند محمد بالاغتسال فیہ[9] اھ واجاب عن الکل بانہ مبنی علی روایۃ ضعیفۃ عن

تقاضا یہ ہے کہ کل مستعمل نہ ہوگا کیونکہ ملاقی حقیقۃً غیر ملاقی سے کم ہے مگر یہ کہ محمد نے کل کو حکماً مستعمل قرار دیا ہے، تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسی ضعیف روایت پر مبنی ہے جو اُس مذہب کے خلاف ہے، یہ اس کے مقتضیٰ کی تخصیص ہے اور حکم کی تخصیص حکم پر ہی مبنی ہوتی ہے نہ کہ خلافِ حکم پر، اور یہ بہت واضح ہے اور اسرار کے کلام کا راز ہم نے بیان کردیا۔

مبتغی کی فرع، اگر ہتھیلی ڈالی تو پانی مستعمل ہوگیا اھ اور بحر میں اضافہ کیا ہے عنایہ اور درایہ وغیرہما کی فرع کا، "جنب اگر کنوئیں میں غسل کی نیت سے اُترے گا تو سب ہی کے نزدیک پانی فاسد ہوجائے گا۔"

خانیہ کی فرع: اگر کسی نے اپنا پیر یا ہاتھ برتن میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ڈالا تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت موجود نہیں ہے۔

اسبیجابی اور ولوالجی کی فرع، جو کنوئیں میں دس ہاتھ تک نہایا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو محمد نے فرمایا کل پانی مستعمل ہوجائیگا، اور اپنے قول الی آخر الفروع کا اضافہ کیا، باقی کثیر فروع کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا یہ صریح ہے امام محمد کے

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹ — ۶
[2] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۸۱
[3] بحرالرائق " " ۱/۸۱
[4] بحرالرائق " " "
[5] بحرالرائق " " "

محمد قائلة بنجاسة الماء المستعمل[1] ثم استشهد بحمل الفتح فرعا فی الخانیة علیها وقد مرمافیه من ستة اوجه۔

نزدیک تمام پانی کے مستعمل ہونے میں اس میں غسل کرنے کی وجہ ہے" اور سب کا جواب یہ دیا کہ یہ ضعیف روایۃ پر مبنی ہے، یعنی محمد کی اس روایت پر کہ مستعمل پانی نجس ہوجاتا ہے، پھر یہ استشہاد کیا کہ فتح نے خانیہ کی ایک فرع کو اسی پر محمول کیا ہے اور جو اس پر اعتراض ہے وہ چھ وجوہ سے گزرچکا ہے۔

وفرع[9] منیة المصلی عن الفقیه ابی جعفر[1] توضأ فی أجمة القصب فان کان لا یخلص بعضه الی بعض یجوز وفی الخلاصة توضأ فی أجمة القصب او ارض فیها زرع متصل بعضها ببعض ان کان عشرا فی عشر یجوز قال فمفهومه انه اذا کان اقل لایجوز التوضی فیه والاجمة محرکة الشجر الکثیر الملتف[2]۔

منیۃ المصلی کی فرع، یہ فقیہ ابوجعفر سے ہے کسی نے بانسوں کے جھنڈ میں وضو کیا اگر وہ اتنے گھنے ہیں کہ پانی کے حصے ایک دُوسرے سے جُدا رہتے ہیں تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ بانسوں کے جھنڈ میں یا ایسی زمین میں جس میں پَودے ایک دوسرے سے متصل ہوں، اگر وہ دَہ در دَہ ہو تو وضو جائز ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس سے کم ہو تو جائز نہیں" اور اُجمہ محرکہ بہت گھنے درختوں کو کہتے ہیں۔

وفرع[10] الکتاب بین الخلاصة والمنیة توضأ[2] فی حوض وعلی جمیع وجه الماء الطحلب ان کان بحال لوحرك یتحرك یجوز قال ومفهومه انه لوکان لایتحرك الطحلب بتحریك الماء لایجوز فان عدم تحرکه بتحریك الماء یدل علی انه بحالة من التکاثف والاستمساك لسطح الماء بحیث یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیه الی محل اخر فیقع الوضوء بماء مستعمل[۲] الطحلب

خلاصہ اور منیہ کی فرع، حوض میں وضو کیا اور طحلب پانی کی تمام سطح پر ہو اگر وہ ایسا ہے کہ اس کو حرکت دی جائے تو سب ہل جائے تو جائز ہے، فرمایا اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر حرکت نہ کرے طحلب پانی کے حرکت دینے سے تو جائز نہیں کیونکہ پانی کے حرکت دینے سے اس کا متحرک نہ ہونا اس امر پر دلالت ہے کہ وہ اتنا کثیف ہے کہ مستعمل پانی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا مشکل ہے، تو وضو مستعمل پانی سے ہوگا، اور طحلب سبز رنگ کی گھاس ہے جو پانی پر تیرتی رہتی ہے اھ اور یہ حلیہ سے ماخوذ ہے، فرمایا یہ سب

---

[1] الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۰
[2] الرسالۃ جواز الوضوء " " "

نبت اخضر یعلو الماء بعضہ علی بعض اھ وھو ماخوذ عن الحلیۃ قال وھذا کلہ یدل ان الماء یصیر مستعملا بالوضوء فیہ مطلقا[1] اھ واجاب عنھما بحملھما علی نجاسۃ الماء المستعمل صرح بہ شارح المنیۃ العلامۃ ابن امیر الحاج فقال وانما قید الجواز بعدم الخلوص لانہ لوکان یخلص بعضہ الی بعض لایجوز لکن علی القول بنجاسۃ الماء المستعمل اما علی القول بطہارتہ فیجوز مالم یغلب علی ظنہ ان القدر الذی یغترفہ منہ لاسقاط فرض من مسح او غسل ماء مستعمل او یمازجہ مستعمل مساو او غالب اھ قال فھذا صریح فیما قلناہ من جواز الوضوء فی الفساق واما مسألۃ الطحلب فقال شارح المنیۃ ایضا ھذا ایضا بناء علی نجاسۃ الماء المستعمل او مساواتہ اھ وکذا صرح فی مسألۃ توضأ فی حوض انجمد ماؤہ قالوا ان کان الجمد رقیقا ینکسر بالتحریک یجوز اما اذا کان کبیرا قطعا قطعا لایتحرک بالتحریک لایجوز فقال ھذا ایضا بناء علی نجاسۃ الماء المستعمل اما علی طہارتہ فالجواب ما ذکرنا فی السابقات[2] اھ وانت تعلم انہ رحمہ اللہ تعالٰی

اس امر پر دلیل ہے کہ پانی اس میں وضو کرنے سے مطلقاً مستعمل ہوجاتا ہے اھ اور ان دونوں سوالوں کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ ان دونوں کو مستعمل پانی کی نجاست پر محمول کیا ہے، اس کی تصریح شارح منیہ علامہ ابن امیر الحاج نے کی ہے، اور فرمایا کہ جواز کو عدمِ خلوص کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر پانی کا کچھ حصّہ دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا تو جائز نہیں، لیکن یہ تب ہے کہ جب مستعمل پانی کو نجس قرار دیا جائے، لیکن اگر اس کو پاک قرار دیا جائے تو جائز ہے تاوقتیکہ اس کو اس بات کا ظن غالب نہ ہوجائے کہ وہ مقدار جو اس پانی سے وہ چُلّو بھر کرلے رہا ہے مسح یا دھونے کے فرض کو ساقط کرنے کیلئے کروہ مستعمل پانی ہے یا اس میں مستعمل پانی ملا ہوا ہے جو اس کے برابر ہے یا غالب ہے اھ فرمایا یہ اس بارے میں صریح ہے جو ہم نے کہا ہے کہ وضو فساقی میں جائز ہے، اور گھاس کا مسئلہ، تو منیہ کے شارح نے بھی فرمایا یہ بھی مستعمل پانی کی نجاست پر مبنی ہے یا وہ مستعمل پانی کے مساوی ہو اھ اور اسی طرح انہوں نے اس مسئلہ میں تصریح کی کہ کسی شخص نے ایسے حوض میں وضو کیا جس کا پانی منجمد ہوچکا تھا فرمایا اگر منجمد پانی ایسا ہے کہ ہلانے سے بآسانی ٹوٹ جاتا ہے تو جائز ہے اور اگر اس کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں کہ ہلانے سے نہ ہلیں تو جائز نہیں، فرمایا یہ بھی اسی پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے، اور اس کی پاکی کی

---

[1] الرسالۃ جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ۔ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۰-۷

[2] " " " ۲/ ۸۲۱-۸

سلك بفرعى الاجمة والطحلب مسلكين وذلك ان كلا منهما حكم بعدم جواز الوضوء ان كان ماء الاجمة دون عشر فى عشر اولا يتحرك الطحلب بتحريك الماء فجعله واردا عليه حيث افاد صيرورة كل الماء مستعملا بالتوضى فيه اذا كان قليلا واجاب بحمله على رواية النجاسة وحكم الحلية بالجواز وان كان قليلا مادام اكثر بناء على الطهارة فجعله دليلا له حيث افاد ان الوضوء فى الماء القليل لا يفسده مادام الطهور غالبا على المستعمل واضاف اليهما فرع الجمد فى الاحتجاج وان كان يصلح ايضا للايراد واقتصر فى البحر على ايراد الفروع الثلثة تصريحا بالاول وتلويحا بالباقيين فيما هو له لافيما هو عليه فقال ثم رأيت العلامة ابن امير الحاج قال (فذكر قوله المار) قال ثم قال ايضا واتصال الزرع بالزرع لايمنع اتصال الماء بالماء وان كان مما يخلص فيجوز على الرواية المختارة فى طهارة المستعمل بالشرط الذى سلف (اى غلبة الطهور على غيره) ثم ذكر اى الحلبى مسائل على هذا المنوال وهو صريح فيما قدمنا من جواز الوضوء بالماء الذى اختلط به ماء مستعمل قليل[1] اھ وقوله فى الرسالة هذا صريح فيما قلناه من جواز الوضوء فى الفساق

صورت میں تو جواب وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اھ اور تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے جھنڈ اور کائی کے مسئلہ میں دو راہیں اختیار کی ہیں، اور یہ اس لئے ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے حکم عدم جواز کا لگایا، اگر جھنڈ کا پانی دَہ در دَہ سے کم ہو یا پانی کو حرکت دینے سے کائی میں حرکت پیدا نہ ہو، انہوں نے قلیل پانی میں وضو پر تمام پانی کو مستعمل قرار دینے کو اعتراض قرار دیا اور اس کا جواب یہ دیا کہ یہ نجاست والی روایت پر محمول ہے اور حلیہ نے قلیل پانی میں وضو کو جائز کہا ہے بشرطیکہ وہ مستعمل پانی سے زیادہ ہو کیونکہ وہ پاک ہے، اس کو انہوں نے اپنی دلیل بنایا جہاں انہوں نے کہا کہ قلیل پانی میں وضوء پانی کو فاسد نہیں کرتا جب تک پاک پانی غالب ہے، ان دونوں صورتوں کے ساتھ انہوں نے استدلال میں انجماد کی فرع کا اضافہ کیا اگرچہ یہ بھی اعتراض کی صورت بن سکتی ہے اور بحر میں تینوں فروع کے ذکر پر اکتفا کیا ہے پہلی کی تصریح کی ہے اور باقی میں تلویح کی ہے، ماھولہ کا بیان کیا ہے نہ کہ ماھو علیہ کا۔ پھر فرمایا کہ میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا انہوں نے فرمایا (پھر ان کا گزشتہ قول نقل کیا) کہا نیز انہوں نے فرمایا کہ کھیتی کا کھیتی سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل ہونے کو نہیں روکتا ہے اگرچہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ پہنچ سکتا ہے، تو مختار روایت کے مطابق جو مستعمل پانی سے طہارت جائز ہوگی مگر شرط وہی رہے گی جو گزری (یعنی طہور کا غلبہ غیر پر) پھر حلبی نے چند مسائل

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

اوفق بمقصوده اذلا نزاع فی مسألة الاختلاط غیرانه رحمه الله تعالٰی لما حکم بعدم الفرق بین الملقی والملاقی طفق لا یفرق بینهما فی الحجاج ثم انہی کلامه فی البحر بایراد حجة له اخری عن فتاوی العلامة قارئ الهدایة جمع تلمیذه المحقق علی الاطلاق سئل عن فسقیة صغیرة یتوضؤ فیها الناس وینزل فیها الماء المستعمل فی کل یوم ینزل فیها ماء جدید هل یجوز الوضوء فیها اجاب اذا لم یقع فیها غیر الماء المذکور لا یضر اھ یعنی اذا وقعت فیها نجاسة تنجست لصغرها اھ[1] اھ[2]

اسی قسم کے ذکر کیے، اور وُہ اُس میں صریح ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی اگر غیر مستعمل پانی میں تھوڑا سا مستعمل مل جائے تو اس سے وضو جائز ہے اھ اور ان کا قول رسالہ میں "یہ صریح ہے اس امر میں کہ فساقی سے وضو جائز ہے" ان کے مقصود سے زیادہ موافق ہے، کیونکہ اختلاط کے مسئلہ میں تو کوئی نزاع ہی نہیں، البتہ صرف یہ ہے کہ چونکہ انھوں نے ملقٰی اور ملاقی میں فرق نہیں کیا ہے تو قریب تھا کہ وُہ ان دونوں سے استدلال میں بھی فرق نہ کرتے، پھر انہوں نے اپنا کلام بحر میں اس پر ختم کیا کہ اپنی ایک مزید دلیل فتاوی علامہ قاری ہدایہ سے دی، اس کو ان کے شاگرد محقق علی الاطلاق نے جمع کیا ہے اُن سے ایک چھوٹے گڑھے کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں لوگ وضو کریں اس میں مستعمل پانی گرے اور ہر روز نیا پانی بھی آئے، اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں مذکورہ پانی کے علاوہ اور پانی نہ گرتا ہو تو کچھ حرج نہیں یعنی اس میں اگر کوئی نجاست گرے گی تو یہ نجس ہو جائے گا کیونکہ یہ چھوٹا ہے اھ۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق الایرادات والحجج الاربع کلها مبنیة علی الذهول عن محل النزاع لان تلك الفروع طرائف الملقی لا الملاقی اما فرع قارئ الهدایة فظاهر لقول المسئول ینزل فیها الماء المستعمل و

میں بتوفیقِ الٰہی کہتا ہُوں دونوں اعتراض اور چاروں استدلال اس پر مبنی ہیں کہ محلِ نزاع پر نظر نہیں رکھی گئی کیونکہ یہ تمام فروع ملقٰی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں، قاری الہدایہ کی فرع تو ظاہر ہے، کیونکہ سوال میں ہے کہ اس میں مستعمل پانی روز آتا ہے اور جواب میں ہے

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

[2] اھ السابق علی ھذین لکلام العلامة قارئ الهدایة وھو قول الامام ابن الهمام والاول من ھذین لکلام ابن الهمام من کلام البحر والاخیر لکلام البحر من کلام المصنف ۱۲ (م)

ان دونوں سے پہلے "اھ" علامہ قاری الہدایہ کے کلام کی انتہا ہے جس کو ابن ہمام نے ذکر کیا اور ان دونوں میں سے پہلی "اھ" ابن ہمام کے کلام کی انتہا ہے جس کو بحر نے بیان کیا اور آخری بحر کے کلام کی انتہا ہے جس کو مصنف نے ذکر کیا ہے ۱۲ (ت)

ولہ فی الجواب اذا لم یقع فیہا غیرہ واما فروع
الحلیۃ الثلثۃ فلان مستند الجوابین و
الاحتجاجات کلام العلامۃ الحلبی وھو مصرح
بانہا جمیعا فی الملقی دون الملاقی الا تری
الی قولہ فی الاول ان کان لایخلص بعضہ
الی بعض جاز لان الماء حینئذ کثیر ولو کان
الماء المستعمل الواقع فیہ نجاسۃ لم یمنع
فکیف وھو طاھر وانما قید الجواز الی اٰخر
ما نقلتم وقال فی الثانی یمنع انتقال الماء
المستعمل الواقع فیہ وقد نقلتموہ وان لم
تعزوہ وقال فی الثالث ان کون الجمد ینکسر
بتحریک الماء لایمنع من انتقال الماء
المتصل منہ فی الحوض من ذلک المحل
الواقع فیہ الخ وکذلک قال فی نظائرہ بل ھذا
علی طریق الحلیۃ مستفاد من نفس الفروع
فانہا فی الوضوء فی حوض او غدیر وقد افاد
فی الحلیۃ قبل الفرع الاول بصفحۃ فی الفرق
بین التوضی من حوض وفیہ ان التوضی
منہ لایستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ
بخلاف التوضی فیہ قال وکون وضوء المتوضئین
من موضع وقوع غسالاتہم فیہ ھو مقصود
الافادۃ من التفریع بخلاف کون وضوء
المتوضی منہ بحیث تقع غسالاتہم خارجہ
جائزا فان ذلک مجمع علیہ لایتفرع علی
قول قوم دون اٰخرین[1] اھ ھذا کلہ علی

کہ جبکہ اس میں اس پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ گرتی ہو،
اور حلیہ کی تینوں فروع اس لیے کہ دونوں جوابوں کی سند اور
استدلالات علامہ حلبی کا کلام ہیں، اور انہوں نے تصریح
کردی ہے یہ تمام ملقٰی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں۔ چنانچہ ان کا
پہلا قول دیکھا جائے کہ اس کا بعض دوسرے بعض کی
طرف نہ جاتا ہو تو جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں
پانی کثیر ہوگا، اور اگر وہ ماء مستعمل جس میں نجاست
گرگئی ہو مانع نہیں ہے تو جو طاہر ہے وہ کیسے ہوگا اور
بیشک جواز کو مقید کیا الی آخر ما نقلتم اور دوسرے
میں فرمایا منع کرتا ہے مستعمل پانی کا منتقل ہونا جس میں
وہ واقع ہے حالانکہ تم نے اس کو نقل کیا ہے اگرچہ اس
کے قائل کا نام نہیں لیا ہے، اور تیسرے میں فرمایا کہ
برف کا پانی کو حرکت دینے سے ٹوٹ جانا حوض میں جو
پانی اس سے متصل ہے اس کے منتقل ہونے کو مانع
نہیں ہے الخ اور اسی طرح اس کی نظیروں میں فرمایا
بلکہ حلیہ کے طریق کے مطابق یہ نفس فروع سے مستفاد
ہے کیونکہ یہ بظاہر حوض یا تالاب سے وضو سے متعلق
ہیں، اور حلیہ میں فرع اول ایک صفحہ قبل فرمایا، حوض سے
وضو اور حوض میں وضو کے اندر فرق ہے، اور اسی
میں ہے کہ حوض سے وضو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ
دھوون حوض میں گرے، لیکن اگر حوض میں وضو کیا جائے
تو دھوون لازمی طور پر اس میں گرے گا، فرمایا لوگوں کا
اس جگہ سے وضو کرنا جہاں اُن کے دھوون کا پانی پڑتا
ہے یہی تفریع کا اصل مقصود ہے اور ایسی جگہ
وضو کرنا جہاں دھوون باہر گرتا ہو تو اس میں کسی کا

[1] حلیہ

طرق الحلية وانا اقول وبه استعین[1] الوضوء فی الحوض یحتمل معنیین احدھما ان یغترف منه بید اواناء و یتوضأ خارجه بحیث تقع غسالته فیه کقولك توضأت فی الطست وھو الذی اقتصر علیه المحقق الحلبی و الاخران یغسل اعضاءه بغمسھا فیه کما یفعل کثیر من الناس فی الرجلین کقولك غسلت الثوب فی الاجانة وھذا اقرب الی ظرفیة الحوض للوضوء بالضم وان اطلق علی الاول لصیرورة الحوض ظرف الوضوء بالفتح فلا وجه[2] للقصر علی الاول والماء فی الاول ملق ای استعمل فی الخارج ثم القی فی الماء المطلق وفی الثانی ملاق ای ماء مطلق لاقی بدنا محدثا فاسقط فرضا او بدن[1] متقرب فاقام قربة و انت تعلم ان العبارة[3] فی الفروع الثلثة تحتمل الوجھین بیدانا لو حملناھا علی الثانی وجب ردھا الی روایة ضعیفة وھو نجاسة المستعمل اوصیرورة المطلق مستعملا بوقوع المستعمل ولو قلیلا الا ما ترشش کالطل فانه عفو دفعا للحرج وکلاھما ضعیفة مھجورة والصحیح المعتمد طھارته وعدم تاثیره فی المطلق

اختلاف نہیں، یہ ایسا نہیں کہ کچھ لوگوں کے قول پر متفرع ہو اور کچھ کے قول پر متفرع نہ ہو اھ یہ تمام بحث حلیہ کے نہج پر ہے۔

میں کہتا ہوں حوض سے وضو کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ حوض سے چُلّو سے پانی لیا جائے یا برتن سے لیا جائے اور حوض کے باہر وضو کیا جائے اور اس کا دھوون حوض میں گرتا رہے، جیسے کہا جاتا ہے "میں نے طشت سے وضو کیا۔ محقق حلبی نے اس پر اکتفا کیا ہے، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حوض میں اپنے اعضاء ڈبو کر وضو کرے جیسے عام طور پر لوگ پیر دھوتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "میں نے ٹب میں کپڑے دھوئے" اور یہ حوض سے وُضو بالضم کا ظرف ہونے کے اقرب ہے، اگرچہ اس کا اطلاق پہلے پر اس تاویل سے ہوتا ہے کہ وہ وَضو بالفتح کا ظرف ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو پہلے تک ہی متصور رکھا جائے اور پہلے میں پانی ملقٰی ہے یعنی پہلے باہر استعمال کیا گیا پھر مطلق پانی میں ڈالا گیا اور دوسرے میں ملاقی ہے، یعنی مطلق پانی جو حدث والے بدن کو ملا اور ایک فرض کو ساقط کیا یا متقرب کے بدن کو ملا اور ایک قربۃ اس سے ادا ہوئی اور آپ جانتے ہیں کہ تینوں فروع کی عبارت دونوں وجہوں کا احتمال رکھتی ہے، صرف اتنا ہے کہ اگر ہم اس کو دُوسرے پر

---

[1] ادخله فی البحر فی المحدث حکما تبعا للدرایة وتقدم الرد علیه فی الطرس المعدل اھ (م)

[1] بحر نے اس کو حکماً محدث میں داخل کیا درایہ کی پیروی کرتے ہوئے طرس معدل میں اس کا رد پہلے گزرا اھ (ت)

مطلقا ما لم يباده او يغلب عليه والروايات
تصان عن مثله مهما امكن فظهر ان المراد
فى الثلاثة المعنى الثانى لا ما فهم المحقق
واضطر الى حملها على ضعيف واذن صارت
الثلثة حججا لنا ولا دليل ناطق على صرفها
الى ضعيف ومن يفعل ينقلب مدعيا بعد
ان كان سائلا فلينور دعواه ببرهان واين
البرهان وذلك لان الاصل فى روايات
الائمة الاعتماد فمن استند بها فقد قضى
ماعليه، ومن يريد ردها الى ما يردها
فليات بدليل يلجئ اليه، ودعواى هذه
قد اعترف بها العلامة فى البحر والرسالة
معا اذ حكم بابتناء تلك الفروع على رواية
ضعيفة فقال وسيظهر لك صدق هذه
الدعوى الصادقة بالبينة العادلة فقد
اقرانه رحمه الله تعالىٰ عاد بهذا مدعيا
فكيف تسلم بلا دليل اما ما ذكر فى البينة و
هو قول المحيط والعلامة السراج الهندى
والتحفة اذا وقع الماء المستعمل فى البئر عند
محمد يجوز التوضئ به ما لم يغلب على الماء
وهو الصحيح ولفظ التحفة على المذهب
المختار۔ [1]

محمول کریں تو اس کو ایک ضعیف روایت کی طرف راجع
کرنا پڑے گا اور وہ مستعمل پانی کا نجس ہونا ہے یا مطلق پانی کا
تھوڑے مستعمل پانی سے مل جانے کی وجہ سے مستعمل ہوجاتا،
ہاں شبنم جیسے قطرے معاف ہیں حرج کو دفع کرنے
کے لیے ۔ یہ دونوں روایتیں متروک اور ضعیف ہیں،
اور صحیح اور قابلِ اعتماد اس کی پاکی ہے اور اس کا مطلق
پانی پر اثرانداز نہ ہونا ہے تاوقتیکہ اس کے برابر
یا اس پر غالب نہ ہوجائے ـــــــ
اور روایتیں اس قسم کی چیز سے حتی الامکان محفوظ رکھی
جاتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ تینوں فروع میں دوسرے
معنی ہی مراد ہیں، وہ معنی نہیں ہیں جو محقق نے لیے ہیں
اور پھر ان کو ضعیف روایت پر حمل کرنا پڑا اور اس طرح
تینوں فروع ہماری دلیل بن گئی ہیں اور ان کو ضعیف
روایت پر محمول کرنے کے لیے کوئی دلیل ناطق موجود
نہیں، اور جو ایسا کرتا ہے وہ سائل کے بجائے اپنے
آپ کو مدعی بناتا ہے اور ایسی صورت میں اس کو
برہان لانا چاہیے، اور برہان کہاں سے ملے گا کیونکہ
ائمہ کی روایات میں اصل اعتماد ہے تو جو ان سے استناد کرے گا
اس نے اپنی ذمہ داری پوری کردی، اور جو ان کو کسی
اور طرف رد کرنا چاہتا ہے تو اُسے اس کی دلیل پیش
کرنا ہوگی، اور میرے اس دعوٰی کا اعتراف علامہ نے
بحر اور رسالہ دونوں میں کیا ہے کیونکہ انھوں نے ان کی
بنیاد کو ضعیف روایت پر مبنی قرار دیا ہے اور فرمایا کہ تم پر اس دعوٰی کی صداقت بینہ عادلہ سے ظاہر ہوجائیگی۔

---

[1] الرسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۸۲۰

انہوں نے اس میں اعتراف کرلیا کہ وہ اس طرح مدعی بن گئے ہیں، تو اب یہ دعوی بلا دلیل کس طرح قبول کیا جائیگا' اور بینہ میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے وُہ محیط علامہ سراج ہندی اور تحفہ کا قول ہے کہ اگر مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو محمد کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے تاوقتیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اور یہی صحیح ہے اور تحفہ میں صراحت ہے کہ یہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

فاقول[1] رحم اللہ الشیخ العلامۃ ماذکرہ فھو فی الملقی فکیف یدل علی ابتناء ما فی الاسرار والعنایۃ والدرایۃ وغیرھما من شروح الھدایۃ وشرح الاسبیجابی وفتاوی الولوالجی وغیرھا علی روایۃ ضعیفۃ مع کونہا فی الملاقی والی ھنا تم الکلام مع البحر والرسالۃ معا ولم یبق فیہا شیئ غیر حرف واحد فی البحر وھو قولہ رحمہ اللہ تعالٰی لایعقل[1] فرق بین الصورتین من جھۃ الحکم یعنی الملقی والملاقی۔

میں کہتا ہُوں اللہ تعالٰی شیخ علامہ پر رحم فرمائے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ملقی میں ہے تو یہ اسرار، عنایہ، درایہ (شروح ہدایہ)، شرح اسبیجابی اور فتاوٰی ولوالجی وغیرہ کی عبارات کے ضعیف روایت پر مبنی ہونے پر کیونکر دلیل بن سکتا ہے کیونکہ وہ ملاقی کے بارے میں ہیں یہاں تک بحر اور رسالہ سے جو گفتگو تھی پُوری ہُوئی البتہ بحر نے ایک لفظ کہا ہے وُہ یہ کہ ملقی اور ملاقی دونوں صورتوں میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ (ت)

اقول[2] ای لعمرک فرق وای فرق لان الاستعمال انما یثبت بازالۃ الماء حدثا او اسقاطہ فرضا او اقامتہ قربۃ وذلک بملاقاتہ

میں کہتا ہُوں دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ پانی کا مستعمل ہونا یا تو حدث کے ازالہ کی وجہ سے ہوتا ہے یا اسقاط فرض کی وجہ سے یا کسی

---

[1] ذکر ھنا عن بعض معاصریہ الفرق بان فی الوضوء یشیع الاستعمال فی الجمیع بخلافہ فی الصب اھ ثم ردہ وھی عبارۃ مدخولۃ فتحت علی نفسہا باب الرد فکان لما ذکر فی البحر مساغ فلذا طوینا ذکرہ وسنعود الیہ ان شاء اللہ تعالٰی فی الفصل الرابع اھ منہ غفرلہ۔

یہاں انہوں نے اپنے بعض معاصرین سے یہ فرق نقل کیا ہے کہ وضو سے استعمال تمام پانی میں ہوتا ہے اور بہانے میں یہ نہیں ہے، پھر خود ہی انہوں نے اس کا رد کیا اور یہ عبارت مدخولہ ہے، اس نے اپنے اوپر رد کا دروازہ کھول دیا ہے، تو جو بحر میں اس کا جواز تھا اس لیے ہم نے اس کو ذکر نہ کیا اور چوتھی فصل میں ہم اس کو ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالٰی اھ منہ (ت)

بدن المحدث او المتقرب لا ملاقاتہ ما لاقاہ والموجود فی الملاق الاول وفی الملقی فیہ الثانی فھذا کل ما ذکرہ فی الرسالۃ وھھنا اعنی فی بحث الماء المطلق فی البحر اما ما ذکر فی مسألۃ البئر جحط مفرعا علی قول الحلیۃ الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل بقولہ فعلی ھذا قولھم (ای فیمن نزل البئر للاغتسال) صار الماء مستعملا معناہ صار الماء الملاقی للبدن مستعملا لا جمیع ماء البئر[1] اھ فقد قدمنا الکلام علیہ کافیا شافیا بتوفیق اللہ تعالٰی تحت الحادی والعشرین من الکلام مع العلامۃ قاسم وثلثۃ حجج قبلہ من التاسع عشر فھذہ اربعۃ۔

قربۃ کی ادائیگی کے باعث ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ مُحدِث یا متقرّب کے بدن سے لگے نہ کہ اُس چیز کو لگے جو بدن کو لگی ہے، اور جو چیز مُلاقی میں موجود ہے وہ اوّل ہے اور مُلقٰی میں دوسری چیز ہے یہ رسالہ میں ہے، اور بحر کی مطلق پانی کی بحث میں ہے اور بحر نے مسئلہ بئر میں حلیہ کے اس قول پر تفریع کی ہے "الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل" (مستعمل پانی وہ ہے جو آدمی کے جسم سے متصل ہو) تفریع کے لفظ یہ ہیں، تو اس بنا پر ان کا قول (یعنی جو شخص کنویں میں نہانے کو اُترا) پانی مستعمل ہوگیا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ بدن کو لگنے والا پانی مستعمل ہوگیا، یہ نہیں کہ کنویں کا سارا پانی مستعمل ہوجائے، اھ ہم نے اس پر مکمل بحث علامہ قاسم کے کلام پر گفتگو کرتے ہُوئے اکیسویں نمبر کے تحت کردی ہے اور اس سے قبل انیسویں نمبر میں تین دلائل بیان کیے ہیں تو یہ چار ہوئے۔

واقول خامسا لوصح ھذا لما احتجتم الی حمل تلک الروایات الظاھرۃ الکاثرۃ الوافرۃ علی روایۃ ضعیفۃ مرجوحۃ نادرۃ وکان یکفیکم ان تقولوا نعم صار مستعملا لکن ما لاقی البدن او الکف وھو مستھلک مغلوب فلا یضر۔

خامساً میں کہتا ہوں اگر یہ بات درست ہوتی تو آپ ان کثیر ظاہر روایات کو ایک ضعیف روایت پر محمول نہ کرتے بلکہ صرف اتنا کہتے کہ ہاں وہ پانی مستعمل ہوگیا ہے، لیکن جو پانی بدن اور ہاتھوں کو لگا ہے وہ تھوڑا سا ہے اور مغلوب ہے تو نقصان دہ نہ ہوگا۔

وسادسا حیث حکموا بسقوط الاستعمال فی ادخال الکف والانغماس

سادساً مشایخ نے سقوط استعمال کا حکم لگایا ہے ہاتھ ڈالنے اور غوطہ کھانے کی صورت میں،

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

اطبقوا سلفا وخلفا وانتم معهم على تعليله
بالضرورة كما قدمنا عن الفتح والخلاصة
والتبيين والبزازية والكافي والخانية و
الغنية والحلية والنهر والقدوري و
الجرجاني والبرهان والصغرى والفوائد الظهيرية
والشمس الائمة الحلواني وعن بحركم و
عنكم عن شمس الائمة السرخسي وشارح الهداية
الخبازي والمحقق حيث اطلق والزيلعي وابي
الحسن وابي عبد الله رحمهم الله تعالٰى و
قدمناه عن الخلاصة عن نص محرر المذهب
محمد في كتاب الاصل وعن الفتح عن كتاب الحسن
عن صاحب المذهب الامام الاعظم رضي الله
تعالى عنهم ولو كان لايستعمل الا ما التصق بالبدن
فاي حرج يلحق واي ضرورة تمس فان الماء
مع ثبوت الاستعمال يبقى طاهرا مطهرا كما كان۔

وسابعا قدمنا عن الامام شمس
الائمة الكردري ان ادخال المحدث يده في
الماء لا لضرورة يفسده[1] وعنكم عن المبتغى انه
يفسد الماء[2] وعنكم عن المبسوط عن نص محمد
في الاصل اغتسل الطاهر في البئر افسده[3]
وعن مجمع الانهر فسد عند الكل[4] وعن

سلف سے خلف تک اسی پر چلے آرہے ہیں اور آپ
بھی ان کے ہمنوا ہیں اور اس کے لیے علت ضرورت
بتائی ہے جیساکہ ہم فتح، خلاصہ، تبیین، بزازیہ، کافی،
خانیہ، غنیہ، حلیہ، نہر، قدوری، جرجانی، برہان،
صغری، فوائد ظہیریہ، شمس الائمہ حلوانی، بحر اور آپ
کی سند سے شمس الائمہ سرخسی سے، شارح ہدایہ خبازی،
محقق (انھوں نے اطلاق سے کام لیا) ابو الحسن و
ابو عبد اللہ سے روایت کر آئے ہیں اور اسکو ہم نے خلاصہ
سے محرر المذہب امام محمد کا قول ان کی اصل سے نقل
کیا ہے اور فتح سے حسن کی کتاب سے صاحب المذہب
امام اعظم سے نقل کیا ہے، اگر صرف اتنا ہی مستعمل
ہوتا ہے جو بدن سے لگا ہو تو کیا حرج لاحق ہوتا ہے!
اور کونسی ضرورت درپیش ہوتی ہے؟ کیونکہ پانی باوجود
ثبوت استعمال کے طاہر مطہر ہی رہے گا جیساکہ
پہلے تھا۔

سابعاً ہم امام شمس الائمہ کردری سے نقل
کر آئے ہیں کہ محدث کا اپنے ہاتھ کو پانی میں بلاضرورت
ڈالنا پانی کو فاسد کردیتا ہے اور تم سے مبتغی سے
روایت کی ہے کہ وہ پانی کو فاسد کردیتا ہے، اور تم سے
مبسوط سے، محمد کی اصل میں نص سے روایت کی ہے
کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غسل کرے تو اس کو فاسد

---

[1] الہندیۃ بالمعنی فصل فیما لایجوز بہ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲
[2] الہندیۃ " " " " " ۱/۲۳
[3] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۶
[4] مجمع الانہر فصل فی الماء بیروت ۱/۳۱

الهندیة عن النهایة یفسد بالاتفاق[1] وتفظ العنایة فسد الماء عند الکل[2] وعنکم عن الدرایة والعنایة وغیرهما یفسد عند الکل[3] فهذا صریح نص محمد فی الروایة الظاهرة وصرائح لقول الاجماع فی الکتب المعتمدة منها بحرکم علی ان الماء کلہ یصیر مستعملا حتی لایبقی صالحا لان یتوضأ بہ اذ لیس الفساد الاخروج الشیئ عما یصلح لہ ولوکان یجوز بہ الوضوء فاین فسد وکیف فسد۔

کردے گا، اور مجمع الانہر میں ہے کہ سب کے نزدیک فاسد ہوگیا اور ہندیہ سے نہایہ سے منقول ہے کہ بالاتفاق فاسد ہوجائے گا، اور عنایہ کے الفاظ یہ ہیں کہ سب کے نزدیک پانی فاسد ہوگیا اور تم سے درایہ و عنایہ وغیرہما سے روایت کی ہے سب کے نزدیک فاسد ہوگیا تو یہ ظاہر روایت میں محمد کی صریح نص ہے، اور اجماع کی صریح نقول کتب معتمدہ میں موجود ہیں، بحر میں ہے علاوہ ازیں تمام پانی مستعمل ہوجاتا ہے حتی کہ اس سے وضو بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ فساد کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کی صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے لائق نہ رہی اور اگر اس سے وضو جائز ہے تو پھر اس میں فساد کیوں اور کیسے ہُوا؟ (ت)

وثامنا قد مر عن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذہب الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ التصریح بابین لفظ لایقبل تاویلا ولایرضی تحویلا وهو قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لویجز الوضوء منہ فثبت قطعا ان لامساغ لهذا التاویل وانہ مضاد لصریح نص امام المذهب وجلی نص محمد فی ظاهر الروایة بل مصادم لاجماع ائمة المذهب المنقول فی المعتمدات کبحرکم فالحق الناصع هو المذهب المنصوص علیہ من ائمة المذهب فی الکتب الظاهرة المطبق علیہ فی الروایات المتواترة

ثامنا ہم نے فتح کے حوالہ سے حسن کی کتاب سے صاحب مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، اور یہ اتنا واضح اور صریح قول ہے کہ کسی قسم کی تاویل کو قبول نہیں کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں، تو قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ امام مذہب کے نص صریح کے مخالف ہے اور امام محمد کے واضح نص کے بھی خلاف ہے بلکہ کتب معتمدہ میں ائمہ مذہب کا جو اجماع منقول ہے اس کے بھی مخالف ہے، مثلاً آپ ہی کی بحر میں حکایت اجماع موجود ہے تو حق وہی ہے جو ظاہر روایت کی کتب میں ائمہ مذہب سے

---

[1] ہندیة الفصل الثانی من المیاہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

[2] عنایة مع فتح القدیر ماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۹

[3] حاشیہ الہدایة " " المکتبة العربیہ کراچی ۱/۲۳

اعنی ثبوت الاستعمال لجمیع الماء القلیل قلیلا کان او کثیرا بدخول جزء من بدن محدث فیه لم یرو ومایخالفه و لم یر فی کلام احد مما ینافیه الا لفظة وقعت فی کلام البدائع فی تعلیل وجدل مع وفاقه فی المروی وما قدر بحث مع نصوص صاحب المذهب وتصریح محرره فی کتاب ظاهر الروایة بل مع اجماع ائمة المذهب لاجرم ان بقیت تلك الکلمة لم یعرج علیها احد فیما نعلم الی عصر الامام المحقق علی الاطلاق حتی اتی تلمیذاه العلامتان القاسم والحلبی فاثراها، وآثراها واشاراها، وجعلها العلامة قاسم نصا مرویا، وحکما مرضیا ینادیه نصوص المذهب المشهورة، والفروع المتواترة فی الکتب المنشورة، الی روایة ضعیفة مهجورة، ولم یات علیها بروایة منقولة ماثورة، ولا درایة مقبولة منصورة، فالمذهب هو المتبع، والحق احق ان یتبع، والله المستعان، وعلیه التکلان، وصلی الله تعالٰی علی سید الانس والجان، وآله وصحبه وابنه وحزبه ما تعاقب الملوان، وبارك وسلم ابدا آمین، والحمد لله رب العلمین۔

منقول ہے اور جس پر متواتر روایات منطبق ہیں یعنی تمام قلیل پانی پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا جانا خواہ قلیل ہو یا کثیر جبکہ محدث کے بدن کا کوئی حصہ بھی اس میں داخل ہوجائے اس پر یہی حکم ہوگا، اس کے خلاف کسی کے کلام میں منقول نہیں صرف ایک لفظ بدائع میں تعلیل وجدل کے طور پر آیا ہے حالانکہ روایت کردہ پر وہ متفق ہیں لیکن نصوص مذہب کی موجودگی میں محض ایک بحث کی کیا قدر وقیمت ہوسکتی ہے، پھر محرر مذہب کی تصریح ظاہر الروایۃ کی کتاب میں ہے اور ائمہ مذہب کا اجماع ہے، پھر ایک اس کلمہ پر محقق علی الاطلاق کے زمانہ تک کسی نے غور نہ کیا یہاں تک کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم اور حلبی آئے تو انہوں نے اس بات کو بڑھایا اور ترجیح دی اور پھیلایا اور علامہ قاسم نے تو اس کو اپنی پسندیدہ نص قرار دیا جس سے نصوص مذہب اور فروع متواترہ تک کو رد کردیا اور اس کی تائید میں صرف ایک ضعیف روایت لاسکے اور کوئی قابل عقل یا نقل دلیل پیش نہ کرسکے، تو مذہب حق وہی ہے جس کی پیروی کی گئی ہے اور حق ہی اس کا مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے واللہ المستعان، اسی پر بھروسا ہے، انس وجن کے سردار پر درود اور ان کی آل واصحاب، اولاد اور باقی جماعت پر تاقیامت برکتیں اور سلام نازل ہو، آمین والحمد للہ رب العالمین۔

الفصل الثالث فی کلام العلامة ابن الشحنة

رسالته رحمه الله تعالٰی اکثر من نصف کراسة سلك فیها مسلکا یخالف ما سلکه شیخه العلامة

تیسری فصل علامہ ابن الشحنہ کے کلام میں

ان کا رسالہ آدھی کاپی سے زیادہ ہے اس میں انہوں نے اپنے شیخ علامہ قاسم کے سراسر خلاف راہ اپنائی ہے کیونکہ

قاسم خلافا کلیا فانه کان ادعی تسویة الملقی
والملاقی فی جواز الوضوء وادعی هذا التسویتهما
فی عدم الجواز ذکر رحمه الله تعالٰی مخاطبا
لسائله سألت ارشدنی الله وایاک عن حوض
دون ثلثة اذرع فی مثلها هل یجوز الوضوء
فیه ام لا وهل یصیر مستعملا بالتوضی فیه
وذکرت ان المفتی به قول محمد رضی الله تعالٰی
عنه انه طاهر غیر طهور وان المتقاطر من
الوضوء قلیل لایقع طهورا اکثر منه فلا
یسلبه وصف الطهوریة واجبتک انه یجوز
الاغتراف منه والتوضی خارجه لا فیه اھ[1]

اقول فهذا ظاهر فی الملقی وان
المراد التوضی فیه بالمعنی الاول ای بحیث
تقع الغسالة فیه وقد کان السائل نبه علی
الحکم الصحیح فیه ان المتقاطر طاهر
مغلوب لکن اجابه بالمنع وهو خلاف الصحیح
کما علمت **والعجب** ان الشیخ سینقل ان
الصحیح خلافه ثم مشی علیه وکان حریا بنا
ان نحمل کلامه علی التوضی فیه بالمعنی
الثانی ای بغمس الاعضاء فیه ومعنی قوله
التوضی خارجه ان تکون اعضاء المتوضی خارج
الحوض کی یوافق الصحیح ولاینا قض کلام
نفسه فیما ینقل من التصحیح وکان تخطئة
السائل حیث سأل عن الوضوء فیه بغمس

وہ تو جوازِ وضو میں ملقٰی اور ملاقی کی برابری کے قائل تھے
اور انہوں نے عدمِ جواز میں دونوں کی برابری کا قول
کیا ہے وہ بصیغۂ خطاب فرماتے ہیں تُو نے مجھ سے
سوال کیا خدا تجھ کو اور مجھے ہدایت دے ایک حوض
کے بارے میں جو تین ہاتھ سے کم ہے، اس میں وضو
جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں وضو کرنے سے
پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟ اور تُو نے ذکر کیا کہ مفتی بہ
محمد کا قول ہے کہ وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں ہے
اور وضو سے جو ٹپکتا ہے وہ کم ہے اور جس پانی سے
ملا ہے وہ زیادہ ہے تو وہ اس کی طہوریت کے
وصف کو سلب نہیں کرسکتا ہے، میں نے تجھ کو یہ
جواب دیا ہے کہ اس سے چلّو بھر کر پانی لے کر وضو باہر کرنا جائز ہے اس کے بیچ وضو کرنا جائز نہیں اھ

میں کہتا ہوں یہ ملقٰی میں ظاہر ہے اور یہ کہ
اس سے مراد پہلے معنی کے اعتبار سے وضو کرنا ہے یعنی
دھوون اس میں گرے اور سائل نے اس میں
صحیح حکم پر خبردار کیا تھا کہ ٹپکنے والا پانی طاہر مغلوب
ہے مگر انہوں نے اس کا جواب منع کے ساتھ دیا
اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ صحیح کے خلاف ہے،
اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ خود شیخ عنقریب یہ نقل
کریں گے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور پھر خود اسی پر
چلے ہیں، اور ہمارے لائق بات تو یہ تھی کہ ہم اس کو دوسرے
معنی میں لیتے وہ یہ کہ اس میں وضو کرنے پر محمول کرتے یعنی
اس میں اعضاء کا ڈبو دینا، اور ان کے اس قول کے
معنی کہ وضو حوض کے باہر، یہ ہیں کہ وضو کرنیوالے کے
اعضاء حوض کے باہر ہوں تاکہ صحیح کے موافق ہو اور خود

---

[1] رسالہ ابن الشحنہ

الاعضاء ولم یکن بعدہ محل لذکر قلۃ المتقاطر
الیسر علینا من تطرق امثال الخلل الی
کلام العلامۃ ولکنہ رحمہ اللہ سیصرح بھذا
الظاھر فانسد باب التاویل ثم قدم مقدمۃ
فی بیان الماء الذی یظھر فیہ اثر الاستعمال
والذی لایظھر فیہ قاصدا اثبات ان الحوض
المسئول عنہ اعنی الصغیر مما یتأثر بالاستعمال
تأثرہ بالنجس فقال اعلم ان الماء الذی
یظھر فیہ اثر الاستعمال ھو الذی[1] یظھر فیہ
اثر النجاسۃ وکل ما لایظھر فیہ اثر النجاسۃ
لایظھر فیہ اثر الاستعمال ولا فرق ثم
جعل یسرد الاقوال فی حد القلیل واطال الی
ان قال فثبت ح ظھور اثر الاستعمال وھو
سلب الطھوریۃ عن ماء الحوض الذی
سألت عنہ وکان حکمہ کالاناء والجب والبئر لہ

کلام آپس میں متناقض نہ ہو یعنی اُس تصحیح کے جو نقل کی جائے گی، اور انہوں نے سائل کو غلط اس لیے ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے اعضاً کو حوض میں داخل کرکے وضو کرنا چاہتا ہے اس کے بعد اس کا محل نہ تھا کہ ٹپکنے والا کم ہے یہ ہم پر بہ نسبت اس کے آسان ہے کہ علّامہ کے کلام میں خلل کو مان لیں مگر وہ خود اس ظاہر کی تصریح کریں گے تو تاویل کا باب بند ہوگیا، پھر ایک مقدمہ اُس پانی کے بارے میں بیان کیا جس میں اثرِ استعمال ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہوتا ہے، اس سے ان کا ارادہ یہ بتانا کہ وہ چھوٹا حوض جس کے بارے میں دریافت کیا جارہا ہے مستعمل پانی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح نجس پانی سے، اور فرمایا جاننا چاہیے کہ وُہ پانی جس میں استعمال کا اثر ظاہر ہوتا ہے وہی ہے جس میں نجاست کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں استعمال کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا اور کوئی فرق نہیں، پھر انہوں نے قلیل کے حد میں کئی اقوال پیش کیے اور کافی طوالت اختیار کی اور آخر میں کہا، تو ثابت ہوگیا کہ استعمال کے اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جس حوض کی بابت دریافت کیا ہے اس کے پانی سے طہوریت سلب

---

[1] تعقیب المسند الیہ بضمیر الفصل یفید: قصر المسند علی المسند الیہ فمفاد القضیۃ الاولٰی ان تأثیر النجاسۃ مقصور علی ما یؤثر فیہ الاستعمال ای کل ما لایظھر فیہ اثر الاستعمال لایظھر فیہ اثر النجاسۃ ثم ذکر عکسہ کلیا فافاد انھما شیئ واحد وانہ لا انفکاک لتأثیر عن اٰخر اھ منہ غفر لہ۔ (م)

مسند الیہ کے بعد ضمیر فصل لانا مسند کے مسند الیہ پر حصر کا فائدہ دیتا ہے تو پہلے قضیہ کا فائدہ یہ ہے کہ نجاست کا مؤثر ہونا اس چیز پر منحصر ہے جس میں استعمال مؤثر ہو یعنی جس میں استعمال کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں نجاست کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا پھر انہوں نے اس کا عکس کلی ذکر کیا جس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں شَی واحد ہیں اور یہ کہ ایک کی تاثیر دوسرے سے جُدا نہ ہوگی اھ منہ غفرلہ (ت)

ہوگئی اور اس کا حکم برتن، گڑھے اور کنویں کی مانند ہوگیا۔

اقول رحمکم اللہ کل ما اتیتم بہ الی
ھنا انما بین ان القلیل الذی تؤثر فیہ النجاسۃ
کذا وکذا ولیس فی شیئ منہ ما یدل علی
ان کل قلیل یتأثر بالاستعمال کالنجاسۃ
وانما کان المقصود فیہ ولو تذکروا فیہ غیر
قولکم ان کل ما تأثر بھا تأثر بہ ولا فرق وھی
القضیۃ الاولی فی کلامکم اما الاخری القائلۃ
ان کل ما تأثر بہ تأثر بھا فلا کلام فیھا ولا
تمس المقصود اصلا ثم ذکر تکمیلا لتوضیحہ
وسود فیہ **فرع**[1] الخلاصۃ ان الحوض الصغیر
قیاس الاوانی والحباب لایجوز التوضی فیہ
ولو وقعت فیہ قطرۃ خمر تنجس **وفرع**
البزازیۃ والتجنیس والخانیۃ اذا نقص الحوض
من عشر فی عشر لایتوضؤ فیہ بل یغترف ویتوضؤ خارجہ[2]
ولفظ الخانیۃ لایجوز فیہ الوضوء[3] ولفظ التجنیس
اعلاہ عشر فی عشر واسفلہ اقل وھو ممتلی
یجوز التوضی فیہ والاغتسال فیہ وان نقص
لا ولکن یغترف منہ ویتوضأ[4] اھ **قلت** وفی
عکسہ عکسہ ای اذا کان اسفلہ عشرا فی عشر اعلاہ

میں کہتا ہوں یہاں تک آپ نے جو کچھ بیان
کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل پانی وہ ہے جس میں نجاست
اثر کرے وہ پانی فلاں فلاں ہے، اس میں یہ کہیں
نہیں ہے کہ ہر قلیل پانی استعمال سے متاثر ہوتا ہے
جس طرح کہ نجاست سے متاثر ہوتا ہے اور اس سے وہ
مقصود تھا جس کا آپ نے ذکر نہیں کیا صرف یہ ذکر کیا ہے کہ جو پانی
جو نجاست سے متاثر ہوگا وہ استعمال سے بھی متاثر ہوگا بغیر کسی فرق
کے، یہ ہوا پہلا قضیہ تمہارے کلام میں اور دوسرا قضیہ
یہ ہے کہ جو پانی استعمال سے متاثر ہوگا وہ نجاست سے
بھی متاثر ہوگا، تو اس میں کلام نہیں، اور اس کا
مقصود سے کوئی تعلق نہیں، پھر اپنی وضاحت کی تکمیل
کی اور یہ فروع ذکر کیں، فرع خلاصہ کہ چھوٹا حوض جو
برتنوں اور گڑھوں کی مانند ہو اس میں وضو جائز نہیں ہے،
اور اس میں اگر ایک قطرہ شراب کا گر جائے تو وہ نجس
ہو جائے گا۔ بزازیہ، تجنیس اور خانیہ میں ہے کہ جب
حوض دہ در دہ سے کم ہو تو اس میں وضو نہ کریگا بلکہ اس میں سے
چلّو کے ذریعے لے گا اور وضو حوض سے باہر کرے گا، اور خانیہ کے
الفاظ یہ ہیں اس میں وضو جائز نہیں، اور تجنیس کے
الفاظ یہ ہیں کہ اس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور نچلا

---

١ خلاصۃ الفتاوی — الجنس الاول فی الحیاض — نولکشور لکھنؤ ١/٥
٢ بزازیہ مع الھندیہ — نوع فی الحیض — نورانی کتب خانہ پشاور ٤/٥
٣ قاضی خان — فصل فی الماء الراکد — نولکشور لکھنؤ ١/٣
٤ بحر الرائق — کتاب الطھارۃ — سعید کمپنی کراچی ١/٧٧

اقل لم یجز الوضوء فیہ مثلا فاذا انقص و بلغ الکثرۃ جاز وبہ یلغز ای ماء لایجوز الاغتسال فیہ مادام کثیرا واذا قل جاز وفرع الخانیۃ خندق طولہ مائۃ ذراع او اکثر فی عرض ذراعین قال عامۃ المشایخ لایجوز فیہ الوضوء ثم حکی عن بعضھم الجواز ان کان ماؤہ لو انبسط یصیر عشرا فی عشر اھ قلت وھو المختار درر عن عیون المذاھب والظہیریۃ وصححہ فی المحیط والاختیار وغیرھما واختار فی الفتح القول الاٰخر وصححہ تلمیذہ الشیخ قاسم لان مدار الکثرۃ علی عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب ولا شك فی غلبۃ الخلوص من جھۃ العرض اھ ش۔

کم ہے اور وہ بھرا ہُوا ہو تو اس سے وضو بھی جائز ہے اور غسل بھی، اور کم ہو تو جائز نہیں البتہ اس سے چُلّو بھر کر پانی لے کر وضو کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے عکس میں حکم برعکس ہے یعنی جب اس کا نچلا حصّہ دہ در دہ ہو اور اوپر والا کم ہو تو اس میں وضو جائز نہیں جب کہ بھرا ہوا ہو، پس جب کم ہو جائے اور کثرت کو پہنچ جائے تو جائز ہے، اسی سے ایک فقہی پہیلی مشہور ہے "وہ کون سا پانی ہے کہ جب کثیر ہو تو اُس سے غسل جائز نہیں اور جب کم ہو تو جائز ہے۔ خانیہ کی فرع، ایک خندق ہے جس کی لمبائی سَو ہاتھ یا اُس سے زیادہ ہے اور چوڑائی دو ہاتھ ہے تو عام مشایخ فرماتے ہیں اُس سے وضو جائز نہیں، اور بعض مشایخ سے جواز منقول ہے، بشرطیکہ وہ حوض ایسا ہو کہ اگر اس کے پانی کو پھیلایا جائے تو وہ دَہ در دَہ ہو جائے اھ میں کہتا ہُوں یہی مختار ہے اس کو درر نے عیون المذاہب سے اور ظہیریہ سے نقل کیا اور محیط و اختیار وغیرہما نے اس کی تصحیح کی، اور فتح میں دوسرے قول کو اختیار کیا اور اس کی تصحیح ان کے شاگرد شیخ قاسم نے کی کیونکہ کثرت کا دارو مدار نجاست کے دوسری جانب نہ پہنچنے پر ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خلوص کا غلبہ چوڑائی کی طرف سے ہے اھ ش

اقول ھذا غیر مسلم اذ لو کان علیہ المدار لما جاز الوضوء فی الماء الکثیر من الجانب الذی فیہ النجاسۃ ولیس کذلك فعلوان المدار ھو المقدار اعنی المساحۃ فلا حاجۃ الی العرض وقد قال المحقق نفسہ قالوا فی غیر المرئیۃ یتوضؤ من جانب الوقوع وفی المرئیۃ لا وعن

میں کہتا ہُوں یہ مسلّمہ بات نہیں ہے کیونکہ اگر اسی پر مدار ہوتا تو کثیر پانی میں اس جانب سے وضو جائز نہیں ہوتا جس میں کہ نجاست ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہُوا کہ اصل چیز مقدار ہے یعنی پیمائش، تو چوڑائی کی کوئی حاجت نہیں، اور خود محقق نے فرمایا ہے "مشایخ کا غیر مرئی نجاست میں

---

[1] قاضی خان — فصل فی الماء الراکد — نولکشور لکھنؤ — ۱/۳

[2] رد المحتار — باب المیاہ — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۴۲

ابی یوسف انه کالجاری لایتنجس الا بالتغیر وهو الذی ینبغی تصحیحه لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرة عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل وهو ایضا الحکم المجمع علیه علی ما قدمناه من نقل شیخ الاسلام ویوافقه ما فی المبتغی ان ماء الحوض فی حکم ماء جار[1] اھ و العلامة نفسه اطال فیه الکلام فی رسالته تلک واحتج بالاحادیث والاٰثار وقال فی اٰخره فثبت ان ماء الغدر لایتنجس الا بالتغیر سواء کان الواقع فیه مرئیا او غیر مرئی فالجاری اولی[2] اھ وقال قبله علی قول صاحب الاختیار ان کانت النجاسة مرئیة لایتوضؤ من موضع الوقوع الخ مانصه یقال له اذا کان الحکم هذا فاین الاصل الذی ادعیته وهو ان الکثیر لاینجس وکیف خرج هذا عن دلیل الاصل الذی اوردته وهو الحدیث[3] الخ وقال علی قول البدائع ان کانت مرئیة لایتوضؤ من الجانب الذی فیه الجیفة مانصه کل مخالف للاصل المذکور والحدیث[4] اھ

کہتا ہے کہ جہاں نجاست گری ہے وہاں سے وضو کرسکتا ہے اور مرئیہ میں نہیں، اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے جب تک تغیر نہ ہوگا نجس نہ ہوگا اسی کی تصحیح ہونی چاہئے، کیونکہ دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ کثرت کی صورت میں صرف اسی وقت ناپاک ہو جبکہ تغیر آجائے اور اس میں کوئی قید نہ ہو، یہ بھی اجماعی حکم ہے ہم اس پر شیخ الاسلام کی نقل بیان کر آئے ہیں، اور مبتغٰی میں اسکے موافق ہے کہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے اھ اور علامہ نے خود اپنے اس رسالہ میں اس پر طویل بحث کی ہے اور احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے اور اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ تالابوں کا پانی صرف تغیر سے ناپاک ہوتا ہے خواہ گرنے والی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی، تو جاری میں یہ حکم بطریق اولٰے ہوگا اھ اور اس سے قبل صاحب اختیار پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو گرنے کی جگہ سے وضو نہیں کریگا الخ ان کی عبارت اس طرح ہے "اُس سے کہا جائیگا کہ جب حکم یہ ہے تو اس اصل کا کیا ہوا جو آپ نے بیان کی تھی کہ کثیر پانی ناپاک نہیں ہوتا اور یہ اُس دلیل اصل سے کیسے خارج ہوگیا جس کو آپ نے بیان کیا تھا اور وہ حدیث ہے الخ اور بدائع کے قول پر فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو جہاں مردار گرا ہے وہاں سے

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۲
[2] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض
[3] ایضاً
[4] ایضاً

وضو نہیں کرے گا، ان کی یہ تمام عبارت اصل مذکور اور حدیث کے مخالف ہے اھ

ثم اقول (ف۱) بل ادارۃ الامر علیہ یبطل اعتبار العرض فان المناط ان یکون بین النجاسۃ والماء الذی یرید ان یاخذہ عشرۃ اذرع فاذا وقع النجس فی احد اطراف ذلک الخندق لم یخلص الی الطرف الاٰخر طولا وان خلص عرضا فیجوز الاخذ من الطول بعد عشرۃ اذرع وان لم یجز من العرض **بل** (ف۲) **ھی** تبطل اعتبار المساحۃ رأسا اذ المدار علی ھذا علی الفصل فلوان خندقا طولہ عشرۃ اذرع وعرضہ شبر وقع فی طرف منہ نجس جاز الوضوء من الطرف الاٰخر لوجود الفصل المانع للخلوص وھذا لایقول بہ احد منا **و**(ف۳) لو وقع النجس فی الوسط والغدیر عشر فی عشر بل عشرون فی العشرین الا اصبعا فی الجانبین تنجس کلہ لان الفصل فی کل جانب اقل من عشر **و**(ف۴) کذا اذا کان مائۃ فی مائۃ بل الفا فی الف(۱) ووقع بفصل عشر فی الاطراف ثم کل عشرین فی الاوساط قطرۃ نجس وجب تنجس الکل من دون تغیر وصف، مع کونہ عشرۃ اٰلاف

پھر میں کہتا ہوں کہ اس پر دارومدار رکھنا عرض کے اعتبار کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ اس وقت علت حکم یہ ہے کہ اس کے اور نجاست کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ ہو تو اگر اس خندق کے ایک کنارے میں نجاست گر گئی تو وہ لمبائی میں دوسرے کنارے تک نہیں آسکتی اگرچہ چوڑائی میں دوسری طرف پہنچ جائے، تو لمبائی میں دس ہاتھ کے بُعد سے اس پانی کا استعمال جائز ہوگا اگرچہ چوڑائی سے جائز نہیں، بلکہ یہ مساحت کے اعتبار کو باطل کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں دار و مدار فصل پر ہے اب اگر کسی خندق کی لمبائی دس ہاتھ ہے مگر چوڑائی ایک بالشت ہے اور اس کے ایک کنارہ میں نجاست گر جائے تو دوسرے کنارے سے وضو جائز ہے کیونکہ خلوص کے لیے مانع موجود ہے، اور ہم میں سے یہ قول کسی کا نہیں۔ اور اگر نجاست تالاب کے بیچوں بیچ گر گئی اور تالاب دہ در دہ بلکہ بست در بست ہے مگر دونوں طرف سے ایک ایک انگل کم ہے تو پورے کا پورا ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ فصل ہر جہت میں دس سے کم ہے، اسی طرح اگر وہ سَو در سَو ہو بلکہ ہزار در ہزار ہو، اور نجاست دس(۱) ہاتھ

---

(۱) فتکفی لتنجیس عشرۃ اٰلاف ذراع خمس وعشرون قطیرۃ کحبۃ الجاورس مثلا ولتنجیس ماء منبسط فی الف الف ذراع الفان وخمسمائۃ۔

اھ منہ غفرلہ۔ (م)

(۱) دس ہزار گز کو نجس کرنے کے لیے نجاست کے پچیس قطرے باجرہ کے دانہ برابر کافی ہیں اور ایک لاکھ گز میں پھیلنے والے پانی کو نجس کرنے کے لیے دو ہزار پانچ سو قطرے کافی ہیں اھ منہ غفرلہ (ت)

ذراع بل الف الف، فالحق ان المدار هو المقدار، والماء بعده کماء جار، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

کے فاصلہ سے اطراف میں واقع ہو اور پھر ہر بیچ کے درمیان میں ایک نجس قطرہ ہو تو کل نجس ہوجائیگا خواہ وصف میں تغیر نہ ہوا ہو دس ہزار گز ہونے کے باوجود بلکہ لاکھ گز گنے کے باوجود حق یہ ہے کہ دارومدار مقدار پر ہے اور پانی اس کے بعد ماءِ جاری کی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ویظھر للعبد الضعیف انہ کان ینبغی ان یجعل ھذا ھو المقصود بظاھر الروایۃ ان الکثیر ما لایخلص بعضہ الی بعض واعتبروہ بالارتفاع والانخفاض بتحریک الوضوء من ساعتہ او الغسل او الاغتراف او التکدر او سرایۃ الصبغ والاول ھو الصحیح ویقرر ان المقصود بہ لیس الا تحصیل جامع بینہ وبین الجاری قال الامام ملک العلماء فی البدائع عن ابی حنیفۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فی جاھل بال فی الماء الجاری ورجل اسفل منہ یتوضؤ بہ قال لاباس بہ وھذا لان الماء الجاری مما لایخلص بعضہ الی بعض فالماء الذی یتوضؤ بہ یحتمل انہ نجس یحتمل انہ طاھر والماء طاھر فی الاصل فلا نحکم بنجاستہ بالشک[1] اھ۔

میں کہتا ہوں اس عبدِ ضعیف پر یہ ظاہر ہوا کہ مناسب یہ تھا کہ اسی کو ظاہر الروایۃ کا مقصود بنایا جاتا یعنی کثیر وہ ہے کہ بعض بعض میں شامل نہ ہو اور اس میں انہوں نے پانی کے زیروبم کا لحاظ کیا ہے، وضو، غسل، چُلّو سے پانی لینے، گدلا ہونے یا رنگ کے سرایت کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے، اور اول ہی صحیح ہے، اور یہ مقرر ہے کہ مقصود اس پانی اور جاری پانی میں کوئی جہت جامعہ تلاش کرنا ہے، ملک العلماء نے بدائع میں ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی جاہل جاری پانی میں پیشاب کرے اور اس کے نچلے حصے میں کوئی شخص وضو کر رہا ہو تو فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری پانی کے اجزا ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے ہیں، تو جس پانی سے وہ وضو کر رہا ہے اس کے بارے میں احتمال ہے کہ پاک ہو اور احتمال ہے کہ ناپاک ہو، اور پانی اصل کے اعتبار سے پاک ہے تو شک کی بنا پر اس پر ناپاکی کا حکم نہیں کیا جائے گا اھ

اقول معناہ ان البول یستھلک فی الماء فیصیر کجزء منہ لکن لایطھر نجاستہ عینا فھذا ماء بعضہ نجس غیر ان الماء الجاری لایتأثر بقیتہ بھذا البعض وھذا معنی قولہ لایخلص

میں کہتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب پانی میں گُم ہوجاتا ہے اور اس کے ایک جزء کی طرح ہوجاتا ہے لیکن وہ پاک نہیں کرتا ہے کہ اس کی ذات نجس ہے تو یہ ایسا پانی ہے جس کا بعض نجس ہے مگر جاری پانی

---

[1] بدائع الصنائع المقدر الذی یصیر المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

بعضه الی بعض فانه مما[1] رد علیه العلامة
قاسم فی الرسالة[1] بقوله هذا مما لایکاد یفهم و
من نظر تدافع امواج الانهار جزم بخلاف
مقتضی هذه العبارات اه وکانه ظن ان
المراد لایصل بعضه الی بعض ولو[2] ارید هذا لم
یکن فی تدافع الامواج ما یدفعه فان التموج
حین یوصل الماء الاول مکان الثانی
ینقل الثانی الی مکان الثالث فلا یثبت
وصول الاول الی الثانی بل الی مکانه الاول و
بالجملة المقصود حصول هذا المعنی الملحق
ایاه بالجاری فاذا حصل لحق وصار لایقبل
النجاسة اصلا لا انه یتنجس من موضع النجاسة
الی حیث یخلص بعضه الی بعض و یبقی الباقی
علی طهارته حتی یجب ان یترك من موضع
النجاسة قدر حوض صغیر کما هی روایة الاملاء
و[3] ذلك لان الماء یتنجس بالمتنجس تنجسه
بالنجس فان صار قدر ما یخلص الیه نجسا
کیف یبقی ما بعده طاهرا مع اتصاله به و
والله تعالٰی اعلم هذا وذکر المسألة فی البدائع
فجعل الجواز حکم وعدمه احوط حیث قال اذا
کان الماء الراکد له طول بلا عرض کالانهار
التی فیها میاه راکدة لم یذکر فی ظاهر الروایة
وعن ابی نصر محمد بن محمد بن سلام

کے بقیہ اجزاء اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں، اور یہی
مفہوم اس عبارت کا ہے کہ اس کا بعض حصہ دوسرے
بعض کی طرف نہیں پہنچتا ہے، تو وہ اعتراض جو علامہ
قاسم نے اپنے رسالہ میں کیا وہ ختم ہوا، اعتراض یہ ہے
"یہ ایک ناقابلِ فہم چیز ہے اور جو شخص بھی نہروں کی ٹکراتی
ہوتی موجوں کا مشاہدہ کرے گا اس کو معلوم ہوجائیگا
کہ ان عبارات میں جو لکھا ہے وہ غلط ہے" اور غالباً
انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ پانی کا بعض حصہ
دوسرے بعض تک نہیں پہنچتا ہے، اگر بات یہی ہوتی
تو موجوں کے ٹکراؤ سے اس کی تردید نہ ہوتی، کیونکہ
موج جب پہلے کو دوسرے کی جگہ لے جائے گی تو
دوسرے کو تیسرے کی جگہ لے جائے گی تو پہلا پانی دوسرے
پانی کی جگہ تک نہیں پہنچے گا بلکہ اس کی پہلی جگہ تک پہنچے گا،
خلاصہ یہ کہ اس میں اس وصف کا حاصل ہونا ہے
جو اس کو جاری پانی سے ملاتا ہے، اگر یہ وصف پایا جائیگا
تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوگا اور نجاست کو بالکل
قبول نہ کرے گا، یہ نہیں کہ نجاست کی جگہ سے وہ
ناپاک ہوجائے گا، اور جہاں تک اس کے اجزاء
جائیں گے اور باقی اپنی اصلی طہارت پر باقی رہے گا
یہاں تک کہ نجاست کی جگہ سے چھوٹے حوض کی مقدار
میں جگہ چھوڑ دی جائے جیسا کہ یہ املاء کی روایت ہے
کیونکہ پانی ناپاک چیز سے ایسا ہی ناپاک ہوجاتا ہے
جیسا کہ خود نجس چیز سے، تو اگر اتنی مقدار جو اس کی طرف

---

[1] رسالہ لعلامہ قاسم

ان کان طول الماء ممالا یخلص بعضہ الی بعض یجوز التوضؤ بہ وعن ابی سلیمٰن الجوزجانی لاوعلی قولہ لووقعت فیہ نجاسۃ ان کان فی احد الطرفین ینجس مقدار عشرۃ اذرع وان کان فی وسطہ ینجس من کل جانب مقدار عشرۃ اذرع فما ذھب الیہ ابونصر اقرب الی الحکم لان اعتبار العرض یوجب التنجیس واعتبار الطول لایوجب فلاینجس بالشک وما قالہ ابوسلیمٰن اقرب الی الاحتیاط لان اعتبار الطول ان کان لایوجب التنجیس فاعتبار العرض یوجب فیحکم بالنجاسۃ احتیاطا[1] اھ۔

آرہی ہے نجس ہوجائے تو اس کے بعد جو بچا ہے وہ طاہر کیسے رہے گا حالانکہ وہ بھی اس کے ساتھ متصل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ بدائع میں مسئلہ کا ذکر کیا اور جواز کو مضبوط اور عدمِ جواز کو احوط قرار دیا، فرمایا جب پانی ٹھہرا ہوا ہو اس میں طول ہو مگر عرض نہ ہو جیسا کہ نہروں میں ٹھہرا ہوا پانی۔ ظاہر روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور ابونصر محمد بن محمد بن سلام سے مروی ہے کہ اگر پانی کی لمبائی ایسی ہے کہ پانی کا بعض دوسرے بعض تک نہ پہنچتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے، ابوسلیمان الجوزجانی سے ہے کہ نہیں، اور ان کے قول پر اگر اس میں نجاست پڑجائے تو اگر وہ کسی ایک کنارے پر ہو تو دس ہاتھ کی تعداد پر ناپاک ہوجائے گا، اور اگر درمیان میں ہو تو ہر جانب سے دس ہاتھ ناپاک ہوجائے گا تو ابونصر کا قول اقرب الی الحکم ہے کیونکہ چوڑائی کا اعتبار ناپاک کرتا ہے اور لمبائی کا اعتبار نجاست لازم نہیں کرتا، تو شک سے ناپاک نہ ہوگا، اور جو ابوسلیمان نے کہا وہ اقرب الی الاحتیاط ہے کیونکہ لمبائی کا اعتبار اگر نجس کرنے کو واجب نہیں کرتا تو چوڑائی کا اعتبار واجب کرتا ہے تو نجاست کا حکم احتیاطاً لگایا جائے گا اھ

اقول فی کلا التعلیلین نظر بل الطول یوجب الطھارۃ والعرض لایوجب تنجیسہ لان المدار اذا کان علی الخلوص وعدمہ فعدمہ من جھۃ الطول ظاھر ووجودہ من جھۃ العرض زائل لان بقلۃ العرض یحصل الخلوص فی العرض وکیف یسری منہ الی الطول مع وجود الفصل المانع للخلوص۔

میں کہتا ہوں دونوں تعلیلوں پر اعتراض ہے بلکہ لمبائی طہارت کو واجب کرتی ہے اور چوڑائی اس کی ناپاکی کو واجب نہیں کرتی کیونکہ دارومدار خلوص کے ہونے نہ ہونے پر ہے تو اس کا عدم لمبائی کے اعتبار سے ظاہر ہے اور اس کا وجود چوڑائی کے اعتبار سے زائل ہے، کیونکہ چوڑائی کی قلت سے خلوص حاصل ہوگا چوڑائی میں تو اس سے لمبائی کی طرف کیسے چلے گا حالانکہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

14
14

ان شئت فشاهده بما جعلوه معیار الخلوص وعدمه فانك اذا توضأت فیه یتحرك فی عرضه لاجمیع طوله وکذا الصبغ والتکدیر واجاب فی البحر بان هذا وان کان الاوجه الا انهم وسعوا الامر علی الناس وقالوا بالضم ای ضم الطول الی العرض کما اشار الیه فی التجنیس بقوله تیسیرا علی المسلمین[1] اھ واقرہ ش۔

فصل خلوص کو مانع ہے، اور اگر تو چاہے تو اس کا مشاہدہ اس چیز سے کر جس کو انہوں نے خلوص و عدمِ خلوص کا معیار قرار دیا ہے کیونکہ جب اس میں وضو کریں گے تو اس کے عرض میں اس کی حرکت ہوگی نہ کہ اس کے طول میں۔ اسی طرح رنگ اور گدلا پن۔ اور بحر میں جواب دیا کہ یہ اگرچہ اوجہ ہے مگر فقہاء نے لوگوں پر معاملہ کو آسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طول کو عرض سے ملایا جائے، چنانچہ تجنیس میں فرمایا تیسیرا علی المسلمین اھ (مسلمانوں کو سہولت دینے کے لیے) اور اس کو برقرار رکھا ش نے۔

اقول لیس باوجه فضلا عن ان یکون الاوجه وانما الاوجه الجواز کما علمت وبالله التوفیق ھذا ثم ذکر فی نھر الروض فرع الخانیة حوض کبیر فیه مشرعة ان کان الماء متصلا بالالواح بمنزلة التابوت لایجوز فیه الوضوء واتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منها لاینفع کحوض کبیر انشعب منه حوض صغیر فتوضأ فی الصغیر لایجوز وان کان ماء الصغیر متصلا بماء الکبیر وکذا لایعتبر اتصال ماء المشرعة بما تحتها من الماء ان کانت الالواح مشدودة[2]۔

میں کہتا ہوں یہ اوجہ نہیں، چہ جائیکہ الاوجہ ہو، اوجہ تو جواز ہی ہے جیسا کہ آپ نے جانا وباللہ التوفیق پھر نہر الروض میں فرمایا، خانیہ کی فرع، ایک بڑا حوض ہے جس میں ایک نالی ہے، اب اگر اس کے تختے تابوت کی طرح ملے ہوئے ہیں تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا متصل ہونا نفع بخش نہیں ہے، جیسے بڑے حوض میں سے چھوٹا حوض نکال لیا جائے اور کوئی شخص اس چھوٹے حوض سے وضو کرے تو جائز نہیں اگرچہ چھوٹے کا پانی بڑے کے پانی سے متصل ہو اسی طرح نالی کے پانی کا نیچے کے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں اگر تختے بندھے ہوں اھ

اقول انما مبناہ فیما یظھر ما تقدم فی فرعنا الثالث من اشتراط العرض والا فلا شك

میں کہتا ہوں اس کا دار و مدار بظاہر اسی چیز پر ہے جو تیسری فرع میں گزرا یعنی چوڑائی کی شرط ورنہ

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

[2] فتاوی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۳

(رضا)

فی حصول المساحة المطلوبة عند اتصال الماء وقد علمت ان اشتراطه خلاف الصحیح الرجیح الوجیه وفرع[1] الخانیة حوض صغیر یدخل الماء من جانب ویخرج من جانب قالوا ان کان اربعا فی اربع فما دونه یجوز فیه التوضی وان کان اکثر لا الا فی موضع دخول الماء وخروجه لان فی الوجه الاول ما یقع فیه من الماء المستعمل لا یستقر فیه بل یخرج کما دخل فکان جاریا وفی الوجه الثانی یستقر فیه الماء ولا یخرج الا بعد زمان والاصح ان هذا التقدیر لیس بلازم وانما الاعتماد علی ما ذکر من المعنی فینظر فیه ان کان ما وقع فیه من الماء المستعمل یخرج من ساعته ولا یستقر فیه یجوز فیه التوضی والا فلا وذلك یختلف بکثرة الماء الذی یدخل فیه وقوته وضد ذلك اھ۔[1]

مطلوبہ پیمائش کے پانی کے اتصال کے وقت حاصل ہوجانے میں کوئی شک نہیں، اور آپ جان چکے ہیں کہ اس کی شرط صحیح رجیح وجیہ کے خلاف ہے۔ خانیہ کی فرع، ایک چھوٹا حوض ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر چہار در چہار ہے یا اس سے کم ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر زیادہ ہے تو نہ ہوگا، صرف پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے یا خارج ہونے کی جگہ سے ہوجائے گا کیونکہ پہلی صورت میں جو مستعمل پانی اس میں داخل ہوگا وہ اس میں نہیں ٹھہریگا بلکہ داخل ہوتے ہی نکل جائیگا تو جاری ہوگا اور دوسری صورت میں پانی اس میں ٹھہریگا اور کافی دیر بعد نکلے گا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اندازہ لازم نہیں ہے، اور اعتماد صرف اسی وصف پر ہے جو ذکر کیا گیا ہے، تو اس میں غور کیا جائے کہ اگر مستعمل پانی داخل ہوتے ہی نکل جاتا ہے اور اس میں ٹھہرتا نہیں تو اس میں وضوء جائز ہے ورنہ نہیں اسکا دارومدار اس پانی کی قوت وضعف پر ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے اھ

اقول ھو خلاف ما علیه الفتوی قال فی الدر والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارك کحوض صغیر یدخله الماء من جانب ویخرج من اخر[2] یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقا به یفتی اھ ای سواء کان اربعا فی اربع او اکثر اھ ش[3]

میں کہتا ہوں یہ مفتی بہ قول کے خلاف ہے، در میں فرمایا فقہاء نے حوض حمام کو جاری پانی کا حکم دیا ہے، خواہ پانی اتر رہا ہو اور مسلسل چلو بھر کر پانی لیا جائے جیسے چھوٹا حوض کہ جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو ایسے حوض کے ہر طرف سے وضو جائز ہے، اسی پر فتوٰی ہے، یعنی وہ چار چار کا ہو یا زیادہ۔

---

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳
[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶
[3] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۰

وعلیہ الفتوی من غیر تفصیل ھندیۃ عن صدر الشریعۃ والمجتبی والدرایۃ وفرع الخانیۃ بعد ما مر وکذا قالوا فی عین ماء ھی سبع فی سبع ینبع الماء من اسفلہا ویخرج من منفذھا لایجوز فیہ التوضی الا فی موضع خروج الماء منہا[1] اھ

اقول ھو ایضا خلاف الفتوی قال فی الدر بعد ما تقدم وکعین ھی خمس فی خمس ینبع الماء منہ بہ یفتی[2] اھ قال الشیخ اعنی ابن الشحنۃ وصرح الامام الحصیری فی خیر مطلوب بان الحاصل ان الشرط عدم استعمال الماء الذی استعملہ ووقع منہ[3] اھ قال وھذا محقق استعمالہ فی الحوض الذی سألت عنہ وھذہ الفروع صریحۃ فی عین مسألتک[4] اھ۔

اقول اولا کل ھذہ الفروع ماعدا الاولین خلاف الصحیح والمفتی بہ کما علمت وکذا الاولان علی محمل یفیدہ کما سیأتی فلا یصح الاحتجاج بہا و**ثانیا** ھذہ سبعۃ فروع وان عددت فرع البزازیۃ والتجنیس والخانیۃ الاولی کلا بحیالہ فتسعۃ ولیس فی شیئ منہا ما یفید دعوی التسویۃ بین الملقی والملاقی فی سلب الطھوریۃ حتی الفرع السادس فرع حوض

ہو اھ ش، اور اسی پر فتوٰی ہے بلاتفصیل ہندیہ، صدر الشریعۃ، مجتبی اور درایہ سے۔ خانیہ کی فرع: اسی طرح فقہاء نے اس چشمے کی بابت فرمایا ہے جو سات سات کا ہو، اس کے نیچے پانی کا سوتا ہو اور پانی اس کی نالی سے نکلتا ہو، اس حوض سے صرف اسی جگہ سے وضو جائز ہے جہاں سے پانی نکل رہا ہے اھ

میں کہتا ہوں یہ بھی خلافِ فتوٰی ہے، در میں فرمایا اور جیسے وہ چشمہ جو پانچ پانچ کا ہو، جس میں پانی پھُوٹ رہا ہو، یہ مفتی بہ ہے اھ شیخ ابن الشحنہ نے فرمایا اور امام حصیری نے خیر مطلوب میں صراحت کی کہ اصل چیز یہ ہے کہ مستعمل پانی کو دوبارہ مستعمل نہیں ہونا چاہیے اھ اور جو تم نے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا متحقق ہے، اور یہ فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ

میں کہتا ہوں اولاً یہ تمام فروع سوائے پہلی دو کے صحیح اور مفتی بہ کے خلاف ہیں، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اور پہلی دو بھی ایسے محمل پر جو اس کا فائدہ دے، جیسا کہ آگے آئے گا تو ان سے استدلال صحیح نہیں، اور ثانیاً یہ سات فروع ہیں اور اگر آپ بزازیہ، تجنیس اور خانیہ کی پہلی عبارت کو مستقل شمار کریں تو کل نَو ہوتیں مگر ان میں کہیں یہ دعوٰی نہیں کہ ملقی اور ملاقی میں سلبِ طہوریت میں مساوات ہے، یہاں تک کہ

---

[1] قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[3] و [4] رسالہ ابن شحنہ

صغیر ید خل فیہ الماء و یخرج و ذلک لان کلھا یحتمل الوضوء فیہ بالمعنی الثانی اعنی بغمس الاعضاء وقد علمت انہ الاقرب الی الظرفیۃ وقد قال فی الخانیۃ حوض کبیر وقعت فیہ النجاسۃ ان کانت النجاسۃ مرئیۃ لایجوز الوضوء ولا الاغتسال فی ذلک الموضع بل یتنحی الی ناحیۃ اخری بینہ و بین النجاسۃ اکثر من الحوض الصغیر و ان کانت غیر مرئیۃ قال مشایخنا و مشایخ بلخ جاز الوضوء فی موضع النجاسۃ[1] اھ فلیس یخاف ان المراد[علہ] المعنی الثانی اذ لامعنی لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحیث تقع الغسالۃ فی موضع النجاسۃ ولا وجہ علی ھذا للفرق بین المرئیۃ وغیرھا وھذا کما ترے یشمل الفرع السادس فانہ اذا لم یستقر مایقع فیہ من الماء بل یخرج من ساعتہ کان جاریا کماذکر والجاری لایتاثر بالغمس واذا کان یستقر ولا یخرج الا بعد زمان کان راکدا وھو صغیر فیضرہ الغمس فلیس فی الفروع شیئا مما یفید دعواہ نعم ھی صریحۃ فی دعوٰنا ان الملاقی کلہ یصیر مستعملا اما ما اراد الشیخ فانما لمح الیہ تعلیل الفرع السادس

چھٹی فرع جو چھوٹے حوض سے متعلق ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس میں وضو کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو، یعنی اعضاء کو ڈبوکر، اور تم جان چکے ہو کہ یہی معنی ظرفیت کے زیادہ قریب ہیں۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ ایک بڑا حوض ہے جس میں نجاست گر گئی اب اگر نجاست مرئیہ ہے تو اس سے نہ وضو جائز ہے نہ غسل، اُس جگہ سے جہاں نجاست گری ہے بلکہ وُہ نجاست گرنے کی جگہ سے ایک چھوٹے حوض کے فاصلہ کی مقدار میں دُور ہو جائے، اور اگر وُہ نجاست غیر مرئیہ ہے تو ہمارے مشایخ اور بلخ کے مشایخ نے فرمایا جہاں نجاست گری ہے وہاں سے بھی وضو کرنا جائز ہے اھ تو ظاہر ہے کہ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آدمی حوض کے باہر اس طرح وضو کرے کہ اس کا دھوَون حوض میں خاص اس جگہ کرے جہاں نجاست گری تھی، اور پھر اس صورت میں مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں چھٹی فرع کو شامل ہے، کیونکہ جب اس میں جانے والا پانی ٹھہرا نہیں، تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو گیا اور جاری پانی اعضاء کے ڈبونے سے متاثر نہیں ہوتا ہے،

[علہ] وحمل الوضوء والاغتسال علی الاغتراف وفی علی من بعید یاباہ الذوق السلیم اھ منہ (م)

اور وضو اور غسل کو چُلّو سے لینے پر محمول کرنا اور "فی" کو "من" کے معنی میں کرنا بعید ہے، ذوقِ سلیم اس سے انکار کرتا ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۳

المذکور فی الخانیۃ لزیادتہ لفظ المستعمل ولولم یزدہ لرجع الی ماذکرنا انہ اذالم یستقر الماء فیہ کان جاریا وکذا تعلیل الحصیری وقد علمتم ماافادہ شیخکم المحقق علی الاطلاق فی فرع الخانیۃ انہ بناء علی کون المستعمل نجسا وکذا کثیر من اشباہ ھذا فاما علی المختار من روایۃ انہ طاھر غیر طھور فلاتحفظ لیفرع علیھا ولایفتی بمثل ھذہ الفروع[1] اھ فاذا کان ھذا فی الفروع فما بالک بالتعلیلات۔

اور اگر وہ ٹھہر کر تھوڑی دیر میں خارج ہوتا ہے تو وہ ٹھہرا ہوا ہے، تو حوض کے چھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو مضر ہوگا، تو فروع میں سے کوئی بھی ان کے دعوٰی کے حق میں مفید نہیں ہے ہاں فروع ہمارے دعوٰی میں صریح ہیں کہ کل ملاقی مستعمل ہو جائے گا اور جو شیخ کی مراد ہے اس کی طرف خانیہ کی چھٹی فرع کی تعلیل میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے مستعمل کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور اگر وہ یہ لفظ نہ بڑھاتے تو اس کا مفہوم بھی وہی نکلتا کہ جب پانی اس میں ٹھہرا نہیں تو جاری ہے اور یہی حال حصیری کی تعلیل کا ہے، اور آپ جان چکے ہیں، خانیہ کی فرع میں جو تمہارے شیخ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے وہ مستعمل پانی کے نجس ہونے پر مبنی ہے اور اسی طرح اس کے بہت سے نظائر کا حال ہے اور اگر مختار روایت لی جائے جس میں اس پانی کو طاہر غیر طہور قرار دیا گیا ہے تو ایسا نہ ہوگا، اس کو یاد رکھا جائے اور اسی پر تفریعات کی جائیں اور ان جیسی فروع پر فتوٰی نہ دیا جائے اھ جب فرع کا یہ حال ہے تو تعلیلات کا کیا حال ہوگا!

واناا قول احالۃ الخانیۃ علی استقرار المستعمل یحتمل البناء علی احد ضعیفین نجاسۃ المستعمل اوخروج الماء عن الطھوریۃ بوقوع المستعمل وان قل وھو المتعین فی کلام الحصیری وکلاھما خلاف الصحیح المعتمد بتصریح اجلۃ الاکابر حتی الشیخ نفسہ فی ھذہ الرسالۃ نفسھا کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی فھھنا افسد الشیخ علینا ما اردنا حمل کلامہ علیہ من ان المراد الوضوء بالغمس اما الفروع

میں کہتا ہوں خانیہ کا مستعمل پانی کے استقرار پر محمول کرنا دو میں سے کسی ایک ضعیف چیز پر مبنی ہے یا تو مستعمل پانی کی نجاست یا پانی کا طہوریت سے خارج ہونا مستعمل پانی کے مل جانے کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی کم ہو، اور حصیری کے کلام میں بھی یہی متعین ہے، اور اکابر کی تصحیح کے مطابق یہ دونوں صحیح معتمد کے خلاف ہیں، یہاں تک کہ شیخ نے خود بھی اسی رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی، اس طرح ہم نے شیخ کے کلام کا جو حل تلاش کیا تھا

---

[1] فتح القدیر قبیل بحث الغدیر العظیم سکھر ۱/۷۰

فليس الاولى بنا ان نعمد الى كلمات الائمة فنحملها على محمل ضعيف غير مقبول مع صحة الصحيح وبالله التوفيق۔

ثم عقد رحمه الله تعالٰى فصلا فى تعريف الماء المستعمل وما يصير به مستعملا وما لا وذكر فيه ما قدمنا عن القدورى عن الجرجانى وعن مبسوط شمس الائمة السرخسى من ان سقوط حكم الاستعمال عند محمد فى من دخل البئر للدلو لاجل الضرورة وكذا ادخال الجنب يده فى الاناء (اى للاغتراف عند عدم ما يغترف به كما قدمنا) وطالب الدلو رجله فى البئر ولو ادخل رجله فى الاناء او رأسه صار مستعملا لعدم الحاجة قال فياليت شعرى ما جواب المتمسك بهذه المسألة (اى مسألة من دخل البئر للدلو لم يستعمل عند محمد) عن كلام هؤلاء الائمة الاساطين ثم ذكر ما قدمنا عن الفوائد الظهيرية عن شيخ الاسلام خواهر زاده عن محمد قال وهذا نقل صريح عن الامام الثالث نقله مثل خواهر زاده ثم ذكر كلام الكافى المقدم وانه حكى كلام القدورى ولم يتعقبه قال فظهر لك بهذا ان ادخال اليد فى الحوض الصغير بقصد التوضى فيه سالب عن الماء وصف الطهورية لارتفاع الحدث والتقرب بادخال اليد ونزعها باتفاق علمائنا الاربعة

وُہ بھی درست نہ ہوسکا، یعنی یہ کہ وضو سے مراد اعضاء کا ڈبونا ہے، اور جہاں تک فروع کا تعلق ہے تو ہم ایسا نہیں کرسکتے کہ ائمہ کے کلمات کو ضعیف محمل پر محمول کریں حالانکہ صحیح بھی موجود ہو، وباللہ التوفیق۔

پھر انھوں نے مستعمل پانی کی تعریف میں ایک فصل قائم کی، اس میں یہ بتایا کہ کب پانی مستعمل ہوتا ہے اور کب نہیں، اور انہوں نے اس سلسلہ میں قدوری، جرجانی اور شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط سے عبارات نقل کیں، اور بتایا کہ محمد کے نزدیک جو شخص کنویں سے ڈول نکالنے کے لیے داخل ہو اس سے پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے، اور اسی طرح جُنب شخص کا چھوٹا برتن نہ ہونے کی صورت میں ٹب میں ہاتھ کو داخل کرنے کا معاملہ ہے، اسی طرح کوئی شخص ڈول نکالنے کے لیے کنویں میں اپنا پیر ڈالے تو اس کا حکم وہی ہے، اگر یہ شخص اپنا پیر برتن میں ڈال دے یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ حاجت منعدم ہے، فرمایا معلوم نہیں جو اس مسئلہ سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب کیا ہوگا (یعنی یہ مسئلہ کہ محمد کے نزدیک کنویں سے ڈول نکالنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا) ان ائمہ کے کلام کا! پھر انہوں نے وُہ ذکر کیا جو ہم فوائد ظہیریہ سے شیخ الاسلام خواہر زادہ سے محمد سے روایت کو نقل کیا، فرمایا یہ صریح نقل ہے تیسرے امام سے اس کو خواہر زادہ جیسے شخص نے نقل کیا، پھر کافی کا گزشتہ کلام نقل کیا اور قدوری کا کلام نقل کیا مگر اس کا تعاقب نہ کیا، فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ

(یرید الائمۃ الثلثۃ وزفر) رضی اللہ عنہم واذا تجرد عن القصد المذکور فھو غیر مؤثر فی قول مردود ثبوتہ عن محمد ردہ ھؤلاء الاساطین الذین لایلتفت الی قول غیرھم فی المذھب ثم ایدرد ثبوتہ عن محمد[علیہ] بقول الامام قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر لانص فیہ عن اصحابنا قال وذکر المتأخرون فیہا خلافا ثم حکی ان من علمائنا من قال ان الماء یصیر مستعملا عند محمد برفع الحدث ایضا لانتقال الاثام الی الماء وانما لم یصر ماء البئر مستعملا فی مسألۃ الجنب عند محمد لمکان الضرورۃ ثم قال ولعمری انی لاعجب ممن یقول فی مسألتنا ھذہ ان مستندہ فی افتائہ یجوز التوضی فی ھذا الحوض مسألۃ البئر والحال انہ لاجامع بینہما لان تلک فی من تجرد عن النیۃ وھذہ فیمن یتوضأ ما ھذا الاعجیب واللہ الموفق ثم اورد کلام شیخہ فی الفتح الذی ذکرناہ فی الثمرۃ الاولی الی قولہ کذا فی الخلاصۃ[1]

وضو کرنے والے کا چھوٹے حوض میں ہاتھ کو داخل کرنا بہ نیت وضو پانی سے طہوریت کے وصف کو سلب کردے گا کیونکہ ہاتھ کے ڈال کر نکالنے سے ہمارے ائمہ اربعہ (ائمہ ثلثہ وزفر) کے اتفاق سے پانی کا وصف طہوریت ختم ہوجائے گا، حدث کے ختم ہوجانے اور تقرب کے حاصل کرنے کی وجہ سے، اور جب قصد مذکور نہ ہو تو وہ غیر مؤثر ہے ایک قول کے مطابق جس کا ثبوت محمد سے نہیں ہے اس کو ائمہ مذہب نے رد کیا ہے جن کا قول فیصل ہے پھر اس کو محمد کا قول نہ ہونے پر شرح جامع صغیر میں قاضی خان کے قول سے مؤید کیا ہے کہ اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، پھر یہ حکایت کی کہ ہمارے علماء میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ محمد کے نزدیک حدث کے مرتفع ہونے سے بھی پانی مستعمل ہوجاتا ہے، کیونکہ پانی کی طرف گناہ منتقل ہوتے ہیں، اور کنویں کے مسئلہ میں جنب کے داخل ہونے سے پانی کا مستعمل نہ ہونا محمد کے نزدیک ضرورت کی وجہ سے ہے، پھر فرمایا مجھے بے انتہا تعجب ہے اس مسئلہ میں کہ انہوں نے اپنے فتوٰی کی سند کنویں کے مسئلہ کو بنایا ہے اور یہ فتوٰی دیا ہے کہ اس حوض میں وضو جائز ہے حالانکہ دونوں

عہ وقع فی صدر الرسالۃ عند ذکر الکتب عد العنایۃ سھوا مرتین فلیکن ھذا متم الاربعین بل الذی یاتی عن خزانۃ المفتین اھ منہ غفرلہ

عہ شروع رسالہ میں جہاں کتابوں کا ذکر ہے عنایہ کا شمار سہواً دو دفعہ کیا ہے۔ پس چاہئے یہ چالیس کا تتمہ ہو بلکہ وہ جو خزانۃ المفتین سے آرہا ہے اھ (ت)

---

[1] شرح جامع الصغیر لقاضی خان اور رسالہ ابن شحنہ

کے درمیان کوئی علت جامع موجود نہیں کیونکہ وہ مسئلہ نیت کے نہ ہونے کا ہے اور یہ وُہ ہے جس میں نیت وضو پائی جاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے واللہ الموفق۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ کا کلام ذکر کیا جو ہم نے نمرہ اولٰی میں ذکر کیا کذا فی الخلاصۃ تک۔

اقول کلہ کلام طیب وعنہ اخذت عبارۃ الفوائد الظھیریۃ غیران ماقال فی لعمری انی لاعجب فلعمری انی لاعجب اذقد حقق الشیخ ان الصحیح عن محمد ایضا عدم الفرق بین النیۃ وعدمھا فمامنشؤ ھذا الفارق وانما کان علیہ ان یقول تلک للضرورۃ وھذہ بدونھا ثم عقد تذنیبا یسرد فروع مایصیر بہ الماء مستعملا وما لا وقدم علیھا تنبیھا فی ان الفتوی فی سبب الاستعمال علی قولھما انہ رفع حدث او التقرب لاعلی قول محمد انہ التقرب فقط ونقل تصحیح قولھما عن الخلاصۃ والخانیۃ وخزانۃ المفتین والاختیار والبزازیۃ۔

میں کہتا ہوں سارا کلام اچھا ہے اور اسی سے فوائد ظہیریہ کی عبارت لی گئی ہے سوائے اس قول کے کہ "مجھے بے انتہا تعجب ہے" تو مجھے ان پر بے انتہا تعجب ہے کیونکہ جب شیخ نے یہ تحقیق کی ہے کہ محمد سے صحیح یہ ہے کہ نیت اور عدم نیت میں کوئی فرق نہیں، تو یہ فارق کہاں سے آگیا، دراصل ان کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ بلاضرورت ہے، پھر ایک تذنیب قایم کی اس میں ان فروع کا ذکر کیا ہے جن میں پانی مستعمل ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے اس سے پہلے ایک تنبیہ ذکر کی اس میں یہ بتایا ہے کہ سبب استعمال میں فتوٰی شیخین کے قول پر ہے اور وہ سبب یا تو رفع حدث ہے یا تقرب ہے، محمد کے قول پر نہیں ہے کہ سبب صرف تقرب ہے اور انہوں نے اُن دونوں کے قول کی تصحیح نقل کی خلاصہ، خانیہ، خزانۃ المفتین، اختیار اور بزازیہ سے۔

اقول اراد التنبیہ علیہ علی تسلیم خلاف محمد والا فلاحاجۃ الیہ بعد ما قد ثبت ان الاول قولھم جمیعا وان الثانی لم یثبت عن الثالث ھذا وفیہ مما یفیدنا فی المسألۃ فرع الخلاصۃ وخزانۃ المفتین ادخل یدہ فی الاناء او رجلہ للتبرد تصیر مستعملا لانعدام الضرورۃ اھ[1] وقد منا

میں کہتا ہوں تنبیہ سے ان کا مقصود محمد کے خلاف کو تسلیم کرنا ہے، ورنہ اس بات کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ پہلا سب ہی کا قول ہے اس کی حاجت نہیں ہے اور دوسرا تیسرے سے ثابت نہیں، اس کو سمجھئے کہ یہیں مسئلہ میں فائدہ دے گا، خلاصہ اور خزانہ کی فرع، کسی نے اپنا ہاتھ یا پیر برتن میں ٹھنڈا کرنے کو ڈالا تو مستعمل ہوجائیگا کہ ضرورت

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۶

عن الخلاصة والخانیة والبزازیة والغنیة وفرع الخانیة قال محمد رحمه اللہ تعالٰی اذا کان علی ذراعیه جبائر فغمسها فی الماء او غمس رأسه فی الاناء لایجوز ویصیر الماء مستعملا[1] اھ قال وانما قدمت ھذا التنبیه تنبیها لمن یظن ان الفتوی علی قول محمد رحمه اللہ تعالٰی فی ذلک لاطلاق اصحاب الکتب ان الفتوی علی قوله فی الماء المستعمل وانما مرادھم ان الفتوی علی قوله فی کونه طاھرا لافیما یصیر به مستعملا علی انه سیرد علیك فی الفصل الثانی ان التحقیق ان ھذا (ای طھارته) مذھب ابی حنیفة ایضا وانما اشتھرت نسبته الی محمد لکونه فی جملة من رواه عن الامام[2] اھ

اقول ای انه اجل من رواه وقد اخذ به وھذا اول التصحیحین الموعود بیانھما ثم اتی علی سرد الفروع وفیھا ممایفیدنا **فرع** الخلاصة ان ادخال الکف مجردا انما لایصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیه بل اراد رفع الماء فان اراد الغسل ان کان اصبعا او اکثر دون الکف لایضر ومع الکف بخلافه[3] اھ

نہ تھی اھ، ہم نے یہ خلاصہ، خانیہ، بزازیہ اور غنیہ سے پیش کر دیا ہے۔ خانیہ کی فرع، محمد نے فرمایا کسی کے ہاتھ پر پٹیاں ہوں، پھر وہ ہاتھ پانی میں ڈبو دے یا سر ڈبو دے تو جائز نہیں، اور پانی مستعمل ہو جائیگا اھ اور فرمایا میں نے یہ تنبیہ اس لیے کی ہے تاکہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے وہ متنبہ ہو جائیں کیونکہ اصحابِ کتب نے اطلاق فرمایا ہے کہ فتوٰی ان کے قول پر ہے مستعمل پانی میں۔ حالانکہ ان کی مراد یہ ہے کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے پانی کے طاہر ہونے میں نہ کہ مستعمل ہونے میں۔ علاوہ ازیں آپ دوسری فصل میں دیکھیں گے کہ تحقیق یہی ہے کہ یہ (یعنی اس کی طہارت) مذہب ابی حنیفہ بھی ہے، اس کی نسبت محمد کی طرف محض اس لیے مشہور ہو گئی ہے کہ وہ بھی اس کے راویوں میں ہیں اھ

میں کہتا ہوں وہ اس کے راویوں میں بزرگ تر ہیں اور انہوں نے اس کو اختیار کیا ہے اور یہ پہلی تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، پھر فروع کا بیان کیا۔ خلاصہ کی فرع، ہاتھ کا داخل کرنا محض پانی لینے کے لیے، بلا ارادہ غسل، پانی کو مستعمل نہیں کرتا ہے، اور اگر بہ نیتِ غسل ہو تو اگر ایک ہتھیلی سے کم ہے تو مضر نہیں، اور اگر ایک ہتھیلی ہے تو مضر ہے اھ۔

---

[1] فتاوٰی خانیة المعروف بقاضی خان فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۸

[2] رسالہ ابن الشحنة

[3] خلاصة الفتاوٰی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۶

قلت وقدمنا تحقیق ان الانملة و الظفر والکف سواء **وفرع** الخلاصة عن فقه الامراء هذا اذا کان الذی یدخل یده فی الاناء او البئر بالغا فان کان صبیا ان علم ان یده طاهرة بان کان مع الصبی رقیب فی السکة یجوز التوضی بذلک[1] الخ

میں کہتا ہوں ہم پہلے تحقیق پیش کرآئے ہیں کہ پورا ناخن اور ہتھیلی حکم میں برابر ہیں۔ خلاصہ کی فرع فقہ الامراء سے، یہ اُس وقت ہے جبکہ ہاتھ داخل کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک تھا مثلاً بچہ گلی میں اپنے کسی محافظ کے ہمراہ تھا تو اس سے وضو جائز ہے الخ

اقول وبه فارق البالغ فافاد ان لو ادخل البالغ یده فی اناء او بئر لم یجز الوضوء به وهذا کنص کتاب الحسن لا یبقی لتاویل البحر مساغا **ثم** عقد الفصل الثانی فی حکم الماء المستعمل ومتی یصیر مستعملا وقال بعد ما بین ما هو بین بنفسه ومسلم عند الکل اعنی عدم جواز الوضوء بالماء المستعمل عند ائمتنا جمیعا ما نصه هذا مع عمومه یشهد للفصل الاول قال وکفی بذلک حجة[2] اھ

میں کہتا ہوں اس سے بالغ و نابالغ میں فرق ظاہر ہوگیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالغ نے برتن یا کنویں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں اور یہ حسن کی کتاب کے نص کی طرح ہے۔ اس میں بحر کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، پھر دوسری فصل مستعمل پانی کے حکم کے بیان میں قائم کی اور یہ بتایا کہ پانی کب مستعمل ہوگا، اور پھر جو انہوں نے اسکو واضح کرنے کے بعد جو خود واضح ہے اور تمام کے نزدیک مسلّم ہے یعنی مستعمل پانی سے وضو کا جائز نہ ہونا ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک کہا اس کی نص یہ ہے "یہ اپنے عموم کے ساتھ پہلی فصل کے لیے شہادت دیتی ہے" اور یہ کافی حجت ہے اھ۔ (ت)

اقول هذا نظیر تمسک البحر بالاطلاق فنظر الی اطلاق ان العبرة للغلبة ولم یلاحظ ان الشان فی قصر الاستعمال علی ما التصق بالجلد فقط والشیخ نظر الی هذا العموم ولم یلاحظ ان الکلام فی تعمیم الاستعمال جمیع الماء القلیل بدخول نحو ظفر من محدث

میں کہتا ہوں یہ بحر کے اطلاق کو دلیل بنانے کی ایک نظیر ہے تو انہوں نے اطلاق کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اعتبار غلبہ کا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ مستعمل ہونا اُسی پانی کے لیے ہے جو جلد سے متصل ہو، اور شیخ نے اس عموم کی طرف دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ تھوڑا پانی مکمل طور پر مستعمل ہوجائے گا خواہ

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۸

[2] رسالہ ابن الشحنۃ

ثم اورد خاتمة فی حکم ملاقاة الماء الطاھر للماء الطھور وبین ان العبرة للغلبة ونقل تصحیحہ عن التوشیح والتحفة وعنھا انہ المذھب المختار۔

قلت وھذا ھو ثانی التصحیحین الموعود بیانھما فاعترف الشیخ بالحق، وذھب تسویة الملقی بالملاقی وزھق، ثم نقل فرع الخانیة ومثلہ عن شرح القدوری لمختصر الکرخی فی نزح عشرین دلوا اذا القی الوضوء فی البئر قال فھذا اصرح شیئ فی اتفاق الائمة الثلثة علی تاثیر الماء المستعمل فی الماء الطھور وان کان اقل منہ وذکر عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان انتضاح الغسالة فی الاناء اذا قل لایفسد الماء وتکلموا فی القلیل عن محمد ما کان مثل رؤس الابر قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فھو کثیر وان کان لایستبین کالطل فقلیل قال وھذا رحمک اللہ اصرح مما تقدم وقد حکی ھذا فی الفوائد الظھیریة وعلیہ مشی القدوری وحکی عن ابی سلیمن انہ سئل عن ماء الجنابة اذا وقع وقوعا یستبین وتری عین القطرات ظاھرة قال انہ لیس بشیئ[1] وفی فتاوی قاضیخان خلاف ھذا وفی خزانة المفتین جنب اغتسل

بے وضو اپنا ایک ناخن ہی کیوں نہ ڈالے۔ پھر خاتمہ اس امر کے بیان میں ہے کہ طاہر پانی طہور پانی سے جب ملے گا تو اعتبار غلبہ کو ہوگا، اور اس کی تصحیح توشیح اور تحفہ سے نقل کی اور اسی سے نقل کیا کہ یہ مذہب مختار ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دوسری تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، تو شیخ نے حق کا اعتراف کرلیا' اور ملقی اور ملاقی کی برابری ختم ہوئی، پھر خانیہ کی فرع نقل کی اور اسی قسم کی شرح قدوری مختصر کرخی کی فرع نقل کی۔ یہ بیس ڈول کھینچنے سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ وضو کا پانی کنویں میں ڈالا ہو، فرمایا پاک پانی میں مستعمل پانی کے اثر انداز ہونے کی ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ واضح مثال ہے، اگرچہ وہ اُس پانی سے کم ہو' اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر سے یہ نقل کیا کہ اگر دھوون کے کچھ قطرات برتن میں گر جائیں اور کم ہوں تو پانی کو فاسد نہ کریں گے' اور قلیل میں کلام کیا ہے اس میں محمد سے منقول ہے کہ جو سوئی کے ناکوں کے برابر ہو وہ قلیل ہے اور کرخی سے یہ منقول ہے کہ پانی کے قطرے اگر پانی میں ظاہر ہوں تو یہ کثیر ہے اور اگر ظاہر نہ ہوں جیسے شبنم کے قطرے ہوتے ہیں تو یہ قلیل ہے فرمایا یہ گزشتہ مثال سے بھی زاید صریح ہے، یہ فوائد ظہیریہ میں مذکور ہے، اسی پر قدوری چلے ہیں، اور ابو سلیمان سے کسی نے جنابت کے پانی کی بابت دریافت کیا کہ اگر اس کے قطرے پانی میں پڑ جائیں اور واضح نظر آئیں، فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں' فتاوی قاضیخان

---

[1] رسالہ ابن الشحنہ۔

فانتضح من غسله فی انائه لم یفسد الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده[1] قال و التحقیق هنا ان المسألة مبنیة علی اصل ذکرہ ائمتنا فی کتاب الایمان ونقلوہ الی الرضاع قال فی الذخیرۃ حلف لایشرب لبنا فصب الماء فی اللبن فالاصل فی ھذہ المسألۃ واجناسھا ان الحالف اذا اعقد یمینه علی مائع فاختلط بمائع اخر خلاف جنسه ان کانت الغلبة للمحلوف علیه[2] (وسقط بقیة الکلام من نسختی زھر الروض)

میں اس کے برعکس ہے اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ ایک ناپاک آدمی نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے برتن میں گرے تو پانی فاسد نہ ہوگا اور اگر اس میں بہنے لگا تو پانی فاسد ہوجائے گا، فرمایا در اصل یہ مسئلہ ایک اور اصل پر مبنی ہے جس کو ہمارے ائمہ ثلٰثہ نے کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس کو رضاع کے بیان میں نقل کیا، ذخیرہ میں فرمایا کہ کسی شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ دودھ نہیں پیے گا تو اس نے پانی دودھ میں ملایا، تو اس مسئلہ میں اور اس کے نظائر میں اصل یہ ہے کہ حلف اٹھانے والے نے جب کسی سیال چیز پر حلف اٹھایا اور وہ کسی اور مائع سے مل گیا جو اس کی جنس سے نہ ہو تو اگر محلوف علیہ غالب ہے (اور باقی کلام میرے زہر الروض کے نسخہ سے ساقط ہے) (ت)

اقول سبحٰن اللہ یذکر الشیخ رحمہ اللہ تعالٰی فی اول الکلام ان الصحیح والمذھب المختار ھو اعتبار الغلبة وقد نص فی شرحه للوھبانیة انه الصحیح عن ائمتنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنھم وان علیه الفتوی ثم یعود یحتج بفرعی النزح والانتضاح ویقول ذاك اصرح شیئ فی اتفاق الائمة الثلثة وھذا اصرح منه وای مساغ بقی لھما بعد ما تبین الحق الصحیح المذھب المختار المفتی به المطبق علیه من ائمتنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنھم وما فتح بابه من بیان المبنی وھو فرع الحلف فھو اصرح شیئ فی ان

میں کہتا ہوں سبحان اللہ شیخ کلام کی ابتداء میں ذکر کرتے ہیں کہ صحیح اور مذہب مختار غلبہ کا اعتبار ہی ہے اور شرح وہبانیہ میں اس پر نص ہے کہ ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے یہی صحیح ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے پھر انھوں نے نزح اور انتضاح کی دونوں فرعوں پر کلام کیا، اور فرمایا کہ یہ ائمہ ثلٰثہ کے اتفاق میں صریح چیز ہے اور یہ اس سے زائد صریح ہے اور مذہب حق وصحیح، اور مذہب مختار مفتی بہ، اور ائمہ ثلٰثہ (حنفی مذہب کے) کا متفق علیہ مذہب معلوم ہوجانے کے بعد اُن دونوں کے لیے کیا وجہِ جواز رہ گئی ہے! اور بیان مبنی کا جو دروازہ کھولا ہے اور وہ حلف کی فرع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۱

[2] رسالہ ابن شحنۃ

المدار علی الغلبۃ فان کان اقرہ فی اٰخر کلامہ الذاھب من نسختی فھو کر علی ما احتج بہ بالنقض والا فاعجب واعجب وسیمکث الشیخ غیر بعید و یعود الی الحق کما سیاْتی بتوفیقہ تعالٰی فلولا انہ اورد ھذا الکلام واحتج بھذین الفرعین ھنا وذینک التعلیلین ثمہ لکان کل کلامہ صحیحا سدیدا ولکن اللّٰہ یفعل ما یرید ثم کتب تتمۃ قال فیھا ان من ادل الدلیل علی انہ لایجوز التوضی فی ھذا الحوض عند واحد من علمائنا رحمھم اللّٰہ تعالٰی ما فی کتاب الاصل لمحمد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ روایۃ الامام ابی سلیمٰن الجوزجانی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ عنہ فی باب الوضوء والغسل قلت ارأیت جنبا اغتسل فانتضح من غسلہ شیئ فی انائہ ھل یفسد علیہ الماء قال لا قلت لم قال لان ھذا مما لایستطاع الامتناع منہ قلت ارأیت ان افاض الماء علی رأسہ او جسدہ او غسل فرجہ فجعل ذلک الماء کلہ یقطر فی الاناء قال ھذا یفسد الماء ولا یجزئہ ان یتوضأ ولا یغتسل بہ[1] قال وقال فی باب البئر وما ینجسھا قلت ارأیت رجلا طاھرا وقع فی بئر فاغتسل فیھا قال افسد ماء البئر کلہ قلت وکذلک لو توضأ فیھا قال نعم قلت

دارومدار غلبہ کو ہے، اگر انہوں نے اس کو برقرار رکھا ہے اپنے اس کلام میں جو میرے نسخہ سے ساقط ہے تو یہ اسی طرف رجوع ہے جس پر نقض سے استدلال کیا ہے، ورنہ بہت ہی تعجب خیز بات ہے، اور عنقریب آجائے گا کہ شیخ نے حق کی طرف رجوع کیا بتوفیق تعالٰی، اگر وہ یہ کلام یہاں نہ لاتے اور ان دو فرعوں سے استدلال نہ کرتے اور وہاں دو تعلیلیں بیان نہ کرتے تو کل کلام صحیح ہوتا، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر انہوں نے ایک تتمہ لکھا اور فرمایا کہ پھر اس پر سب سے بڑی دلیل اس پر کہ ہمارے کسی امام کے نزدیک اس حوض سے وضو جائز نہیں۔ امام محمد کی اصل میں وارد شدہ روایت ہے جو امام ابوسلیمان الجوزجانی کی روایت ہے[1] در باب الوضوء و باب الغسل میں مذکور ہے، روایت یہ ہے کہ میں نے کہا اگر ایک جنب نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے ایک برتن میں گرے تو کیا پانی خراب ہوگیا، فرمایا نہیں، میں نے کہا کیوں؟ فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا محال ہے، میں نے پوچھا اگر جُنب نے اپنے سر یا جسم پر پانی ڈالا یا اپنی شرمگاہ دھوئی اور یہ پانی برتن میں جمع ہوتا رہا فرمایا اس سے پانی فاسد ہوجائیگا، نہ اس سے وضو جائز ہوگا نہ غسل، فرمایا انہوں نے کنویں اور اس کی نجاستوں کے باب میں فرمایا، میں نے پُوچھا اگر ایک پاک شخص کنویں کے پانی میں گرگیا اور اس میں غسل کیا، فرمایا کل پانی خراب ہوجائے گا، میں کہتا ہُوں یہی حکم کنویں میں وضو کا ہے؟

---

[1] کتاب الاصل المعروف بالمبسوط امام محمد باب الوضوء والغسل من الجنابۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۴

وکذلک لو استنجی فیہا قال نعم قلت فما حال البئر قال علیہم ان ینزحوا ماء البئر کلہ الا ان یغلبہم الماء قلت ارأیت الرجل ھل یجزئہ وضوءہ ذلک قال لا[1] وسکت علیہ ولم یعزہ لاحد من شیخیہ وھذا شأنہ فی المتفق علیہ کما صرح بہ اول الکتاب اھ[2]

فرمایا ہاں، میں نے کہا اسی طرح اگر کنویں میں استنجا کیا؟ فرمایا ہاں، میں نے پُوچھا اور کنویں کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہیے، الّا یہ کہ نکالتے نکالتے تھک جائیں، میں نے پُوچھا کیا اُس شخص کے لیے یہ وضو کافی ہوگا؟ فرمایا نہیں، اس پر وہ خاموش ہوگئے اور اپنے شیوخ میں سے کسی کی طرف اس کو منسوب نہ کیا، اور متفق علیہ مسائل میں ان کا یہی طریقہ تھا جیسا کہ کتاب کے شروع میں ذکر کیا اھ (ت)

اقول الفرع الاخیر فی الملاقی وھو لا شک صحیح، والتمسک بہ نجیح، وھو اصرح تصریح، اما الاول ففی الملقی ولا محید من ابتنائہ علی احد ضعیفین ولیس الاصل ھذا کتاب المبسوط احد الکتب الستۃ الظاھرۃ بل من الکتب النادرۃ فکیف یعارض بہ مذھب ائمتنا جمیعا الصحیح المختار المفتی بہ وباللّٰہ التوفیق ثم قال رحمہ اللّٰہ تعالٰی ونقل عصام الدین فی شرح الھدایۃ بعد الکلام علی مسألۃ انغماس الجنب فی البئر ھذا مبنی علی ان اجزاء الماء الذی فی محل واحد بمنزلۃ شیئ واحد فی حکم الاستعمال لانہ ینسب الی الجمیع عرفا بل لغۃ ایضا اذ لا تذھب افہام اھل العرف واللغۃ الی ان المستعمل بعض ھذا الماء والباقی ممتزج بہ الا تری ان الماء المستعمل عند من یجعلہ طاھرا غیر

میں کہتا ہوں فرع اخیر ملاقی میں ہے اور وہ بلاشبہ صحیح ہے اور یہ تمسک کے قابل اور واضح تصریح ہے، اور پہلی فرع ملقی میں ہے، اور سوائے اس کے چارۂ کار نہیں کہ دو میں سے ایک ضعیف پر بنا کرنا چاہیے، اور اصل سے مراد وہ مبسوط نہیں جو چھ ظاہر کتب میں سے ایک ہے بلکہ کتبِ نادرہ سے ہے، تو جو اس میں مذکور ہے وہ ہمارے ائمہ کے صحیح مختار مفتی بہ سے کیسے معارض ہوسکتا ہے وباللّٰہ التوفیق، پھر فرمایا، عصام الدین نے شرح ہدایہ میں، جنب کے کنویں میں غوطہ لگانے کا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ اس پر مبنی ہے کہ پانی کے تمام اجزاء جو ایک جگہ ہیں وہ حکمِ استعمال میں بمنزلہ شیئ واحد کے ہیں، کیونکہ وہ عرفاً تمام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے بلکہ لغت میں بھی ایسا ہے، کیونکہ اہلِ عرف اور اہلِ لغت یہ لفظ سن کر یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کچھ پانی تو مستعمل ہے اور کچھ اس میں ملا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک مستعمل پانی طاہر غیر طہور ہے جب کسی دوسرے

---

[1] کتاب الاصل المعروف بالمبسوط امام محمد رجل طاہر وقع فی البئر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۸۳

[2] رسالہ ابن شحنہ

طهورا اذا وقع فی ماء اٰخر لایفسدہ حتی یغلب علیه بهذا قطع فی الاسرار جعله فی التحفة اصح ولو صب ماء کثیر علی العضو یصیر الکل مستعملا عندهم مع ان الملاقی للبشرة مغلوب بناء علی ان الکل واحد فی حکم الاستعمال و قد اشیر الٰی هذا المعنی فی الاسرار[1]۔

پانی میں گر جائے تو اس کو اس وقت تک فاسد نہ کرے گا جب تک اس پر غالب نہ ہو جائے۔ اسرار میں اس پر قطعی حکم لگایا اور تحفہ میں اس کو اصح قرار دیا ہے اور اگر کسی عضو پر بہت سا پانی ڈالا تو ان کے نزدیک سارا پانی مستعمل ہو جائے گا، حالانکہ جو پانی جلد سے متصل ہے وہ مغلوب ہے کیونکہ حکم استعمال میں سب ایک ہی ہے اور اسی معنی کی طرف اسرار میں اشارہ کیا ہے۔

اقول هذا العمری من الحسن بمکان، تنشط به الاٰذان، وتبتهج به النفوس، ولا عطر بعد عروس، وقد وفقنی المولٰی سبحٰنه وتعالٰی، لمعناہ فیما مضی، واتقنت بیانه، وشیدت ارکانه، وبه ظهر الفرق بین الملاقی والملقی، بحیث لایعتری وهم ولا شك یبقی، والعجب من الشیخ مشی علی التسویة بینهما محتجا بالتعلیلین ثم نقضه بنقل تصحیح الصحیح، عن التحفة والتوشیح، ثم بعد اسطر عاد الیه وجعل فرعی النزح و الانتضاح اصرح صریح، ثم نقضه بنقل الاصل الاصیل، عن ذخیرة الامام الجلیل، ثم لم یلبث ان عاد الیه بنقل فرع الاصل، ثم نقضه بنقل کلام العصام متصلا به من غیر فصل، وبه ختم وانما العبرة للخواتیم، ختم الله تعالٰی لنا علی الدین القویم، والصراط

میں کہتا ہوں یہ بحث ذہنوں کو جلا بخشنے والی ہے، اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے اس کی تقریر کی ہے، اس سے ملقی اور ملاقی کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا اور شک باقی نہ رہا، اور شیخ پر تعجب ہے کہ انھوں نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور دو تعلیلوں سے استدلال کیا ہے پھر ایک صحیح کی تصحیح نقل کرکے اس پر نقض وارد کیا، یہ تحفہ اور توشیح کی نقول ہیں، پھر چند سطور کے بعد اس بحث کا اعادہ کیا اور نزح اور انتضاح کی دونوں فروع کو بہت صریح قرار دیا، پھر اس پر ذخیرہ سے نقض وارد کیا، پھر اصل کی فرع کو نقل کیا، پھر اس پر عصام کی نقل سے نقض وارد کیا اور اس پر کلام کو ختم کیا......

اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ دینِ قویم صراطِ مستقیم اور تمام حسنات

---

[1] رسالہ ابن شحنہ

المستقیم، وبکل حسنی، وعلی نبینا الکریم و الہ الکرام الصلاۃ الزھراو السلام الاسنی والحمدللہ رب العلمین۔

الفصل الرابع فی فوائد شتی و تحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر

الحمدللہ فرغنا عن الرسائل الثلاث بل الکتب الخمسۃ ھذہ والبحر والبدائع و اتینا علی جمیع ما فیہا والاٰن نذکر ما بقی من الفوائد تکمیلا لعوائد وباللہ التوفیق۔

فائدہ ۱: قال المحقق علی المقدسی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح نظم الکنز رداعلی البحر مانصہ واما تاویل الکلام بان المراد بصیرورتہ مستعملا صیرورۃ مالاقی اعضاءہ منہ مستعملا فھذا بعید جدا اذلایحتاج الی التنصیص علی ذلک اصلا[1] نقلہ فی منحۃ الخالق من الماء المستعمل واقرہ **قلت** قدمنا ثمانیۃ ردود علیہ وھذا تاسع وازیدک عاشرا **فاقول** اذا انغمس احد فی الماء ثم خرج ینقسم الماء الی خمسۃ اقسام قسم یبقی فی الحوض ولاینفصل عن الماء بانفصال البدن والثانی یخرج مع البدن وینحدر عنہ بلا مکث والثالث یمکث ویذھب بالتقاطر والرابع بل یذھب

پر کرے، اور ہمارے نبی کریم ان کی آل مکرم پر صلاۃ و سلام نازل فرمائے آمین والحمدللہ رب العالمین۔

چوتھی فصل میں مختلف فوائد اور چھوٹے حوض سے وضو کا حکم۔

الحمدللہ کہ ہم تینوں رسائل بلکہ ان پانچوں کتب اور بحر و بدائع سے فارغ ہوگئے، اور ان میں جو کچھ تھا وہ بیان کردیا اور اب باقیماندہ فوائد تکمیلِ بحث کے لیے ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ ۱: محقق علی المقدسی نے کنز کی نظم کی شرح میں بحر پر رد کرتے ہوئے فرمایا، ان کی عبارت یہ ہے اور کلام کی یہ تاویل کرنا کہ پانی کے مستعمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو پانی اسکے اعضاء سے ملا ہے وہ مستعمل ہوجائے گا، تو یہ بہت بعید ہے کہ یہ اس پر تنصیص کا قطعاً محتاج نہیں، اس کو منحۃ الخالق میں نقل کیا ہے مستعمل پانی کی بحث میں، اور اس کو برقرار رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں ہم نے اس پر آٹھ رد کئے ہیں اور یہ نواں ہے اور اب دسویں کا اضافہ کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پھر نکلے، تو پانی کی اس صورت میں پانچ قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو حوض ہی میں رہتا ہے اور بدن سے جُدا ہونے کی وجہ سے پانی سے جُدا نہیں ہوتا ہے، اور دُوسرا بدن کے ساتھ نکلتا ہے اور بلا ٹھہرے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

بالنشف والخامس نداوة تبقی بعد النشف ایضا ولا تذهب الا بالجفاف بعمل الشمس والهواء ولا شك انها ایضا اجزاء مائیة ولا تداخل فی الاجسام بل لا تلاصق فی الاجزاء کما تقدم فکان کل قسم فوق الاخر منفصلا عنه وکان تحت الکل ذلك الذی فهو الذی کلف البدن وهو لا یقبل الانفصال ولا استعمال الا به فلا استعمال تلك عشرة کاملة۔

اس سے نیچے آتا ہے، اور تیسرا ٹھہرتا ہے اور ٹپک کر ختم ہو جاتا ہے، اور چوتھا وہ تری ہے جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ پانچواں وہ تری جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور آفتاب یا ہوا سے خشک ہو جانے کے بعد ہی ختم ہوتی ہے اور بلا شبہ یہ بھی پانی کے اجزاء ہیں اور یہ اجسام میں تداخل نہیں بلکہ تلاصق فی الاجزاء بھی نہیں جیسا کہ گزرا، تو ہر قسم دوسری سے اوپر ہوئی اس سے جدا ہوتی اور ہر ایک کے نیچے وہ تری ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے اور یہ انفصال کو قبول نہیں کرتا ہے اور استعمال بلا انفصال نہیں ہوتا ہے، تو مستعمل نہ ہوا، تو یہ دس مکمل ہوگئے۔

فان قلت الامر کما وصفتم ولکن نعدی الحکم الی ما عدا الاول لتعلقه بالبدن ولذا انتقل بانتقاله **اقول اولا** لا نسلم انه لتعلقه به والا لکان له استمساك علیه کالمتقاطر بل اندفع بدفعه وانحدر بطبعه الا تری ان المنغمس ان اندفع بعنف قوی صحبه ماء کثیر او برفق فقلیل وان استدرج فی الخروج بحیث لا یتحرك الماء حتی الامکان لم یکد یخرج معه الا ما یزول بالتقاطر مع ان اللقاء کان واحدا فعلم انه لحرکة الدفع یختلف باختلافها۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ درست ہے لیکن ہم حکم اول کے علاوہ دوسروں پر لگاتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق بدن سے ہے اور اسی لیے اس کے منتقل ہونے سے وہ منتقل ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اولاً ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے تعلق کی وجہ سے ہے ورنہ وہ اس پر رکتا، جیسا کہ ٹپکنے والا، بلکہ اسکے دفع کرنے سے مندفع ہو گیا اور بالطبع منحدر ہو گیا مثلاً پانی میں غوطہ کھانیوالا اگر قوت سے نکلے تو اس کے ساتھ بہت پانی آئے گا اور اگر آہستگی سے ہو تو کم پانی آئیگا اور اگر اتنا آہستہ نکلے کہ حتی الامکان پانی میں حرکت نہ پیدا ہو تو اس کے ساتھ صرف اتنا پانی آئیگا جو ٹپک کر زائل ہو جائے حالانکہ ملاقاۃ ایک ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ دفع کی حرکت میں اس سے اختلاف ہوتا ہے۔

فان قلت اذن لا ریب فی تعلق المتقاطر فنحکم علیه بالاستعمال وهو لا شك قابل الانفصال فیصح التاویل ولا ینفی الاستعمال

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس صورت میں ٹپکنے والے کے تعلق میں کوئی شک نہیں تو ہم اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگائیں گے اور بلا شبہ وہ قابلِ انفصال ہے تو تاویل

اقول ثانیا ما انحدر بلا مکث عند الخروج بعد الانغماس شأن ماصروانحدرفورا من غسالة الوضوء والغسل فلا یستعمل الا ما بقی بعدہ متساقطا بالتقاطر وھو خلاف الاجماع۔

صحیح ہوگی اور استعمال غیر متحقق نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں غوطہ سے نکلنے کے فوراً بعد جو پانی بدن سے بہتا ہوا گرتا ہے اسکا حال اس پانی جیسا ہے جو وضو اور غسل کے فوراً بعد بہتا ہوا گرتا ہے تو مستعمل وہی ہوگا جو اس کے بعد قطرات کی صورت میں ٹپکتا ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔

وثانیا شأن ما التعلق والتلاصق فالتعلق یشمل الدثار والتلاصق یختص بالشعار وھو الفرق بینھما فان قلت ھما ثوبان فیعد احدھما حاجزا للاٰخر عن التلاق، بخلاف الماء فانہ شیئ واحد فلا یحجز بعضہ بعضا بل الکل ملاق، **اقول** ذلک ماکنا نبغ فالماء کلہ واحد عند الانغماس، فالکل ملاق بلا وسواس،

دوسرا، تعلق اور تلاصق میں بہت فرق ہے، تعلق استر کو شامل ہے اور تلاصق اوپر والے حصہ کے ساتھ مختص ہے، اور یہی دونوں میں فرق ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو دو کپڑے ہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے رکاوٹ ہے، اور پانی تو شے واحد ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصّہ کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے وہ تو سارے کا سارا ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، میں کہتا ہوں یہ تو ہمارے حسب منشا ہے، جب انسان پانی میں غوطہ لگائے گا تو پانی شَے واحد ہوگا اور بغیر رکاوٹ آپس میں ملے گا۔

فائدہ ۲: قال العلامۃ الشیخ حسن الشرنبلالی فی شرحہ علی الوھبانیۃ رداعلی البحر ما نصہ وما ذکر من ان الاستعمال بالجزء الذی یلاقی جسدہ دون باقی الماء فیصیر ذلک الجزء مستھلکا فی کثیر فھو مردود لسریان الاستعمال فی الجمیع حکما ولیس کالغالب بصب القلیل من الماء فیہ[1] اھ

فائدہ ۲: علامہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں فرمایا بحر پر رد کرتے ہُوئے، نص یہ ہے، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ استعمال اس جزء سے ہے جو بدن سے ملا ہوا ہو نہ کہ باقی پانی سے تو وہ جزء کثیر اجزاء میں مل کر ختم ہو جائیگا، تو یہ مردود ہے کیونکہ حکماً تو استعمال تمام پانی میں سرایت کرے گا، اور یہ اس غالب پانی کی طرح نہیں جس میں تھوڑا سا پانی مل گیا ہو اھ۔

اقول لفظ السریان وقع غیر موقعہ فانہ یوھم ان المستعمل اولا ما لاقی ثم یسری الحکم الی بقیۃ اجزاء الماء بالتجاور وھو

میں کہتا ہوں "سریان" کا لفظ بے محل استعمال ہوا ہے اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مستعمل اوّلا تو وُہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے پھر حکم بقیہ اجزاء کی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

مردود صریحا بما تقدم ان العبرة للغلبة ولو
سری لسری بالملقی کما توھم العلامة
عبد البر فیبطل الفرق و یعود الکلام علی
مقصود بالنقض وھذا ھو الذی حمل البحر
علی قصر الاستعمال علی ما لاقی بل نقول انه
اذا انغمس فیه وھو قلیل فقد استعمل کله
معا لان جمیعه شیئ واحد فلا قصر ولا
سریان ولقد احسن العلامة الشامی رحمه
الله تعالٰی اذ قررہ بقوله فی المنحة یعنی انه
لما انغمس او ادخل یدہ مثلا صار مستعملا
لجمیع ذلك الماء حکما لان المستعمل حقیقة
ھو ما لاقی جسدہ بخلاف ما اذا اصب المستعمل
فیه فان المستعمل حقیقة وحکما ھو ذلك
الملقی فلا وجه للحکم علی الملقی فیه بالاستعمال
ما لم یساوہ او یغلب علیه اذ لم یدخل فیه
جسدہ حتی یحکم علیه بالاستعمال حکما یدل
علیه ما فی الاسرار للدبوسی وقولھم فی
مسألة البئر جحط لو انغمس بقصد الاغتسال
للصلاۃ صار الماء مستعملا اتفاقا اھ[1] فھذا ھو
التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق۔

طرف جائے گا کیونکہ یہ ایک دوسرے کے قریب ہیں، اور
یہ صریحا مردود ہے، جیسا کہ گزرا کہ اعتبار غلبہ کو ہے اور
اگر سرایت کرے گا تو ملقی میں کرے گا، جیسا کہ علامہ
عبد البر کو وہم ہوا ہے تو فرق باطل ہوجائے گا اور کلام
مقصود بالنقض کی طرف لوٹے گا، اور یہی چیز ہے جس
نے بحر کو اس پر مجبور کیا کہ وہ استعمال کا حکم صرف اس پر
لگائیں جو ملاقی ہو، بلکہ ہم کہتے ہیں جب کوئی شخص پانی
میں غوطہ لگائے اور پانی کم ہو تو سب یکدم مستعمل
ہوجائیگا کیونکہ وہ سارے کا سارا شیئ واحد ہے،
تو نہ قصر ہے اور نہ سرایت ہے، علامہ شامی نے اس کو
برقرار رکھ کر اچھا کیا، وہ منحہ میں فرماتے ہیں یعنی جب
اس نے غوطہ لگایا یا مثلاً اس نے اپنا ہاتھ ڈبویا تو
سارا پانی مستعمل ہوگیا حکما، کیونکہ حقیقۃً مستعمل تو صرف
وہی ہے جو بدن سے متصل ہو، اور اگر مستعمل اس میں
ڈالا گیا تو دوسرا حکم ہے، کیونکہ حقیقۃً وحکماً مستعمل یہی ملقی
ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملقی فیہ پر استعمال کا حکم لگایا جائے
تاوقتیکہ وہ اس کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو کیونکہ
اس کا جسم تو اس میں داخل نہیں ہوا کہ اس پر حکما استعمال
کا حکم لگایا جائے، اس پر دبوسی کی اسرار دلالت کرتی ہے
اور ان کا مسئلہ البئر جحط میں یہ کہنا کہ اگر کسی شخص نے
کنویں میں اس نیت سے غوطہ لگایا کہ نماز کے لیے غسل کرے گا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اھ تو تحقیق یہی
ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے کا والی ہے۔

فائدہ ۳: سبق العلامة ابا الاخلاص

فائدہ ۳: علامہ نے ابو الاخلاص سے پہلے فرق کو

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

فی تعبیر الفرق ھکذا لبعض معاصرے العلامۃ زین فاوردہ وردہ وھذا نصہ فی البحر اذا عرفت ھذا ظھر لک ضعف من یقول فی عصرنا ان الماء المستعمل اذا صب علی الماء المطلق وکان المطلق غالبا یجوز الوضوء بالکل واذا توضأ فی فسقیۃ صار الکل مستعملا اذ لا معنی للفرق بین المسألتین وما قد یتوھم فی الفرق من ان فی الوضوء یشیع الاستعمال فی الجمیع بخلافہ فی الصب مدفوع بان الشیوع والاختلاط فی الصورتین سواء بل لقائل ان یقول الماء الغسالۃ من خارج اقوی تاثیرا من غیرہ لتعین المستعمل فیہ بالمعاینۃ والتشخص ولا تشخص[1] اھ وھذا الکلام ارتضاہ السیدان ط و ش حتی قال ط بعد ذکر کلام الشرنبلالی ھذا التوھم قد ذکرہ فی البحر واعرض عنہ[2] اھ اما المدقق العلائی فاستدرک علی البحر بکلام الشرنبلالی فقال فراجعہ متاملا[3] اھ

بیان کیا، اسی طرح علامہ زین کے بعض معاصرین نے فرق بیان کیا' اور اس کو رد کیا، اور یہ بحر میں ان کی عبارت ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارے بعض معاصرین کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا کہ مستعمل پانی جب مطلق پانی میں ڈالا جائے اور مطلق غالب ہو تو سارے پانی سے وضو جائز ہے اور جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو کل مستعمل ہوگیا، کیونکہ دونوں مسئلوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ فرق جو بیان کیا جاتا ہے کہ وضو کی صورت میں استعمال تمام پانی میں عام ہوجاتا ہے اور ڈالنے میں یہ صورت نہیں ہوتی، اس لئے ناقابلِ لحاظ ہے کہ شیوع اور اختلاط دونوں صورتوں میں برابر ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ دھوون کا باہر سے ڈالنا زیادہ مؤثر ہے کیونکہ اس میں مستعمل دیکھنے اور علیحدہ پہچان کرنے سے متعین ہوجاتا ہے اھ اور اس کلام کو سیدان 'ط' اور 'ش' نے پسند کیا یہاں تک کہ 'ط' نے شرنبلالی کا کلام ذکر کرنے کے بعد فرمایا' اس وہم کو بحر میں ذکر کیا اور اس سے اعراض کیا اھ اور مدقق علائی نے بحر پر شرنبلالی کے کلام سے استدراک کیا اور فرمایا پورے غور سے اس کی طرف مراجعت کریں اھ

اقول لقول القائل یشیع فی الجمیع ثلثۃ محامل وذلک لان الشیوع الامتزاج

میں کہتا ہوں "یشیع فی الجمیع" والے قول میں تین تاویلات ہوسکتی ہیں کیونکہ شیوع امتزاج بلا امتیاز ہو

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

[2] طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۴

[3] الدر المختار علی حاشیۃ الطحطاوی باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۴

من دون امتياز فلا يمكن التعيين بل الكل
يحتمله على البدلية كهبة المشاع والمعنى
عليه انه اذا توضأ فى الفسقية اختلط ماء
وضوئه بسائرها بحيث لا يمكن التمييز
فاى غرفة تأخذها تحتمل ان تكون
من المستعمل فيكون حكم الاستعمال شائعا
فى جميع الاجزاء شيوع هبة نصف شائع فى
نصفين والشيوع السريان اى اذا توضأ فيها
استعمل ما لاقاه وتعدى الحكم منه الى جاره
وهكذا فصار الكل مستعملا والشيوع العموم اى
ان فى الوضوء يعم الاستعمال الجميع وانت تعلم
ان المعنى الثالث حق صحيح لا غبار عليه اصلا
ولا يمسه ما فى البحر لان عموم الحكم
لعموم السبب فان الكل ملاق كما سبق مرارا
والمعنى الثانى هو ما جنح اليه العلامة الشرنبلالى
فى متبادر كلامه وقد علمت ما له وعليه
والمعنى الاول مثله فى البطلان كفى ردا عليهما
مسألة الملقى ولزوم اثبات الفرق بابطاله
والبحر حمله على الاول ففسر الشيوع
بالاختلاط وحكم انه فى الصورتين سواء و
انما ذلك عنده للمعنى الاول دون السريان
والعموم الا ان يريد بالشيوع سببه و
يفسره بالاختلاط فيكون المعنى ان
سبب السريان او العموم عندك هو الاختلاط
سواء فى الصورتين مع تخلف الحكم

تو تعیین ممکن نہیں بلکہ کل میں اس کا احتمال علی سبیل
البدلیہ ہے جیسا کہ مشاع کا ہبہ، اور اس کا مفہوم یہ ہے
کہ جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو اس کا پانی تمام پانی میں
ملے گا اور امتیاز ممکن نہیں، تو جو چلّو لیا جائے گا اس
میں احتمال ہے کہ مستعمل پانی سے ہو، تو استعمال کا حکم
تمام پانی کو اس طرح شامل ہوگا جیسا کہ غیر ممتاز دو
حصوں والی چیز کے نصف کا ہبہ ہو، اور شیوع
سریان یعنی جب اس میں وضو کیا تو جو اس کے
ملاقی ہے وہ مستعمل ہو جائیگا پھر اسکے ساتھ والے اجزاء
تک یہی حکم چلے گا اور اس طرح سارے کا سارا مستعمل
ہو جائے گا، اور شیوع عموم کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی وضو
کی صورت میں استعمال کا حکم تمام پر لاگو ہو جاتا ہے،
اور آپ جانتے ہیں کہ تیسرا معنی حق اور بے غبار ہے،
اور بحر کا اعتراض اس پر نہیں ہوتا، کیونکہ حکم کا عموم
سبب کے عموم کی وجہ سے ہے کیونکہ کل ملاقی ہے جیسا
کہ کئی مرتبہ گزرا، اور دوسرے معنی کی طرف علامہ
شرنبلالی کا میلان ہے جیسا کہ اُن کے کلام سے متبادر
ہے اور اسکا مالہ وما علیہ آپ جان چکے ہیں اور پہلا معنی
بھی اسی کی طرح باطل ہے، ان کی تردید میں اور اسکے ابطال
کو فرق کے اثبات کا لازم ہونا کافی ہے
اور بحر نے اس کو پہلے پر محمول کیا ہے اور شیوع
کی تفسیر اختلاط سے کی ہے اور حکم لگایا ہے کہ یہ
دونوں صورتوں میں برابر ہے اور ان کے نزدیک یہ
پہلے معنی کے باعث ہے سریان وعموم کی وجہ سے نہیں
ہے، ہاں اگر شیوع سے مراد اس کا سبب لیں تو

فی الملقی وفاق وقد علمت جوابه علی الحق نعم من یزعم السریان یرد علیه ولا یرُدّ۔

---- اور اس کی تفسیر وہ اختلاط سے کریں تو معنی یہ ہوں گے کہ سریان یا عموم کا سبب تمہارے نزدیک اختلاط ہی ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یکساں ہے حالانکہ ملقی میں حکم مختلف ہے اتفاقاً، اور اس کا حق جواب آپ جان چکے ہیں، ہاں جو سریان کا گمان کرتا ہے اس پر رد کیا جائے گا اور وہ رد نہ کرے گا۔ (ت)

ثم اقول ماترقی به لا احصله **فاولا** لیس من شرط الاستعمال رؤیة مروره علی البدن ولا معاینة انفصاله ولا لمرئیه مزیة علی غیره مع تحقق العلم القطعی به ولا شك انه شیئ متشخص بنفسه فلا یضره عدم قدرتنا علی تمییزه **وثانیا** لیس الاستعمال مقولا بالتشکیک لیکون المرئی اقوی من غیره **وثالثا** انما مبناه علی ما ارتکز فی ذهنه رحمه الله تعالٰی ان الملاقی هی الاجزاء الملاصقة ولیس کذلك بل الکل کما حققنا فکان المصبوب کان ممتازا منحازا متشخصا عاینا مروره علی البدن ثم انفصاله عنه کذلك کل الماء فی الفسقیة ممتاز منحاز متعین معاین ورود الاعضاء فیه ثم انفصالها منه۔

میں کہتا ہوں برسبیل ترقی جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے وہ درست نہیں، اولاً مستعمل ہونے کی یہ شرط نہیں کہ اس کو بدن پر گزرتا ہوا دیکھا جاسکے، نہ اس کے جُدا ہونے کا دیکھنا ضروری ہے اور نہ ہی دیکھنے کے قابل ہونا اس کے لیے دوسروں پر وجہِ فضیلت ہے؛ جبکہ اس کا علم قطعی ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو متشخص بنفسہ ہے تو ہمارا اس کی تمیز پر قادر نہ ہونا اس کو مضر نہیں؛ ثانیاً استعمال تشکیک کے قبیلہ میں سے نہیں تاکہ مرئی دوسروں سے اقوی ہو۔ ثالثاً اس کا مبنیٰ صرف یہ ہے کہ اُن کے (رحمہ اللہ) ذہن میں یہ بات مرکوز ہوگئی ہے کہ مُلاقی صرف وہ اجزاء ہیں جو متصل ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ تمام اجزاء ہیں، جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے جیسا کہ بدن پر ڈالا جانے والا پانی الگ اور ممتاز نظر آتا ہے اور جسم سے جدا ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے اسی طرح حوض کا کُل پانی الگ اور ممتاز ہے جو نظر آتا ہے، اس میں اعضاء کا ڈوبنا اور جُدا ہونا بھی نظر آتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۴: کلام الاسرار المار برمته فی الفصل الثانی وقع اوله موافقا لما وقع فی البدائع من ان المستعمل هی الاجزاء الملاصقة بالبدن واٰخره نص صریح علی ما هو الحق حتی ان اخا

فائدہ ۴: اسرار کا مکمل کلام جو گزرا دوسری فصل میں اس کی ابتداء بدائع کے مطابق ہے کہ مستعمل وہی اجزاء ہیں جو بدن سے متصل ہیں اور اس کا آخر حق پر نص صریح ہے، یہاں تک کہ صاحب البحر کے بھائی علامہ عمر ابن نجیم جو اس مسئلہ میں ان کے پیروکار ہیں،

صاحب البحر العلامة عمر بن نجیم رحمہم اللہ تعالٰی مع اقتفائه فی المسألة اثار البحر انصف فیما نقل عنه فی ھامش البحر حین عقب عبارۃ الاسرار بقوله فھذہ العبارۃ کشفت اللبس الخ فکتب علیه نعم کشفت اللبس من حیث اٰخرھا الا ان محمدا یقول لما اغتسل بالماء القلیل صار الکل مستعملا[۱] حکما فلنا صورتان صورۃ وقوع ماء مستعمل فی غیرہ فیعتبر غلبته الذی لیس بمستعمل والثانیة ماء واحد توضأ به شخص او ادخل یدہ لحاجة[۲] صار مستعملا کله حکما کما رأیت[۳] اھ نقله فی المنحة واقرہ ولذلم یات للبحر الانتفاع باوله والتجأ الی ردہ ببنائه علی روایة ضعیفة والعبد الضعیف قدم التوفیق بین اوله واٰخرہ بحیث جعله کلاما واحدا منتظما والشیخ العلامة عبد البر سلك فی شرح الوھبانیة مسلکا اٰخر فجعل اوله سؤالا واٰخرہ جوابا اذ قال والحاصل ان ابا زید الدبوسی فی کتاب الاسرار اورد

بحر کے حاشیہ میں نقل کرتے ہیں، اور نقل میں انصاف کیا ہے جہاں انہوں نے اسرار کی عبارت کے بعد کہا اس عبارت نے غبار صاف کردیا الخ اس پر کہا ہاں غبار صاف کردیا اُس کے آخر تک، صرف اتنا ہے کہ محمد کہتے ہیں کہ جب تھوڑے سے پانی میں غسل کیا تو کل حکمًا مستعمل ہوگیا، ہم کہتے ہیں یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مستعمل پانی کا غیر مستعمل میں واقع ہونا تو اُس پانی کے غلبہ کا اعتبار رہوگا جو مستعمل نہیں دُوسرا وہ پانی جس سے ایک شخص نے وضو کیا ہو یا بوجہ حاجت اس نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو کُل حکمًا مستعمل ہوگیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اھ اس کو منحہ میں نقل کیا اور برقرار رکھا، اس لیے بحر کو اس عبارت کے اول سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس کے رد میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے، اور ناچیز نے اس قول کے اول وآخر میں تطبیق دی ہے اور اس کو منتظم کلام کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور شیخ علامہ عبدالبر نے وہبانیہ کی شرح میں ایک دوسری راہ اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ اس کے اول کو سوال اور آخر کو جواب قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ ابوزید الدبوسی نے کتاب الاسرار میں وہ ذکر کیا ہے

---

[۱] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۱

[۲] کذا فی نسختی المنحة وصوابه لالحاجة اولغیر حاجة اھ منه (م) میرے پاس موجود منحہ کے نسخہ میں اسی طرح ہے اور مناسب "لالحاجۃ" یا "لغیرحاجۃ" ہے۔ (ت)

[۳] منحۃ الخالق علی البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۱

ماذکرہ فی البدائع علی سبیل الالزام من ابی یوسف لمحمد رحمہما اللہ تعالٰی وذکر جواب محمد عنہ فکشف اللبس واوضح کل تخمین وحدس فانہ قال بعد ما ذکر مذاھب علمائنا فی الماء المستعمل والاستدلال لمحمد رحمہم اللہ تعالٰی عامۃ مشایخنا ینصرون قول محمد وروایتہ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم قال یحتج للقول الاٰخر (ای نجاستہ) بما روی فذکر حدیث لایبولن احدکم ثم قال ومن قال ان الماء المستعمل طاھر طھور لایجعل الاغتسال فیہ حراما الی اٰخر ما تقدم عن الدبوسی[1]۔

جو بدائع میں ابو یوسف کی طرف سے محمد پر الزام ذکر کیا ہے اور محمد کا جواب ذکر کیا ہے جس سے تمام بات واضح ہوگئی انہوں نے پہلے تو ہمارے علماء کا مذہب مستعمل پانی کی بابت ذکر کیا اور امام محمد کا استدلال ذکر کیا پھر کہا کہ عام مشائخ امام محمد کے قول اور ان کی روایت جو امام ابو حنیفہ سے ہے کی تائید کرتے ہیں ـــــ پھر فرمایا دوسرے قول پر (یعنی اُس کی نجاست پر) اُس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مروی ہے، پھر لایبولن احدکم والی حدیث سے استدلال کیا۔ پھر فرمایا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مستعمل پانی طاہر وطہور ہے وہ اس سے غسل کو حرام قرار نہیں دیتے ہیں الی اخر ما تقدم عن الدبوسی۔ (ت)

اقول ھذا التقریر وان لم یکن ظاھرا من سوق عبارۃ الاسرار فبیانہ یتوقف علی ما ذکر فی البدائع ثم البحر ان اخراج الماء من ان یکون مطھرا من غیر ضرورۃ حرام[2] اھ فیستفاد منہ ان اغتسال المحدث فی الماء القلیل حرام عند محمد ایضا فکان الامام ابا یوسف یلزمہ بان المستعمل طاھر عندک والطاھر لایسلب الطھور طھوریتہ مادام الطھور غالبا کلبن یقع فیہ فلا یصح لک تحریم الاغتسال فیہ لا

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تقریر اسرار کی عبارت کے سیاق سے ظاہر نہیں ہے، اس کا بیان اُس پر موقوف ہے جو بدائع پھر بحر میں مذکور ہے کہ پانی کو مطہر ہونے سے بلا ضرورت خارج کرنا حرام ہے اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کا تھوڑے پانی میں غسل کرنا محمد کے نزدیک بھی حرام ہے، گویا امام ابو یوسف بطور الزام اُن سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے اور پاک پانی دوسرے پانی کی طہوریت کو سلب نہیں کرتا ہے جب تک کہ طہور غالب ہو، جیسے کہ دودھ اس میں گر جائے، تو آپ

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

[2] بحر الرائق " " ۱/۷۰

ان تقول بقولی وتحکم بنجاسۃ الغسالۃ فح یفسد الکل ویصح الحکم فاجاب محمد بان الکل لکونہ قلیلا شیئ واحد فصار الکل ملاقیا لبدن المحدث فصار الکل مستعملا حکما بخلاف اللبن فلیس فیہ الا اختلاط طاھر بطھور ولیس سبب الاستعمال فلا یسلبہ الطھوریۃ ما دام الماء غالبا علیہ۔

اُس میں غسل کو حرام نہیں کر سکتے ہیں، صرف اس کی یہی صورت ہے کہ آپ میرے قول کو اختیار کرلیں اور دھوون کی نجاست کا قول کریں، اِس صورت میں کُل پانی فاسد ہوجائے گا اور حکم صحیح ہوگا، محمد نے اس کا جواب دیا کہ کل پانی بوجہ قلیل ہونے کے چونکہ شیئ واحد ہے تو کل بے وضو کے بدن سے متصل ہوا، تو حکماً کل مستعمل ہوگیا، دُودھ میں یہ چیز نہیں اُس میں ایک طاہر کا طہور سے ملنا ہے اور یہ استعمال کا سبب نہیں ہے تو اُس کی طہوریت کو سلب نہ کرے گا جب تک پانی اس پر غالب رہے۔ (ت)

قلت وملک العلماء لم یجعلہ الزاما من ابی یوسف لمحمد بل دفع دخل یرد علی استدلال ابی یوسف بالحدیث کما تقدم نقلہ فی صدر الفصل الاول ولکل وجھۃ ھو مولیھا وبالجملۃ اولہ علی کلا الوجھین تأیید لروایۃ ضعیفۃ وکفی باٰخرہ جوابا عنہ والاولی ما فعل العبد الضعیف کما علمت وللّٰہ الحمد۔

میں کہتا ہوں ملک العلماء نے اس کو ابو یوسف کی طرف سے امام محمد پر بطور الزام ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ایک درمیانی اعتراض کا جواب ہے جو ابو یوسف کے حدیث سے استدلال پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فصل اول کی ابتداء میں گزرا، ہر شخص کا اپنا اپنا طرزِ استدلال ہوتا ہے، خلاصہ یہ کہ اس کا اول دونوں صورتوں میں ایک ضعیف روایت کی تائید ہے اور اس کا آخر اس کا جواب شافی ہے، اور بہتر وہ صورت ہے جو ناچیز نے اختیار کی ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا وللہ الحمد۔ (ت)

فائدہ ۵: من کلام الشیخ ابن الشحنۃ فی الشرح علی مسألۃ محدث وقع فی بئر ما نصہ والذی تحرر عندی انہ یختلف الحکم فیھا باختلاف اصول ائمتنا فیہ والتحقیق نزح الجمیع عند الامام علی القول بنجاسۃ الماء المستعمل وقیل اربعون عندہ وتحقیق مذھب محمد انہ یسلبہ الطھوریۃ وھو الصحیح عن الامام والثانی وعلیہ

فائدہ ۵: یہ شیخ ابن الشحنہ کے کلام سے ماخوذ ہے جو انہوں نے اُس بے وضو کی بابت کیا ہے جو کنویں میں گر پڑا ہو، فرماتے ہیں اس کا حکم ہمارے ائمہ کے اصول کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تمام کنویں کا پانی نکالا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے، ایک قول یہ ہے کہ چالیس ڈول نکالے جائیں گے، اور مذہب امام محمد کی تحقیق یہ ہے کہ وُہ

الفتوی فینزح منه عشرون لیصیر طهورا وهذا علی القول بعدم اعتبار الضرورة اما لو اعتبرت لایصیر مستعملا فی کل موضع تحقق الضرورة فی الانغماس فی الماء او ادخال الید فیه واعتبار الضرورة فی مثل ذلك مذکور فی الصغری وغیرها فلا تغتر بما ذکره شیخ العلامة زین الدین قاسم تغمده الله برحمته فی رسالته المسماة برفع الاشتباه فانه خالف فیها صریح المنقول عن ائمتنا واستند الی کلام وقع فی البدائع علی سبیل البحث وتبعه (یعنی القاسم) علی ذلك بعض من ینتحل مذهب الحنفیة ممن لا رسوخ له فی فقههم وکتب فیه کتابة مشتملة علی خلط وخبط ومخالفة النصوص المنقولة عن محمد رحمه الله تعالٰی وقد بینت ذلك فی مقدمة کتبتها حققت فیها المذهب فی هذه المسألة (ثم قال والحاصل ان ابا زید الدبوسی الی اخر ماقدمناه انفا ثم قال) وفی البدائع ایضا التصریح بان الطاهر اذا انغمس فی البئر للاغتسال صار مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وصرح فی فتاوی قاضیخان بان ادخال الید فی الاناء للغسل یفسد الماء عند ائمتنا الثلثة وتکفل بایضاح هذا وتحریره رسالتی زهر الروض[1] اھ

پانی سے طہوریت کو سلب کرلیتا ہے، اور امام صاحب سے صحیح یہی ہے اور دُوسرے امام سے بھی، اور اسی پر فتوٰی ہے تو اُس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ وہ طہور ہوجائے اور یہ عدم اعتبار ضرورت کے قول پر ہے، اور اگر ضرورت کا اعتبار کیا جائے تو ہر اُس جگہ جہاں پانی میں غوطہ لگانے کی یا ہاتھ ڈبونے کی ضرورت ہو وہاں پانی مستعمل نہ ہوگا اور ضرورت کا اعتبار اس کی مثل میں صغرٰی وغیرہا میں مذکور ہے تو شیخ علامہ زین الدین نے اپنے رسالہ رفع الاشتباہ میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے مغالطہ نہ ہونا چاہیے کہ وہ ہمارے ائمہ کی صریح نقول کے مخالف ہے، وہ محض اُس بحث کے سہارے پر ہے جو بدائع نے کی ہے اور ان کی (یعنی علامہ قاسم کی) پیروی محض بعض ناپختہ کار حنفی فقہاء نے کی ہے، اور اسی پر ایک بے سروپا کتاب جو امام محمد سے منقول نصوص کے مخالف ہے لکھی ہے، میں نے یہ تمام بحث ایک مقدمہ میں کی ہے، اور اس میں مذہب کی تحقیق کی ہے (پھر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابوزید دبوسی الی اخر ماقدمناعنہ انفا پھر فرمایا) اور بدائع میں بھی یہ تصریح کی ہے کہ پاک انسان جب کنویں میں غوطہ لگائے غسل کی نیت سے، تو ہمارے اصحابِ ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائیگا، اور فتاوٰی قاضیخان میں یہ تصریح موجود ہے کہ پانی میں بہ نیت غسل ہاتھ ڈالنا پانی کو فاسد کردیتا ہے، ہمارے ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک، میں نے اسکی مکمل ایضاح وتحریر اپنے رسالہ زہر الروض میں کی ہے اھ (ت)

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

اقول ھو کلام طیب لخص فیہ مقاصد رسالتہ وخلصہ مما خلط بہ فی نھر الروض من تسویۃ الملقی والملاقی فی عدم الجواز الاحادیث نزح عشرین[1] والتحقیق[2] عندہ علٰی مذھبہ المعتمد لا نزح اصلا ما لم یساو او یغلب لان الطھور لا یطھر۔

میں کہتا ہوں یہ کلام بہت خوب ہے، اس میں اُنہوں نے بڑی وضاحت سے اپنے رسالہ کے مقاصد کو ظاہر کیا ہے، اور زہر الروض نے جو ملقی اور ملاقی میں خلط مبحث کیا ہے عدمِ جواز میں، اُس سے بھی چھٹکارا دلایا ہے صرف بیس ڈول والی حدیث کا معاملہ باقی ہے اور ان کے مذہب میں تحقیق یہ ہے کہ جب تک مستعمل پانی برابر یا غالب نہ ہو اس وقت تک پانی بالکل نہیں نکالا جائیگا کیونکہ طہور پاک نہیں ہوتا ہے۔(ت)

فائدہ ۶: قال فی الدر ان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل و الا لا وھذا یعم الملقی والملاقی ففی الفساقی یجوز التوضی ما لم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنھر والمنح قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوھبانیۃ فرق بینھما فراجعہ متاملا[1] اھ وذکر ش عند قولہ حققہ فی البحر استدلالہ علی ذلک باطلاقہ المفید للعموم وبقول البدائع وفتوی قاری الھدایۃ المذکورۃ قال وقد استدل فی البحر بعبارات اخر لا تدل لہ کما یظھر للمتامل لانھا فی الملقی والنزاع فی الملاقی کما اوضحناہ فیما علقناہ علیہ فلذا اقتصرنا علی ما ذکرنا[2] اھ وراُیتنی کتبت فی جد

فائدہ ۶: دُر میں ہے کہ مطلق پانی آدھے سے زائد ہے تو کُل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، اور یہ چیز ملقی اور ملاقی کو عام ہے تو چھوٹے حوضوں میں وضو جائز ہے جب تک مستعمل پانی کا برابر ہونا معلوم نہ ہو اس کی تحقیق بحر، نہر اور منح میں موجود ہے، میں کہتا ہوں شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں دونوں میں فرق کیا ہے وہ بغور دیکھا جائے اھ اور "ش" نے ان کے قول حققہ فی البحر کے پاس ان کا استدلال ذکر کیا کہ ان کا اطلاق مفید عموم ہے، اور بدائع کے قول اور قاری الہدایہ کے مذکورہ فتوٰی سے' فرمایا بحر میں دوسری عبارات سے بھی استدلال کیا ہے مگر وہ ان کے حق میں مفید نہیں، جیسا کہ غور کرنے پر ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ وہ عبارات ملقی سے متعلق ہیں اور جھگڑا ملاقی میں ہے، جیسا کہ ہم نے

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

الممتار علی قولہ المفید للعموم ما نصہ۔

اقول نعم یفید علی فرض ان المستعمل فی الملاقی ھو السطح الملاصق من الماء بجسد المحدث لاغیر وھو اول النزاع وانا **اقول** لوکان کذلک لارتفع المستعمل من صفحۃ الدنیا لانک اذا صببت الماء علی یدک مثلا فانما یلاقی یدک سطح من الماء وسائر جرمہ منفصل عنھا کما ان التلاقی یکون بسطح من یدک وسائر جرمھا لم یمسہ الماء والجسم ابدا یکون اکبر من السطح فتکون الغلبۃ لغیر المستعمل فلا یصیر مستعملا ابدا واذا جعلت کلہ مستعملا لتلاقی سطحہ سطح الجسد فلا نعلم فرقا بین جرم وجرم فان اسلت اسالۃ ضعیفۃ صار الکل مستعملا وان صببت صبا شدیدا حتی کان ثخن الماء اضعاف الاول کان ایضا کلہ مستعملا فلا دلیل علی التفرقۃ بین ثخن وثخن ما لم یبلغ حد الکثرۃ وقول البدائع بحث منہ ذکرہ فی سؤال وجواب لانقل عن الاصحاب بخلاف کلام الامام الدبوسی فانہ نقل صریح ومن النصوص الصرائح کذلک مسائل ادخال الید والرجل ودخول المحدث فی البئر المصرح بھا نقلا عن الائمۃ الثلثۃ فی المتون والشروح والفتاوی وحمل کلھا علی روایۃ ضعیفۃ مما لایعقل ولایحتمل وعبارۃ الفتوی

واضح کیا ہے، اپنی تعلیقات میں اس پر ہم نے روشنی ڈالی ہے، اس لیے ہم نے اس پر اکتفاء کیا، اور میں نے اپنی کتاب "جدالممتار" میں لکھا ہے، یہ ان کے قول "المفید للعموم" کے تحت لکھا گیا ہے، میری عرض یہ ہے کہ ہاں فائدہ دیتا ہے اس مفروضہ پر کہ مستعمل ملاقی میں وہ سطح آب ہے جو مُحدِث کے جسم سے ملی ہوتی ہے، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اور وہ پہلا نزاع ہے، اور میں کہتا ہوں اگر ایسا ہی ہوتا تو روئے زمین پر مستعمل پانی کا وجود ہی ناپید ہوجاتا کیونکہ مثلاً اگر آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی بہایا تو آپ کا ہاتھ پانی کی سطح سے ملے گا اور اس کا باقی حصہ اس سے الگ رہے گا، جس طرح تلاقی آپ کے ہاتھ کی سطح سے ہوتی ہے اور اس کا باقی حصہ پانی سے کبھی نہیں لگتا ہے اور جسم ہمیشہ سطح سے بڑا ہی ہوتا ہے، تو غلبہ غیر مستعمل کو ہوگا تو وہ مستعمل کبھی نہ ہوگا، اور جب آپ نے کل کو مستعمل قرار دیا کہ اس کی سطح جسم کی سطح سے مل رہی ہے تو ہم ایک جرم اور دوسرے جرم میں فرق نہیں پاتے ہیں، تو اگر آہستہ سے بہایا جائے تو کل مستعمل ہوجائے گا اور اگر سختی سے بہایا جائے اس طور پر کہ پانی کا حجم پہلے سے کئی گنا زائد ہو تو بھی کل مستعمل ہوجائے گا تو پانی کے ایک حجم اور دوسرے حجم کے فرق پر کوئی دلیل نہیں، تاوقتیکہ وہ حدِ کثرت کو نہ پہنچ جائے، اور بدائع کا قول تو محض ایک بحث ہے جس کو انہوں نے ایک سوال و جواب کے ضمن میں ذکر کیا ہے یہ اصحاب امام ابی حنیفہ

صریحة فی ان الماء المستعمل یقع فیہا فیکون من الملقی دون الملاقی ولا تغتر بانہم لابد لہم ان یغترفوا منہا فیدخلوا ایدیہم قبل الغسل وذلک تلاق لان الاغتراف معفو عنہ بالاتفاق لاجل الحاجة اھ ما کتبت علیہ وقد علمت مما قدمناہ فی الفصول الثلثة ان الفحول الثلثة کلہم قد اغفلوا محل النزاع ولکن لا عجب فی الاغفال وانما العجب من العلامة الشامی تنبہ لہذا و ترک جل ما فی البحر لکونہ فی الملقی ثم اورد عبارة الفتوی مع انہا کما علمت صریحة فی الملقی فکان یجب اسقاطہا ایضا وقد علمت ما فی الاستدلال بالعموم من نوع مصادرة علی المطلوب فلیس بایدیہم شیئ اصلا سوی بحث البدائع الواقع مناضلا لمتواترات النصوص والروایات الظاہرة الصحیحة عن الائمة الثلثة مصادما لاجماعہم المنقول فی الکتب المعتمدة حتی البدائع والبحر فتثبت ولا تزل ثبتنا اللہ و ایاک والمسلمین بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا وفی الاٰخرة انہ ولی ذٰلک والقدیر علیہ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین!

سے نقل نہیں ہے جبکہ امام دبوسی نے نقل پیش کی ہے اسی طرح ہاتھ پیر داخل کرنے، اور بے وضو کے کنویں میں داخل ہونے کے مسائل صراحۃً متون وشروح میں مذکور ہیں اور اور فتاوٰی میں بھی مذکور ہیں، ان کو ہمارے ائمہ ثلثہ سے نقل کیا گیا ہے، اب ان تمام چیزوں کو ایک ضعیف روایت پر محمول کرنا انتہائی غیر معقول بات ہے، اور فتوٰی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ مستعمل پانی اس میں گرتا ہے تو وہ ملقی سے ہوگا نہ کہ ملاقی سے، تجھے یہ دھوکا نہ ہو کہ ان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس سے چلّو کے ذریعہ پانی نکالیں تو وہ ہاتھ دھونے سے قبل داخل کرینگے اور اسی کو تلاقی کہتے ہیں، کیونکہ اس طرح چلّو سے پانی نکالنا بالاتفاق معاف ہے، کیونکہ اس میں حاجت ہے اھ یہاں تک میرا حاشیہ ختم ہوا، اور جو کچھ ہم نے فصول ثلثہ میں ذکر کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تینوں جلیل القدر علماء اصل محل نزاع سے غافل رہے، لیکن اس غفلت پر تعجب نہیں، تعجب تو اس امر پر ہے کہ علامہ شامی اس پر متنبہ ہوگئے اور جو بحر میں تھا اس کو ترک کردیا کیونکہ اس کا تعلق ملقی سے تھا، اور پھر بھی فتوٰی کی عبارت ذکر کی، حالانکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وہ ملقی میں صریح ہے تو اس کا اسقاط بھی ضروری تھا اور آپ کو معلوم ہے کہ عموم سے استدلال میں ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہے تو اُن کے پاس بدائع کی بحث کے علاوہ کچھ نہیں ہے جبکہ یہ عبارت نصوص متواترہ اور روایاتِ ظاہرہ صحیحہ کے مخالف ہے اور ائمہ ثلثہ کا جو اجماع کتب معتمدہ حتی کہ بدائع اور بحر میں بھی منقول ہے اُس کے بھی خلاف ہے لہذا اس کو خوب ذہن نشین کرلینا چاہئے، اللہ تعالٰی تم کو

ہم کو تمام مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں حق پر ثابت قدم رکھے وہ اس کا والی اور قادر ہے اس اللہ علی وعظیم کے سوا کسی کو طاقت نہیں ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار ان کی آل اصحاب بیٹے جماعت تمام پر ہو، آمین! (ت)

فائدہ ۷: ختم ھذا المبحث ش بقولہ قلت وفی ذلک (ای ما مال الیہ العلامۃ والبحر) توسعۃ عظیمۃ ولا سیما فی زمن انقطاع المیاہ عن حیاض المساجد وغیرھا فی بلادنا ولکن الاحتیاط لایخفی اھ[1]

اقول الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین وقد علمت ان ما مالا الیہ لا دلیل علیہ والتوسعۃ قد تبیح المیل الی روایۃ لغیرھا رجحان علیہا درایۃ وھھنا لا روایۃ ولا درایۃ نعم ان تحققت الضرورۃ فلی العمل بقول امامی الھدی مالک والشافعی رضی اللہ تعالی عنہما مندوحۃ ان الماء المستعمل طاھر وطھور۔

فائدہ ۷: "ش" نے اس بحث کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے "میں کہتا ہوں اور اس میں (یعنی جس کی طرف علامہ اور بحر کا میلان ہے) بڑی وسعت ہے خاص طور پر اُس زمانہ میں جبکہ ہمارے بلاد کی مساجد وغیرہ کے حوضوں کا پانی ختم ہوجاتا ہے، لیکن احتیاط مخفی نہیں" اھ (ت)

میں کہتا ہوں احتیاط تو اس میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اس پر عمل کیا جائے، اور آپ کو معلوم ہے کہ جس طرف ان کا رجحان ہے اس پر کوئی دلیل نہیں، اور گنجائش میں کبھی مرجوح روایت کو بھی درایۃً اختیار کرنا پڑتا ہے، اور یہاں تو نہ روایت ہے اور نہ درایت، ہاں اگر ضرورت پائی جاتی ہے تو بقول امام مالک اور امام شافعی عمل کی حد تک پائی جاتی ہے، اور ان کے نزدیک یہ پانی طاہر و طہور ہے۔ (ت)

فائدہ ۸: قال ش فی المنحۃ علی قول البحر لا معنی للفرق بین المسألتین یرید الملقی والملاقی مانصہ قال بعض مشایخنا یدل علیہ ایضا روایۃ النجاسۃ فان النجس ینجس غیرہ سواء کان ملقی او ملاقیا فکذا علی روایۃ الطہارۃ واذا کان کذلک فلیکن التعویل علیہ سیما وقد اختارہ کثیرون وعامۃ من تأخر عن الشارح تابعہ علی

فائدہ ۸: "ش" نے منحہ میں بحر کے قول پر فرمایا دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں، یعنی ملقی اور ملاقی میں، ان کی عبارت یہ ہے کہ ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا اس پر نجاست کی روایت دلالت کرتی ہے کیونکہ نجس دوسرے کو بھی نجس کرتا ہے خواہ وہ ملقی ہو یا ملاقی، اسی طرح طہارت کی روایت پر۔ اور جب صورتِ حال یہ ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بہت سے علماء نے اسکو

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

ذلك حتی صاحب النهر مع ما فيه من رفع الحرج العظيم علی المسلمين[1] اھ

اقول اولاً[1] ان كان للقياس علی رواية النجاسة مساغ كان الشيخ ابن الشحنة احق بهذا منكم فان التسوية علی رواية النجاسة انما هی فی التاثير لا فی عدمها فكما استويا عليها فی التاثير بسلب الطهارة فكذا علی رواية الطهارة بسلب الطهورية لا فی عدم التاثير اصلاً وثانياً[2] صرحوا ان ماء ورد علی نجس نجس كعكسه ای ان التنجس يحصل للماء القليل كله سواء كان هو الوارد علی نجاسة او بالعكس واذن نقول بمثله ههنا فكما ان الماء الوارد علی نجاسة حكمية يصير كله مسلوب الطهورية كذلك النجاسة الحكمية اذا وردت علی ماء قليل تجعل جميعه مسلوب الطهورية وقياس احدی النجاستين علی الاخری احق بالقبول من قياس رواية الطهارة علی رواية النجاسة وثالثاً[3] وهو الحل الحكم انما يثبت بثبوت سببه وسبب التنجس هو ملاقاة النجس وهو حاصل فی الملقی كالملاقی وسبب الاستعمال ملاقاة بدن

مختار کیا ہے اور شارح کے بعد آنے والے علماء نے حتی کہ صاحبِ نہر نے بھی ان کی متابعت کی ہے، پھر مسلمانوں کو تنگی سے نکالنا ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں، اولاً اگر قیاس کو نجاست[1] والی روایت پر گنجائش موجود ہو تو شیخ ابن الشحنہ اس کے بہ نسبت آپ کے زائد مستحق ہیں، کیونکہ نجاست والی روایت پر برابری تاثیر میں ہے نہ کہ عدمِ تاثیر میں جیسے وہ دونوں سلبِ طہارت کی تاثیر میں برابر ہیں، اسی طرح طہارت کی روایت پر سلبِ طہوریت میں برابر ہونا چاہیے نہ کہ اصلاً عدمِ تاثیر میں مساوات ہو۔

ثانیاً اس امر کی علماء نے تصریح کی ہے جو پانی نجس پر وارد ہوتا ہے وہ بھی نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے، یعنی ناپاک ہونا کل تھوڑے پانی میں ہوتا ہے خواہ وہ نجاست پر وارد ہو یا نجاست اس پر وارد ہو، اس لیے اسی قسم کا قول ہم یہاں کرتے ہیں تو جس طرح وہ پانی جو نجاستِ حکمیہ پر وارد ہوتا ہے اس کی طہوریت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح نجاست حکمیہ جب تھوڑے پانی پر وارد ہو تو تمام پانی کی طہوریت ختم ہو جائے گی، اور ایک نجاست کو دوسری نجاست پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ طہارت کی روایت کو نجاست کی روایت پر قیاس کیا جائے۔

ثالثاً، یہی حل ہے، حکم جب ثابت ہوتا ہے تو وہ اس کے سبب کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے

[1] منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

محدث او متقرب سواء کان بورود الماء
علی الحدث او الحدث علی الماء وھو حاصل
فی الملاقی منتف فی الملقی فیه لان الماء
المستعمل اذا القی فی الحوض فلا ماؤہ ورد
علی حدث ولا الحدث ورد علیه انما ورد
علیه ما ورد علی الحدث ولیس ھذا سبب
الاستعمال ۔

ورابعا سمعت
حدیث رفع الحرج ودفعه وخامسا لیس
ھؤلاء الکثیرون الا المتأخرون عن البحر
ولیس فیھم من یکون له قول فی المذھب
لا سیما علی خلاف المذھب الصحیح
المعتمد المذیل بطراز الاجماع وھذا
صاحب البحر قائلا فیه لا یفتی ولا یعمل الا
بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی
قولھما او قول احدھما او غیرھما الا لضرورۃ
من ضعف دلیل او تعامل بخلافه کالمزارعة
وان صرح المشایخ بان الفتوی علی قولھما[1]
اھ فاذا کان ھذا فی قول امامی المذھب
وقد افتوا به فما ظنك بما لیس قول احدھما
ولا قول احد ولا روایة عن احد
وما صححه احد ولا له فی الدرایة
مستند، فکیف یعدل الی مثله عن مذھب

اور ناپاک ہونے کا سبب ناپاک سے ملاقات ہے،
تو وہ ملقی میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح ملاقی میں
ہے اور استعمال کا سبب محدث کے بدن سے ملاقات
ہے یا متقرب کے بدن سے ملاقات ہے خواہ حدث
پر پانی وارد ہو یا پانی پر حدث وارد ہو، اور یہ چیز
ملاقی میں تو ہے ملقی فیہ میں نہیں کیونکہ مستعمل پانی جب
حوض میں ڈالا جائے تو نہ تو اس کا پانی حدث پر
وارد ہوا اور نہ ہی حدث اس پر وارد ہوا، اور
اس پر وہ چیز وارد ہوئی ہے جو حدث پر وارد
ہوئی ہے اور یہ سببِ استعمال نہیں۔

رابعاً آپ حرج رفع کرنے کا معاملہ اور اس کا
رد سُن چکے ہیں۔

خامساً یہ کثیر علماء بحر سے متاخر ہیں، اور
ان میں کوئی اس پایہ کا نہیں کہ مذہب میں اس کا
قول سند ہو، خاص طور پر قول صحیح کے مقابل جس پر
اجماع ہو چکا ہو، خاص طور پر جبکہ صاحبِ بحر
فرما رہے ہوں، فتوٰی امام اعظم کے قول پر ہی دیا جائے
نہ کہ صاحبین یا کسی ایک صاحب کے قول پر سوائے
ضرورت کے، مثلاً یہ کہ دلیل ضعیف ہو یا اس کے
خلاف تعامل ہو، جیسے مزارعۃ کے معاملہ میں ہوا خواہ
مشایخ نے تصریح کی ہو کہ فتوٰی صاحبین کے قول
پر ہے اھ جب یہ معاملہ دو ائمہ مذہب کے ساتھ
ہے اور وہ اس پر فتوٰی دے چکے ہیں تو جہاں کسی کا

---

[1] بحر الرائق اوقاتِ نماز سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۶

جميع الائمة الصحيح المعتمد ، وما مثل هؤلاء
بين ايدى ائمة المذهب الا كمثل احدنا
عند هؤلاء بل اقل وابعد، لاستوائنا جميعا
فى وجوب الاستسلام للائمة وردا وصدرا و
ان لا تكون لنا الخيرة من انفسنا اذا
قضوا امرا ، اما كثرة من تبع البحر فقد قال
البحر فى ماهو اعظم كثرة واشد قوة
من الوف امثال هذا لدورانه فى متون
المذهب والشروح والفتاوى اعنى عدم
الاعتكاف مما لا يصح تعليقه مانصه هذا
الموضع مما اخطؤا فيه والخطأ هنا اقبح
لكثرة الصرائح بصحة تعليقه وانا متعجب
لكونهم تداولوا هذه العبارات متونا و
شروحا وفتاوى وقد يقع كثيرا ان مؤلفا
يذكر شيئا خطأ فيأتى من بعده
فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا
تنبيه فيكثر الناقلون واصله لواحد مخطئ اه[1]
وهذا هو الواقع ههنا كما ترى وبالله العصمة
على ان كلام كثير منهم فى الباب لم
يسلم عن اضطراب وهذا البحر نفسه قد
اكثر من نقول ما قدمنا من حججنا
وفيها نقل الاجماع ونص فى مسألة البئر
ان المذهب المختار انها طاهر غير طهور[2]

قول ہی نہ ہو اور نہ روایت ہو، اور نہ کسی نے اس کی
تصحیح کی ہو اور نہ اس کے لیے مستند ترجیح ہو، تو تمام ائمہ کا
اجماعی مذہب چھوڑ کر اس کو کیسے اختیار کیا جا سکتا ہے،
ائمہ مذہب کے سامنے ان کی قدر و قیمت اتنی
نہیں جتنی کہ ہماری ان حضرات کے سامنے ہے
بلکہ اس سے بھی کمتر، کیونکہ ہم سب پر ائمہ کے حکم کا
ماننا لازم ہے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے
اور جب کسی معاملہ کا وہ فیصلہ کردیں تو ہمیں اپنی طرف سے
کوئی اختیار نہیں، اور رہا یہ معاملہ کہ بحر کی اتباع بہت سے مشائخ نے
کی ہے ایک مسئلہ میں جو شدت و قوت کے لحاظ سے اس سے
ہزار گنا زیادہ ہے کیونکہ وہ متون مذہب اور شروح اور
فتاوی میں موجود ہے، یعنی اعتکاف کی تعلیق کے صحیح نہ ہونے کے
بارے میں خود بحر نے فرمایا کہ یہاں ان کو غلطی لگی ہے اور یہاں
خطا زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس کی تعلیق کی صحت پر
بکثرت تصریحات موجود ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ
فقہائے ان عبارات کو متون و شروح اور فتاوی میں
قبول کیا ہے، عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک
مؤلف ایک چیز ذکر کردیتا ہے غلطی سے، پھر بعد
والے اس غلطی کو بلا نکیر نقل کرتے رہتے ہیں، اس طرح
ایک خطا کار کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں اھ اور یہاں
ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں، علاوہ ازیں
ان میں سے اکثر کا کلام اضطراب سے خالی نہیں، اور
خود بحر نے بہت سی نقول ذکر کی ہیں جنہیں ہم نے اپنے دلائل میں
بہت پہلے ذکر کیا ہے اور اس میں اجماع کو

[1] بحرالرائق متفرقات من البیوع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱۸۵
[2] بحرالرائق مسئلۃ البئر جحط " ۱/۹۸

والنهر قال فی عبارة الاسرار ما قال ولما تمسك البحر بعبارة المحیط والتوشیح والتحفة اذا وقع الماء المستعمل فی البئر الخ کتب علیه لایخفاك ان العبارة فی وقوع الماء لا المغتسل وکذا فیما بعده[1] اھ والدر استدرك علی البحر بکلام الحسن وکذا ابوالسعود وقدمنا کلمات ش و هم جمیعا والحلیة قبلهم عللوا سقوط حکم الاستعمال بالضرورة وهو کما علمت اعتراف بالحق بالضرورة۔

نقل کیا ہے اور کنوئیں کے مسئلہ میں یہ صراحت کی ہے کہ مذہب مختار یہ ہے کہ پانی طاہر غیر طہور ہے، اور نہر نے اسرار کی عبارت میں فرمایا ہے جو گزرا، اور جب بحر نے محیط، توشیح اور تحفہ کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا "جب مستعمل پانی کنوئیں میں گر جائے الخ" تو اس پر لکھا کہ آپ پر مخفی نہ رہے کہ عبارت پانی کے گرنے میں ہے نہ کہ دھوون کے گرنے میں، اور اسی طرح اس کے بعد کی عبارت اھ اور در نے بحر پر حسن کے کلام سے استدراک کیا ہے، اور اسی طرح ابوالسعود نے، اور ہم نے "ش" اور ان سب کے اور حلیہ کے کلمات نقل کئے ان تمام حضرات نے حکم استعمال کے ساقط ہونے کی وجہ ضرورت کو قرار دیا ہے، اور جیسا کہ آپ نے جانا یہ اعتراف حق ہے۔ (ت)

فائدہ ۹۵: اقول ذکرت فی الطرس المعدل مسألة ادخال المحدث رأسه اوخفه اوجبیرته فی الماء وانه یجزئه عند الامام الثانی ولا یصیر الماء مستعملا وان الصحیح وفاق محمد فیها وان المراد لایصیر ماء الاناء مثلا مستعملا بل البلة الملتصقة بالرأس ای الممسوح فقط فاعلم ان هذا لخصوص المسح فلا یقاس علیه المغسول قال ملك العلماء فی البدائع ادخل رأسه اوخفه اوجبیرته فی الاناء وهو محدث قال ابویوسف یجزئه فی المسح ولا یصیر الماء مستعملا سواء نوی

فائدہ ۹۵: میں نے "الطرس المعدل" میں محدث کا پانی میں اپنا سر، موزہ یا پٹی ڈبونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور یہ کہ دوسرے امام کے نزدیک اس کو یہ کفایت کرے گا، اور پانی مستعمل نہ ہوگا، اور اس میں صحیح یہی ہے کہ محمد کو اس سے اتفاق ہے، اور یہ کہ مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی مستعمل نہ ہوگا بلکہ وہ تری جو سر سے لگی ہوتی ہے یعنی صرف ممسوح، تو جاننا چاہئے کہ یہ خاص مسح کے لیے ہے تو اس پر مغسول کو قیاس نہ کرنا چاہئے، ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کسی نے اپنا سر، موزہ یا پٹی پانی میں داخل کی اور بے وضو تھا، تو ابو یوسف نے فرمایا اسکے مسح کو کافی ہے، اور پانی بہرحال مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ استعمال کے دو

---

[1] نہر الفائق

او لم ينو لوجود[ع] احد سببي الاستعمال وانما كان لان فرض المسح يتأدى باصابة البلة اذ هو اسم للاصابة دون الاسالة فلم يزل شیئ من الحدث الى الماء الباقي في الاناء وانما زال الى البلة وكذا اقامة القربة تحصل بها فاقتصر حكم الاستعمال عليها اھ[1] وهذا ينادي باعلى نداء ان عدم انتقال الحدث الى باقي الماء في الاناء واقتصار حكم الاستعمال على البلة في صور المسح انما كان لانه لا يحتاج الا الى بلة فبها يتأدى فرضه وبها تقوم قربته فهو لم يستعمل الماء بل البلة بخلاف ما وظيفته الغسل فانه اسالة فكان استعمالا للماء لا لمجرد بلة فيزول به الحدث الى جميع ما في الاناء لقلته ولا يقتصر حكم الاستعمال على البلة الملاقية لسطح البدن

سببوں میں سے ایک پایا جا رہا ہے اور یہ اس لیے ہوا کہ مسح کا فرض ادنٰی تری سے ادا ہو جاتا ہے کیونکہ مسح لگانے کو کہتے ہیں نہ کہ بہانے کو، تو حدث میں سے کوئی چیز چھوٹ کر برتن میں پانی تک نہیں آئی صرف تری تک منتقل ہوئی اور اسی طرح اس سے قربت قائم ہوتی ہے تو اس پر استعمال کا حکم محدود ہو گیا اھ اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسح میں حدث کا برتن میں باقی پانی کی طرف منتقل نہ ہونا اور استعمال کے حکم کا صرف تری تک محدود رہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں محض تری کی ضرورت ہے اسی سے فرض ادا ہو جاتا ہے اور اسی سے قربت ادا ہو جاتی ہے، تو اس نے پانی کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس نے تری کو استعمال کیا بخلاف اس کے جس میں دھونا ضروری ہے کیونکہ اس میں بہانا ضروری ہے تو وہاں پانی کا استعمال ہوگا محض تری کا نہیں ہوگا، تو حدث برتن کے تمام پانی کی طرف منتقل ہوگا کیونکہ وہ کم ہے اور استعمال کا حکم اس تری

عہ اقول قوله لوجود متعلق بالمنفي اي صيرورة الماء مستعملا لوجود ازالة الحدث وان لم ينو واقامة القربة ايضا ان نوى منتفية فلا يصير مستعملا وان وجد السببان وانما كان هذا الانتفاء لانه لم يستعمل الماء بل البلة وذلك لان فرض المسح الخ ۱۲ منه غفرله (م)

اقول اس کا قول "لوجود" منفی سے متعلق ہے یعنی پانی کا مستعمل ہونا حدث کے ازالہ کی وجہ سے اگرچہ نیت نہ کرے، اور قربت ادا کرنے کی بھی اگر نیت کرے منتفی ہے، تو مستعمل نہ ہوگا اگرچہ دونوں سبب پائے جائیں، اور یہ انتفاء اس لیے ہے کیونکہ اس نے پانی استعمال نہیں کیا صرف تری استعمال کی اور یہ اس لئے ہے کہ مسح کا فرض الخ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الظاهر لان البلة لا یحصل بها اسالۃ ولا غسل فظھر الامر وباللہ التوفیق فلا حجۃ فیہ للمسوین بین الملاقی والملق ولیس مبناہ علی تلک المسألۃ۔

تک محدود نہ رہے گا جو بدن کے ظاہر کی سطح سے متصل ہے کیونکہ تری سے نہ بہانا حاصل ہوتا ہے نہ غسل، تو معاملہ بتوفیق اللہ ظاہر ہوگیا، اس میں ان لوگوں کیلئے حجّۃ نہیں جو ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کرتے تو اسکی بنیاد اس مسئلہ پر نہیں۔ (ت)

اقول والدلیل القاطع علیہ ان ابا یوسف القائل بنجاسۃ الماء المستعمل لم یقل ھھنا بالسریان قال الامام فقیہ النفس ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی قال انما یتنجس الماء فی کل شیئ یغسل اما ما یمسح فلا یصیر الماء مستعملا[1] اھ مع اجماع اصحابنا ان النجاسۃ تسری فی القلیل بلا فرق بین الکثیر منہا والقلیل وقد تقدم التصریح بہ عن البدائع فانت فما کان ذھب الیہ وھل فی بادی الرای ان سبیل المسألۃ سبیل الخلف فی الملق والملاقی واستنار ماذکرت جوابا عنہ من الفرق بین الغسل والمسح اما توقفی فی وجہہ فالوجہ عند المجتہد ولیس علینا ابداؤہ۔

میں کہتا ہوں، اس پر قطعی دلیل یہ ہے کہ ابو یوسف جو مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں وہ یہاں سرایت کا قول نہیں کرتے، امام فقیہ النفس نے فرمایا کہ امام ابو یوسف فرمایا" پانی ہر اس چیز میں نجس ہوتا ہے جو دھوئی جاتی ہے اور جس پر مسح کیا جاتا ہے اس سے مستعمل نہ ہوگا اھ حالانکہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ نجاست تھوڑے پانی میں سرایت کرتی ہے خواہ کم ہو یا زائد، بدائع سے اس پر تصریح گزرچکی ہے تو ان کا جواب ہوگیا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ خلف کی طرح ہے ملق اور ملاقی میں اور جو جواب میں نے ذکر کیا وہ بھی واضح ہوگیا یعنی یہ کہ غسل اور مسح میں فرق ہے اور اس کے استدلال میں میرا توقف کرنا اس لیے ہے کہ دلیل پیش کرنا مجتہد کا کام ہے، اور ہمیں اس کا ظاہر کرنا لازم نہیں۔ (ت)

واقول یخطر ببالی واللہ تعالٰی اعلم ان الاجسام کما قدمت جواھر فردۃ متراکمۃ متفرقۃ حقیقۃ متصلۃ حسا وامر الغسل لایتأدی الا بجسم مائی ذی تخن صالح

میں کہتا ہوں اللہ بہتر جانتا ہے میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اجسام جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا جواہر فردہ ہیں تہ بہ تہ ہیں حقیقۃً متفرق ہیں اور حسًّا متصل ہیں، اور دھونا ایسے جسم سے ہوسکتا ہے جو پانی کا

---

[1] فتاوٰی قاضی خان الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸

یری سائلا علی البدن سیلا نافلا بد فیہ من اعتبار المحسوس وفی الحس الماء الکائن فی محل واحد شیئ متصل واحد فحصل الاستعمال للکل لحصول الملاقی للکل کما فی نجاسۃ ترد علی الماء وانما سقط الحکم عن الکثیر لان الشرع جعلہ کالجاری فلا یتأثر مالم یتغیر کما سبق تقریر کل ذلک اما المسح فمجرد اصابۃ من دون اسالۃ فتکفی فیہ جواھر قریبۃ تفید بلۃ وھی منفصلۃ عما فوقھا فیقتصر اللقاء علیھا ولا یتعدی الی سائر الاجزاء لعدم الحاجۃ الی ترک الحقیقۃ وبہ استبان ما قالوا ھنا من قصر اللقاء علی البلۃ وظھر الجواب عما ذکرت فیہ من النظر واشار الیہ المحقق حیث اطلق ابن الھمام بقولہ فیہ نظر ھذا ما عندی فی تقریرہ وجھد المقل دموعہ ویحتاج الی تلطیف القریحۃ وکیف ما کان لا حجۃ فیہ للمستوین بل ھو حجۃ علیھم لدلالۃ فحواہ ان قصروا الحکم علی البلۃ دون بقیۃ ما فی الاناء لعدم الحاجۃ فی المسح الی الاسالۃ فافاد ان فیما وظیفتہ الاسالۃ یعم الحکم جمیع ما فی الاناء وھو المقصود۔

فائدہ ۱۰: اقول وباللہ التوفیق ھنا لفظان الوضوء من الحوض و

ہو اور اس میں حجم ہو اور جسم پر بہتا ہوا نظر آئے، تو اس میں محسوس کا اعتبار ضروری ہے اور حس میں وہ پانی جو ایک جگہ ہو متصل واحد ہے تو کل پانی مستعمل ہو گیا کیونکہ ملاقاۃ کل سے ہی ہے، جیسے کہ وہ نجاست جو پانی پر وارد ہو اور حکم کثیر سے اس لیے ساقط ہو گیا کیونکہ شریعت نے اس کو جاری کے حکم میں رکھا ہے، تو جب تک اس میں تغیر نہ ہو متاثر نہ ہوگا جیسے کہ اسکی تقریر گزری، اور مسح میں صرف پانی کا لگانا ہے نہ کہ بہانا ہے، تو اس کے لیے قریب جواہر ہونا کافی ہے جن سے تری پیدا ہوتی ہے اور وہ جواہر اوپر والوں سے جدا ہیں تو ملاقاۃ اسی پر منحصر رہے گی اور باقی اجزاء کی طرف منتقل نہ ہو گی کیونکہ ترک حقیقۃ کی حاجت نہیں اور یہیں سے معلوم ہوا کہ ملاقاۃ صرف تری تک محدود ہے جیسا کہ فقہاء نے فرمایا، اور جو نظر میں نے ذکر کی ہے اس سے جواب ظاہر ہو گیا، اور محقق نے اس کی طرف اشارہ کیا کیونکہ ابن ہمام نے فرمایا اس میں نظر ہے میرے نزدیک اسکی تقریر یہی ہے، بہرصورت ان کیلئے اس میں کوئی حجۃ نہیں جو ملقی اور ملاقی میں برابری کے قائل ہیں، بلکہ یہ اُن کے خلاف حجۃ ہے، کیونکہ اس کا فحوٰی اس پر دلالت کرتا ہے کہ حکم تری پر مقصور ہے، جو برتن میں باقیماندہ پانی ہے اس پر نہیں ہے کیونکہ مسح میں اسالۃ کی ضرورت نہیں، تو انہوں نے بتایا کہ جہاں بہانا ہوتا ہے وہاں حکم برتن کے تمام پانی کو عام ہوتا ہے اور یہی مقصود ہے (ت)

فائدہ ۱۰: میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں، یہاں دو لفظ ہیں الوضوء من الحوض اور الوضوء فی الحوض۔ قاسم نے

به عبر العلامة قاسم تسامحا وفي الحوض وبه عبر العلامة ابن الشحنة وسوى بينهما البحر فتارة يقول من كصدر مقالته واسم رسالته واخرى في كمطاوي عبارته وقد علمت ان الثاني يحتمل وجهين الوضوء خارجه بحيث تقع الغسالة فيه ولو بعد الجريان على الارض والوضوء فيه بغمس الاعضاء ذاك ملقى وهذا ملاق واللفظ الاول يحتمل ثلثة وجوه هذين والوضوء خارجه بالاغتراف منه بحيث لا تصل الغسالة اليه كالوضوء من بئر زمزم وهذا الثالث على ثلثة وجوه الاغتراف باناء بحيث لا يصيب شئ من يده الماء وباليد لعدم اناء او مع وجوده فالاول جائز بالاجماع ولا يتوهم تطرق خلل به الى الماء وكذا الثاني لمكان الضرورة الا اذا ادخل اليد من قدر الحاجة اوقدرها للاغتراف ثم نوى الغسل فيه فان هذين يعودان الى صورة الغمس كالثالث فهي هذه الاربع[1] يصير الماء كله مستعملا

تسامح سے کام لیتے ہوئے من الحوض سے تعبیر کیا اور ابن الشحنہ نے الوضوء فی الحوض سے تعبیر کیا اور بحر نے ان دونوں کو برابر کیا، کبھی تو من کہتے ہیں، جیسا کہ انھوں نے اپنے مقالہ کی ابتدار اور رسالہ کے نام میں، اور کبھی فی استعمال کیا جیسا کہ عبارات کے درمیان میں کیا۔ اور آپ جان چکے ہیں دوسرا دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے، ایک تو وضو حوض کے باہر اس طرح کہ دھوون حوض میں گرے خواہ زمین پر بہہ کر جائے اور ایک یہ کہ وضوء اس طرح کیا جائے کہ حوض میں اعضاء ڈبوئے جائیں وہ ملقی ہے اور یہ ملاقی ہے اور پہلا لفظ تین وجوہ کا محتمل ہے، دو تو یہی اور تیسری یہ کہ حوض کے باہر بیٹھ کر حوض سے چلو بھر پانی لیں اس طرح کہ دھوون حوض تک نہ پہنچے جیسے زمزم کے کنویں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس تیسری وجہ میں بھی تین وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ برتن سے پانی لیں اس طرح کہ ہاتھ پانی کو نہ لگے، دوسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں جبکہ برتن نہ ہو، تیسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں لیکن برتن موجود ہو تو پہلا بالاجماع جائز ہے اور اس سے پانی میں خلل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور دوسرا بھی جائز ہے کیونکہ ضرورت ہے، ہاں اگر ضرورت سے زائد ہاتھ داخل کیا یا بقدرِ ضرورت ڈالا پھر اس میں غسل کا ارادہ کیا تو یہ دونوں صورتیں ڈبونے کی صورت

---

[1] ای ادخال الزائد علی قدر حاجة الاغتراف ونیة الغسل فیه والاغتراف بید محدثة مع وجود الاناء والوضوء فیه بغمس الاعضاء اھ منه غفرله۔ (م)

یعنی چلّو کی مقدار سے زیادہ داخل کرنا اور پانی میں دھونے کی نیت کرنا اور برتن کے ہوتے ہوئے محدث ہاتھ کے ذریعے پانی نکالنا اور پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کرنا اھ منہ غفرلہ (ت)

قلیلا کان اوکثیرا مالم یکن کثیرا اما الاول الثانی اعنی الوضوء خارجہ مع وقوع الغسالۃ فیہ فالصحیح المعتمد انہ لایفسد الماء مالم یساوہ اویغلب علیہ ھذہ احکام الصور الخمس قد وضحت بحمد اللہ تعالٰی مثل الشمس وبہ ظھر ان العلامۃ عبدالبر اصاب فی حکم الاربع الاول دون الخامس والعلامتان القاسم والبحر ومن تبعھم بالعکس ثم معہ فیما خالف الصحیح عدۃ روایات واقوال مفصلۃ فی البدائع وغیرھا ان الماء المستعمل یفسد المطلق مطلقا وان قل اواذا استبان مواقع القطر اواذا سال سیلانا والکل حاصل فی الوضوء فی الحوض الصغیر بالمعنی الاول بخلاف ھؤلاء الجلۃ فلیس بایدیھم الا بحث وقع فی البدائع علی خلاف النصوص المتواترۃ واجماع ائمۃ المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہم والحق ، ھو ھذا الفرق ، الذی وفق المولی سبحنہ وتعالی عبدہ الذلیل ، بتحقیقہ الجلیل ، بحیث احاط ان شاء اللہ تعالٰی بکل کثیر وقلیل ، وبلغ الغایۃ القصوی فی التفریع والتاصیل ، فلہ الحمد علی ما اولی ، وافضل الصلوات العلی ، والتسلیمات الزاکیات المبارکات علی المولی ، والہ وصحبہ ، وابنہ وحزبہ ، کما یحب ربنا ویرضی ، اٰمین ، والحمد للہ رب العٰلمین ، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

میں شامل ہیں، جیسی کی تیسری ، تو ان چاروں صورتوں میں کل پانی مستعمل ہوجائیگا خواہ کم ہو یا زیادہ، جب تک کثیر نہ ہوجائے لیکن دوسرے کا پہلا یعنی حوض کے باہر وضو کرنا اس طرح کہ دھوون اس میں گرتا رہے تو صحیح اور معتمد یہ ہے کہ جب تک وُہ پانی کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو پانی کو فاسد نہ کرے گا ، یہ پانچوں صورتوں کے احکام ہیں اور میں نے بحمداللہ سورج کی طرح واضح کردیا ہے اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ علامہ عبدالبر نے پہلی چار صورتوں کے بیان میں کوئی غلطی نہیں کی مگر پانچویں میں غلطی کی اور علامہ قاسم اور بحر اور ان کے متبعین نے برعکس کیا پھران کے ساتھ ان صورتوں میں جن میں مخالفت کی متعدد روایات و اقوال ہیں جن کی تفصیل بدائع وغیرہ میں ہے، مثلاً یہ کہ مستعمل پانی مطلق پانی کو مطلقاً فاسد کردیتا ہے خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، یا قطروں کے مقامات ظاہر ہوں یا جگہ خوب بہے اور یہ سب چھوٹے حوض میں وضو کرنے سے حاصل ہے، لیکن پہلے معنی کے اعتبار سے ، بخلاف ان جلیل القدر علماء کے کہ ان کے ہاتھ میں سوائے اُس بحث کے کچھ نہیں جو نصوص متواترہ ، اجماعِ ائمہ مذہب کے خلاف بدائع میں واقع ہے، اور حق وہ فرق ہے جس کی اپنے ذلیل بندے کو مولٰی سبحنہ نے توفیق دی تحقیق جلیل کی کہ اس نے کثیر وقلیل کا احاطہ کیا اور انتہا کو پہنچا اُس کی حمد سب سے اولٰی ہے بہتر صلوٰۃ و سلام افضل مبارک مزکی آقا پر ان کے آل اصحاب اولاد جماعت پر جیسا کہ ہمارا رب پسند فرمائے آمین والحمدللہ رب العالمین الی اٰخرہ - (ت)